تذکرۂ مخزن نکات

★

طبع اول : نومبر ۱۹۶۶

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب لاہور

مطبع : مطبع عالیہ لاہور

مہتمم : سید اظہارالحسن رضوی

قیمت : پانچ روپے

بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان
۷۱
اُردو کا کلاسیکی ادب
تذکرہ مخزنِ نکات
از
قیام الدین قائم چاند پوری
ناشر
مجلسِ ترقیٔ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

ریکٹر ، دانش گاہ علوم شرقیہ ، نیپلز
پروفیسر ڈاکٹر البرٹو بوساچی کے نام ——————

فہرست

طبقهٔ سوم : در بیان اشعار و احوال شعرای متاخرین ۸۱ - ۲۰۵
(فہرست اسما به ترتیب حروف تہجی)

الف

ب

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

پیش لفظ

اور

مقدمه

از

ڈاکٹر امداد حسن

پروفیسر ، دانش گاه علوم شرقیه

نیپلز (اطالیہ)

،

پیش لفظ

اسپرنگر نے قدیم ہندوستانی ادب کی تاریخ لکھنے کے سلسلے میں 'مخزن نکات' کو سب سے اہم ماخذ قرار دیا ہے۔ یہ رائے ایک ایسے شخص کی ہے جو 'نکات الشعرا' اور 'تذکرۂ ریختہ گویاں' کا بھی تفصیلی مطالعہ کر چکا تھا۔

اس اہمیت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مؤلف نے اردو شاعری کے ادوار یا طبقات متعین کرکے تذکرے اور تاریخ ادب میں باہم ربط قائم کیا؛ دوسرے یہ کہ سنین معین نہ ہونے کے باوجود تذکرے میں اس نوعیت کے اشارے مل جاتے ہیں۔ اور اردو ادب کی تاریخ مرتب کرنے میں جتنی راہ نمائی اس سے مل سکتی ہے، کسی دوسرے معاصر تذکرے سے نہیں۔ قائم خود ایک بڑے شاعر تھے اور شعر کو پرکھنے کی صلاحیتوں کا حسن خوبی، ہمدردی اور غیر جانب داری سے اس تذکرے میں استعمال کیا گیا ہے وہ بھی قدیم تذکروں میں شاذ ہی نظر آتا ہے۔

'مخزن نکات' کے صرف ایک مخطوطے کا پتا چل سکا ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے اور قیاس یہ ہے کہ یہ 'شاہان اودھ کے کتب خانوں' کا وہی نسخہ ہے جس سے اسپرنگر نے اپنی فہرست شعرا کی تیاری میں مدد لی۔ موجودہ متن اسی نسخے کے مطابق ہے۔ انجمن ترقی اردو کے مطبوعہ نسخے کو بھی سامنے رکھا گیا ہے، اور اختلاف نسخ کو حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ آخر میں ایک 'ضمیمہ' بھی

منسلک ہے جو قائم کے علاوہ تذکرہ ہائے میر اور گردیزی میں شامل تمام شعرا پر مشتمل ہے۔ جن شعرا کے سنین وفات تحقیق ہوسکے وہ درج کردیے گئے ہیں ؛ باقی کے بارے میں بھی مختصر مگر مفید معلومات اس فہرست میں موجود ہیں۔

'کلیات قائم' کی طرح تذکرے کی ترتیب میں بھی مرتب کو مکرمی جناب کلب علی خاں صاحب فائق رام پوری اور بیگم نظیر جہاں حسن کا پورا تعاون حاصل رہا جس کے لیے وہ ان دونوں کا شکر گزار ہے۔

مخدوم مکرم جناب سید امتیاز علی تاج کا شکریہ ادا کرنا بھی مرتب اپنا فرض سمجھتا ہے جن کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی میں قائم کا کلیات پہلی بار منظر عام پر آچکا ہے ، اور اب ان کا دوسرا علمی کارنامہ ضروری تعلیقات کے ساتھ شائع ہورہا ہے۔

لاہور ، ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۶ع   اقتدا حسن

مقدمۂ مرتب

۱ - مختصر سوانح مؤلف

نام محمد قیام الدین (یا قیام الدین علی) عرفیت محمد قائم ، تخلص قائم ، ولادت تقریباً[1] ۱۱۳۵ھ مطابق ۱۷۲۲ع بمقام چاند پور ضلع بجنور -

---

۱ - کلیات قائم کے 'مقدمہ' میں راقم نے قائم کا سن ولادت از راہ احتیاط ۱۱۳۵ھ اور ۱۱۳۸ھ کے مابین قرار دیا ہے ، لیکن اس بحث سے متعلق دو اور شہادتیں توجہ طلب ہیں ----

شاہ ولی اللہ اشتیاق کے احوال میں قائم لکھتے ہیں :

''کوٹلہ فیروز شاہ (دہلی) میں اُن کی سکونت تھی ، ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا ، باتیں مرے دار کرتے تھے۔''

شرف الدین مضمون کے بارے میں رقم طراز ہیں :

''زیب المساجد کو اپنا مسکن قرار دیا تھا ، نہایت حلیق اور خوش صحبت تھے ، اس لیے شہر کے اکثر محباء سیر کے بہانے ان کی مجلس میں شریک ہوتے تھے - میں بھی دو تین بار ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں -''

مولانا عرشی (مقدمۂ دستورالفصاحت صفحہ ۵۱) نے نشتر 'عشق' اور 'صبح گلشن' کے حوالے سے اشتیاق کا سن وفات ۱۱۵۰ھ (۳۸ - ۱۷۳۷ع) بیان کیا ہے - اور شرف الدین مضمون کی وفات پر عبدالحئی تاباں نے جو قطعۂ تاریخ کہا ہے (دیوان تاباں صفحہ ۲۷۸ - ۲۷۱) اس سے ۱۱۴۷ھ (۳۵ - ۱۷۳۴ع) برآمد ہوتے ہیں - قائم کی مضمون سے ملاقات ۱۱۴۷ھ یا اس سے ایک دو سال

بچپن ہی سے قائم کا دہلی آنا جانا رہا جو ملازمت کے بعد
مستقل قیام کی صورت اختیار کر گیا ۔ شعر و شاعری کی طرف
طبیعت مائل ہوئی تو شروع میں (قاسم کی روایت کے مطابق)
شاہ ہدایت (متوفی ۱۲۱۹ھ) سے مشورہ لیا، پھر خواجہ میر درد
(متوفی ۱۱۹۹ھ) سے بھی اصلاح لی لیکن تلمذ کا باقاعدہ سلسلہ
مرزا سودا (متوفی ۱۱۹۵ھ) سے شروع ہوا ۔ دہلی میں ان کی
معاشی حالت اطمینان بخش رہی، عزت اور شہرت نے قدم چومے
اور صف اول کے شعرا میں شمار ہونے لگا ۔

روز افزوں سیاسی خلفشار اور معاشی انتشار کے ہاتھوں
مجبور ہو کر قائم نے ۱۱۷۰ھ میں[1] (یا ایک دو سال بعد) دہلی
کو خیرباد کہا اور اپنے وطن چاند پور چلے گئے ۔

گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ

پہلے کا واقعہ ہونا چاہیے ۔ ان کے بیانات سے جہاں یہ واضح
ہے کہ وہ لڑکپن ہی سے اہل اللہ اور درویشوں کی صحبت کے
دل دادہ تھے، وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ ۱۱۴۷ھ سے پہلے
ہی وہ بچپن کی حدود سے نکل چکے تھے ۔ قائم کی یہ ملاقاتیں
اگر اپنے والد یا بھائی (منعم) کی معیت میں ہوئیں تو بھی
انھیں اتنا شعور ضرور تھا کہ وہ اشتیاق کے حرف ہائے نامرہ
سے لطف لے سکے ۔ ان شہادتوں کی روشنی میں قائم کی ولادت
۱۱۳۵ھ میں —— یا اس سے بھی ایک دو سال پہلے ——
ہونی چاہیے ۔

۱ ۔ کلیات قائم کے مقدمے (جلد اول، صفحہ ۲۳ - ۲۸) میں راقم
نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قائم ۱۱۶۸ھ میں دہلی سے چلے
گئے ہوں گے، گو اس بات کے واضح ثبوت موجود ہیں کہ
اس کے بعد بھی وہ دہلی جاتے رہے تھے ۔ اس قیاس کی اساس

دہلی سے مراجعت کے بعد قائم کسی ایک مقام پر سکون سے نہ بیٹھ سکے ۔ عمر کے بقیہ حصے میں وہ نت نئے حوادث

گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ

ایک تو قائم کے اس قطعے پر بھی جس میں انھوں نے سودا کی روانگی سے پہلے دہلی سے چلے جانے کا ذکر کیا ہے (کلیات قائم ، جلد اول ، صفحہ ۳۲) اور دوسرے ، تذکرے کے اس بیان پر جہاں وہ سیاسی اختلال کی وجہ سے 'ارادۂ سفر' کا اظہار کرتے ہیں (مخزن نکات ، صفحہ ۱۰۲) ۔

اس کے برعکس قائم ہی کا کہا ہوا ایک قطعۂ تاریخ وہ ہے جو نواب نعمت اللہ خان کے صاحبزادے کی شادی کے موقع پر کہا گیا اور جس سے ۱۱۶۹ھ برآمد ہوتے ہیں (کلیات قائم ، جلد دوم ، صفحہ ۲۴) اور دوسرا ، احمد شاہ ابدالی کی دہلی میں آمد اور روانگی سے متعلق ہے ، جو ۱۱۷۰ھ کا واقعہ ہے ۔ (جلد دوم ، صفحہ ۴۰-۴۱) ان کے علاوہ ایک شہادت اور بھی ہے جس پر پہلے مناسب توجہ نہیں کی گئی تھی ۔ میر کے احوال میں قائم لکھتے ہیں :

> ''بہ خان مغفرت نشان شیخ سراج الدین علی خان آرزو نسبت خواہرزادگی داشت.........چون قدرت آمدہ خان شریف دارد ، اکثر اتفاق ملاقات می افتد ۔'' (صفحہ ۱۲۱ - ۱۲۲)

اس سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے ۔

۱ - میر کا احوال خان آرزو کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ کے بعد لکھا گیا ۔

۲ - ان سطور کی تحریر کے وقت میر ، قائم کے نزدیک ہی رہائش رکھتے تھے ' یا دوسرے لفظوں میں قائم نے دہلی کی سکونت ترک نہیں کی تھی ۔

باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

سے دوچار ہوتے رہے اور تلاش روزگار میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سرگرداں رہے۔ چاند پور کے علاوہ وہ (غالباً) امروہے میں رہے؛ بریلی، بسولی اور (غالباً) سنبھل بھی گئے؛ تھوڑا سکون ٹانڈا میں میسر آیا تھا (۱۱۸۵ھ) جہاں کے رئیس محمد یار خاں امیر نے ان کی خاطرخواہ پذیرائی کی، لیکن یہ بھی انتشار کی نذر ہوگیا۔ (سکرتال کے ہنگامے کے بعد ۱۱۷۶ھ کے اواسط میں دوبارہ ٹانڈا لوٹ آئے ہوں گے جہاں کوئی ڈیڑھ سال ان کا قیام رہا ہوگا) - ۱۱۹۰ھ کے قریب لکھنؤ میں بھی کچھ عرصے ان کا قیام رہا۔ پھر رام پور سے دعوت ملنے پر وہاں چلے گئے (تقریباً ۱۱۹۴ھ) اور وہیں کی سکونت اختیار کرلی۔ وہاں سے پہلے اپنی ضبط شدہ املاک کی بحالی کے سلسلے میں لکھنؤ کا ایک اور سفر بھی کیا اور رام پور واپس جاکر ۱۲۰۸ھ مطابق ۹۴ - ۱۷۹۳ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت قمری حساب سے ان کی عمر تقریباً ۷۳ سال ہوگی (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمۂ کلیات قائم، مرتبہ راقم، دو جلدیں، شائع کردہ مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۶۵ء) -

---

گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ
ان شواہد کی روشنی میں سوسکتا ہے ۱۱۶۷ھ میں مرہٹہ گردی سے تنگ آ کر وقتی طور پر قائم ادھر چلے گئے ہوں لیکن دہلی میں ان کا قیام ابدالی کے داخلے تک بہر حال رہا اور قیاساً رجب ۱۱۷۰ھ (مارچ ۱۷۵۷ء) میں نواب عمادالملک کے ہمراہ سودا کی مراجعت کے بعد انہوں نے بھی دہلی کو خیرباد کہا ہوگا۔

۲ ۔ مخزن نکات کا زمانۂ تالیف

کسی بھی علمی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے برسوں کی تگ و دو درکار ہوتی ہے ۔ بعض ایسے کام بھی ہوتے ہیں جنھیں کسی مرحلے پر مکمل نہیں کہا جاسکتا ۔ مورخ اور تذکرہ نگار کا کام بھی کچھ اسی نوعیت کا ہے ۔ جس طرح ایسے دور کی تاریخ قلم بند کرنے والا اس بات کا پابند ہے کہ وہ وقت اور حالات پر مسلسل نظر رکھے اور ایسے مواد میں ترمیم و تنسیخ کرتا رہے ، اسی طرح تذکرہ نگار کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ برابر نئے مواد کی جستجو میں رہے اور جمع شدہ معلومات کو زیادہ سے زیادہ مکمل صورت میں پیش کرے ۔ قائم تو ایسے معاصر تذکرہ نگاروں کی طرح ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈال رہے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ تذکرۂ قائم کے آغاز اور اختتام میں بھی برسوں کا فصل پایا جاتا ہے ۔

'مخزن نکات' کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں :

> "در صفر سپہر تنویر سخن طرازان ہندوستان و طوطیان شکر شکن این بوستان مخفی و محتجب نماند کہ تا الآن در ذکر و بیان اشعار و احوال شعرای ریختہ کتاب تصنیف نگردیدہ و تا این زمان ہیچ انسان از ماجرای شوق افزای سخن وران این فن سطری بہ تالیف نرسانیدہ ۔ بنا بر این ہمہ مؤلف محمد قیام الدین بعد از کوشش تمام و سعی مالا کلام دواوین این اعزہ فراہم آوردہ پارۂ ابیات از ہر کدام برسبیل یادگار در ذیل نباض کہ مورخ موسوم بہ 'مخزن نکات' است ، بہ قید قلم درآوردہ ۔" (صفحہ ۲)

میر بھی اسی اولیت کے دعوے دار ہیں :

"نوشتہ نماند کہ در فن ریختہ کہ شعریست بہ طور
شعر فارسی بہ زبان اردوی معلئی شاہ جہان آباد ،
دہلی ، کتابی تا حال تصنیف نشدہ کہ احوال شاعران
این فن بہ صفحۂ روزگار بماند ، بناءً علیہ این تذکرہ
کہ مسمی بہ 'نکات الشعرا' است نگاشتہ می شود۔"
(نکات الشعرا ، صفحہ ۱)

سوال یہ ہے کہ تذکرہ ہائے میر ، گردیزی اور خاکسار
کی موجودگی میں ، جو ۱۱۶۸ھ سے پہلے دہلی میں قلمبند ہوچکے
تھے، قائم کے اس دعوے کا کیا جواز ہوسکتا ہے۔ بعض داخلی
شواہد کی روشنی میں قائم کا یہ ادعا بے محل نظر نہیں آتا اور
یہ بات دانۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے[1] کہ تذکرۂ قائم کی داغ بیل
۱۱۶۸ھ سے بہت پہلے پڑ چکی تھی اور جب قائم یہ سطور
لکھ رہے تھے اس وقت تک ریختہ گو شعرا کا کوئی تذکرہ
معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔

قدامت کا تعین :

'مخزن نکات' کی قدامت کا تعین دو واضح داخلی شہادتوں
کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ایک شاہ ولی‌اللہ اشتیاق
سے متعلق قائم کا یہ بیان ہے کہ ان کا انتقال سات سال پہلے ہوا
(جس کا حوالہ عرشی صاحب نے بھی دیا ہے)اور دوسرا، شرف الدین
مضمون کے بارے میں ہے کہ انھوں نے دس سال پہلے وفات
پائی۔ اشتیاق کا انتقال 'ستر عشق' اور 'صبح گلشن' کی روایت
کے مطابق ۱۱۵۰ھ میں ہوا[2] ؛ اور مضمون کی وفات بر بنائے

---

۱ - ملاحظہ ہو 'مقدمہ' دستور الفصاحت ' از مولانا امتیاز علی عرشی،
صفحہ ۵۰ - ۵۳ -

۲ - مقدمہ' دستور الفصاحت ، صفحہ ۵۱ -

ہے جو قطعۂ تاریخ نظم کیا ہے اس سے ۱۱۴۷ھ برآمد ہوتے ہیں[1]۔ گویا ان دونوں شاعروں کا احوال ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ع میں قلم بند کیا گیا۔

چند اور بھی تراجم ہیں جو ۱۱۶۵ھ سے قبل لکھے گئے۔ ایک دلاور خاں ہیں جن کا تخلص قائم نے 'بیرنگ' درج کیا ہے لیکن میر اور گردیزی نے بے رنگ۔ میر نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ یہ پہلے 'بیرنگ' تخلص کرتے تھے۔ گویا قائم نے ان کا احوال تخلص کی تبدیلی سے قبل تحریر کیا۔ گردیزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال چند سال پہلے ہوا، جب کہ قائم ان کی زندگی کی دعا کرتے ہیں۔

دوسرے آفتاب رائے رسوا ہیں۔ قائم نے ان کی وفات کو چند ماہ پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے۔ میر اور گردیزی نے بھی ان کے مرنے کا ذکر کیا ہے لیکن مدت کا تعین نہیں کیا جس سے گمان ہوتا ہے کہ قائم نے ان کا احوال بھی ان دونوں تذکرہ نگاروں سے پہلے (غالباً ۱۱۶۴ھ میں) تحریر کیا ہوگا[2]۔

محمد علی حشمت کا انتقال مخزن نکات کے مطبوعہ نسخے میں 'دو سال' پہلے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مخطوطے میں 'دہ سال'۔ حشمت ۱۱۶۲ھ میں روہیلوں سے لڑتے ہوئے کام آئے (ملاحظہ ہو حاشیۂ میں، صفحہ ۶۶) بیانات میں اس تضاد کی تاویل یہی کی جائے گی کہ ایک نسخے میں ان کا احوال ۱۱۶۴ھ میں لکھا گیا اور دوسرے میں ۱۱۷۲ھ میں؛ یا پھر ان میں

۱۔ دیوان تاباں، صفحہ ۲۷۱ - ۲۷۲۔

۲۔ گلزار ابراہیم کی سند پر عرشی صاحب کا یہ قیاس کہ رسوا کا انتقال محمد شاہ کی وفات (۲۹ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ) سے قبل ہوا، مزید تحقیق کا محتاج ہے۔

ہے ایک کو کتاب کی غلطی سے تعبیر کیا جائے گا۔

دائم نے شعرا کے احوال و اشعار کا جو مجموعہ درست کیا شروع کیا تھا اس نے ایک باقاعدہ تذکرے کی شکل اختیار کر لی۔ ۱۱۶۶ھ میں صفدر جنگ کی بغاوت اور خانہ جنگی، پھر ۱۱۶۷ھ میں عماد الملک وزیر کے ہاتھوں احمد شاہ بادشاہ کی معزولی اور مرہٹوں کی دست درازیوں سے دہلی میں جو ابتری پھیلی اس سے دل برداشتہ ہو کر قائم نے سفر کا قصد کیا اور شاہی کے اصحاب کرام کے اپنے تذکرے کی تکمیل میں لگ گئے۔ تذکرے کے آخر میں وہ خود لکھتے ہیں:

"دراں ایام کہ رشتۂ سلک انتظام مردم بادشاہی بہ صدمۂ انقلاب سلطنت ازہم گسیخت و بر نکی دوں الٰہی آثار از حادثات مرلت افتادہ، رو بہ ہر سو نہادہ، خار و خار بلکہ بی احتیار ارادۂ سفر از رای اناست شاب آمد، فرصت را غنیمت انگاشتہ بعضی ساحت بہ لحتی از روزنامۂ اعمال و برخی از جریدۂ احوال سخن وراں سلیم و حال بند قلم درآوردہ درجات جدائی اسیں بسہای سازد۔" (صفحہ ۲۰۱)

بیشتر شعرا کے حالات اسی زمانے میں قلم بند کیے گئے۔ ۱۱۶۸ھ میں جب یہ تذکرہ مکمل ہوا تو خواجہ اکرم اس کی تاریخ لکھ کر حاضر ہوئے۔

قائم رکھے ہمیشہ خدا تیرے نام کو
کرنے سے ذکر خیر کے ہے موجب ثواب
تاریخ اس کتاب کی میں نے کی جب تلاش
پیر خرد نے مجھ سے کہا 'مخزن نکات'

۱۱۶۸ھ

مؤلف کو یہ تاریخ پسند آئی اور تذکرے کا یہی نام قرار پایا ۔

۱۱۶۸ھ کے بعد کے اضافے :

لیکن تذکرے میں اس تاریخ کے بعد بھی اضافے ہوتے رہے جو حشمت کے سوا (جو طبقۂ متوسطین کے شاعر ہیں) بالعموم طبقۂ متاخرین یا قائم کے ہم عصر شعرا سے متعلق ہیں ۔ چند نمایاں اضافے درج کیے جاتے ہیں :

۱ ۔ محتشم علی خاں حشمت کے بارے میں لکھے ہیں کہ ''قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعتاً از جہاں رفت ۔'' حشمت کا انتقال خان آرزو کے بیان کے مطابق ۱۱۶۳ھ میں ہوا ۔ گویا ان کا احوال ۱۱۷۰ھ میں قلم بند ہوا[1] ۔

۲ ۔ میر درد کے احوال میں قائم ان کے رسالے 'واردات' کا ذکر کرتے ہیں ۔ بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بوقت تحریر میر درد کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب بقید حیات تھے ۔ میر درد کے الفاظ[2] میں 'صحیفۂ واردات ۱۱۷۲ھ میں لکھا گیا اور اسی سال ۲ شعبان کو ان کے والد بزرگوار نے رحلت فرمائی ۔ گویا مخزن میں درد کا ترجمہ ۱۱۷۲ھ میں (۲ شعبان سے قبل) شامل کیا گیا ۔

۳ ۔ میر تقی میر کے احوال میں سراج الدین علی خاں آرزو کو 'خان مغفرت نشان' لکھا گیا ہے ۔ اور خان آرزو کا انتقال ۲۳ ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ کو ہوا ۔

۴ ۔ محمد ہمہ درد مند کا احوال بھی ان کے انتقال کے بعد شامل کیا گیا ہے ۔ درد مند کا سن وفات بقول ابراہیم (مؤلفہ

---

۱ ۔ محمد علی حشمت کا احوال بھی غالباً ۱۱۷۲ھ میں لکھا گیا ۔
۲ ۔ دستور الفصاحت کے مقدمے (صفحہ ۵۴) میں مولانا عرشی نے 'علم الکتاب' اور 'شمع محفل' سے متعلقہ اقتباسات نقل کیے ہیں ۔

۱۱۹۸ھ) میں ۱۱۷۶ھ ہے۔ لیکن 'صحف ابراہیم' (مؤلفہ ۱۲۰۵ھ) میں سال اول جلوس شاہ عالم بادشاہ (یعنی ۷۴-۱۱۷۳ھ) قرار دیا گیا ہے۔ تذکرۂ یوسف علی خاں میں سال وفات ۱۱۷۹ھ ہے۔ ان تینوں میں 'صحف ابراہیم' کی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ بہرحال 'مخزن نکات' میں دردمند کا احوال ۱۱۷۴ھ سے پہلے شامل نہیں ہوا ہوگا۔

۵۔ لالہ ٹیول رائے وفا کے احوال میں ضمنی طور پر نواب نجیب الدولہ کا ذکر آتا ہے جنہیں 'امیرالامرا' کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ نواب نجیب الدولہ دو مرتبہ میربخشی ہند کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پہلے ۱۷۵۷ء (۱۱۷۰ھ) میں چند ماہ کے لیے، اور دوسری بار اپریل ۱۷۶۱ء (رمضان ۱۱۷۴ھ) سے وفات ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء (رجب ۱۱۸۴ھ) تک۔ ہوسکتا ہے کہ وفا کا احوال ۱۱۷۰ھ میں لکھا گیا ہو، لیکن گمان یہی ہے کہ یہ بھی ۱۱۷۴ھ کے بعد کا اضافہ ہے۔

۶۔ قمرالدین منت کے بارے میں لکھتے ہیں :

''از بدو شباب بہ قاعدہ سنجی مشغول است و مشق سخن بسیار مؤلف می نماید۔''

کمت علی خاں قائم رام پوری نے علی ابراہیم خاں کے حوالے سے[1] منت کا سن ولادت ۱۱۵۶ھ بیان کیا ہے۔ قائم سے (رقعہ میں) مشق سخن کے وقت منت کی عمر چودہ پندرہ سال سے کم نہیں ہوگی؛ اس حساب سے یہ ترجمہ بھی ۱۱۷۰ھ کے بعد کا اضافہ ہونا چاہیے۔

۷۔ نواب مہربان خاں رند، دیوان فرخ آباد کا ترجمہ بھی اس وقت شامل کیا گیا جب مرزا سودا اور میرسوز فرخ آباد کی

۱۔ 'نظام الدین ممنون' 'صحیفہ' جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۱۔

سکونت اختیار کرچکے تھے ۔ اگر مرزا سودا عمادالملک کے ساتھ جون ۱۷۵۷ع (شوال ۱۱۷۰ھ) میں فرخ آباد پہنچے تھے[1] تو رند کا احوال بھی بہرحال ۱۱۷۰ھ کے بعد ہی قلم بند ہوا ہوگا ۔

بحث کا خلاصہ مولانا امتیاز علی عرشی کے الفاظ میں یہ ہے کہ :

"قائم نے پہلے اپنا تذکرہ بیاض کی صورت میں مرتب کیا تھا ۔ اس بیاض کے آغاز کے بارے میں سب سے پہلی تاریخ ۱۱۵۷ھ (۴۴-۱۷۴۳ع) ملتی ہے ۔ اس وقت تک اردو گو شاعروں کا کوئی تذکرہ مرتب نہ ہوا تھا ۔ ۱۱۶۷ھ (۵۴ - ۱۷۵۳ع) میں احمد شاہ کے معزول ہوجانے اور عالم گیر ثانی کے تخت نشین ہونے کے بعد اس بیاض نے تذکرے کی شکل اختیار کرلی ، اور مصنف نے اس کا تاریخی نام 'مخزن نکات' رکھا جس سے ۱۱۶۸ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ اس تاریخ کے بعد بھی اس نے جا بجا اضافے کیے جس کا سلسلہ ۱۱۷۶ھ[2] (۱۷۶۲ع) تک جاری رہا ۔

---

۱ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مقدمۂ کلیات قائم ، جلد اول ، صفحہ ۲۵ - ۲۶ ۔

۲ - کوئی حد متعین کرنے کی بجائے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مخزن نکات میں ۱۱۷۴ھ کے بعد تک اضافے ہوتے رہے - یہاں یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ محولہ بالا بحث سے یہ سمجھ لینا پوری طرح درست نہ ہوگا کہ بعض شعرا کے مکمل تراجم کسی خاص ماہ یا سال میں یا اس کے بعد لکھے گئے ۔ تذکرہ نگار کے کام کی نوعیت ہی ایسی ہے (جس کی شروع میں

باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

کتاب کا دیباچہ ، مخزن نام کے ، آغاز تصنیف بیاض
کے وقت کا ہے ، اور خاتمہ ، جس میں مصنف نے
انقلاب سلطنت کا ذکر کیا ہے ، ۱۱۶۸ھ کا لکھا
ہوا معلوم ہوتا ہے ۔"
(مقدمۂ دستورالفصاحت ، صفحہ ۹ د)

۳ ۔ مخزن کے ماخذ

طبقۂ دوم اور سوم کے اکثر شعرا کے بارے میں مخزن نکات میں قائم نے جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ تر ان کی ذاتی معلومات پر مبنی ہے ۔ دہلی سے تعلق رکھنے والے زندہ یا مردہ شاعروں کے علاوہ بیرون دلی کے شعرا کے حالات و اشعار بھی انھوں نے فراہم کیے تھے ۔ اس کی کم از کم ایک مثال شیخ غلام محی الدین قریشی متخلص بہ عشق و مبتلا میرٹھی ہیں ۔ شیخ صاحب ، جو خود بھی ایک تذکرے (طبقات سخن ، مؤلفہ ۱۲۲۲ھ) کے مؤلف ہیں ، قائم کے ترجمے میں لکھتے ہیں :

"مؤلف در خدمت آں قائم الصراب (قائم الصراط ؟) یکتائی ربط آشنائی داشت ، چنانچہ اکثر از اشعار ہندی من بحمداں بعد احوال در تذکرہ اش مثبت است ۔"
(طبقات سخن ، مخطوطۂ برلن صفحہ ۳۸۳)

گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ

وضاحت بھی کردی گئی ہے) کہ وہ اپنی جمع شدہ معلومات کو زیادہ سے زیادہ مکمل صورت میں پیش کرنا چاہتا ہے اور اس کے کسی ایک اشارے یا حوالے سے (جو بعد کا اضافہ ہے) جہاں ہمیں مفید رہنمائی ملتی ہے وہاں اس کی وجہ سے غلط فہمی بھی پیدا ہوسکتی ہے ۔

اب یہ علٰحدہ بحث ہے کہ 'مخزن نکات' کا وہ نسخہ کہاں ہے جس میں موصوف کا ترجمہ شامل تھا ۔ کیوں کہ ہمارے پیش نظر تذکرے کے دونوں نسخوں میں ان کا احوال موجود نہیں ہے ۔

بیاض طالب :

براہ راست حالات و اشعار فراہم کرنے کے علاوہ مخزن نکات کی تالیف میں قائم نے جن مآخذ سے استفادہ کیا ان میں ابوطالب طالب کی بیاض سر فہرست ہے ۔ جعفر کے احوال میں انھوں نے طالب کی بیاض کہنہ کا ذکر کیا ہے (مخزن صفحہ ۲۰)
لیکن ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں :

> "و بعضی ازیں احوال و اشعار از (کہ ؟) بعد ازاں سمت تحریر می یابند ، زبانی میرزا ابوطالب مسطور بہ میرزا صاحب رسیدہ بود و از ایشان علٰی سبیل ذکر و مذکور بہ فقیر معلوم گردیدہ ۔" (صفحہ ۱۱)

واقعہ یہ ہے کہ اورنگ آباد کے ایک نواحی قصبے بلدہ کے رہنے والے ایک بزرگ مرزا ابوطالب کی شناسائی مرزا سودا کے چچا سے تھی اور یہ دونوں بہادر شاہ کے لشکر کے ساتھ دہلی آئے تھے جو ۱۱۲۲ھ (۱۷۱۰ع) کی بات ہوگی ۔ اگر مرزا ابوطالب، جن کی عمر قائم ۷۰ سال بتاتے ہیں ، اپنی جاگیر کے کام سے دو تین سال بھی دہلی میں رہے ، اور یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ مرزا سودا کی ولادت ان کے دوران قیام میں ہوئی تو بھی ایک شیر خوار سے مرزا طالب کی ہم کلامی کا سوال پیدا نہیں ہوتا ، چہ جائیکہ شعر و شاعری کے موضوع پر دونوں میں تبادلۂ خیال ہوا ہو ۔ 'میرزا صاحب' سے سودا کے چچا بھی مراد نہیں ہوسکتے ، کیوں کہ اول تو تذکرے میں

'میرزا صاحب' صرف مرزا سودا کے لیے استعمال ہوا ہے ، دوسرے یہ کہ ایک ستر سالہ بوڑھے (ابوطالب) کی آسانی بھی لگ بھگ اسی عمر کے آدمی سے ہوئی چاہیے اور یقیناً قائم کے سن شعور کو پہنچنے بلکہ پیدائش سے قبل ہی یہ دونوں بزرگ خالق حقیقی سے جا ملے ہوں گے - بہر صورت مرزا ابوطالب کی 'ربانی' روایات کہ مرزا سودا یا ان کے خدا کے وسیلے سے قائم تک پہنچا قرین قیاس نہیں ہے -

خیال یہ ہے کہ مرزا ابوطالب دہلی سے چلتے وقت دکنی شعرا پر مشتمل ایک بیاض بطور یادگار 'عم سودا' کو دے گئے ہوں گے - یہی بیاض سودا کو ملی اور قائم نے اسی 'کہنہ بیاض' سے جو چالیس ، بیالیس سال سے سودا کے خاندان میں محفوظ چلی آرہی ہوگی ، استفادہ کیا -

تذکرۂ سودا یا بیاض طالب ؟

یہاں سودا کے تذکرۂ شعرا سے متعلق بحث بھی بے موقع نہ ہوگی -

تذکرۂ سودا کا حوالہ غالباً پہلی بار 'مجموعۂ نغز' میں ملتا ہے - سعدی کے ترجمے میں قاسم رقم طراز ہیں :

"مطبہ بیشتری از سخن بہرا خصوص سرآمد شعرای مصاحب آما مرزا محمد رفیع سودا نظر بر اتحاد تخلص آنکہ این سعدی ہموں سعدی شیرازی است قدس سرہ کہ وارد دیار دکن شدہ و شعر ریختہ از طبع وقاد آن قدوۂ متعزلاں ریختہ - چنانچہ در تذکرۂ خود اشعار این سعدی دکنی را عفی اللہ عنہ بہ شیخ شیراز علیہ الرحمۃ والغفران نسبت نمودہ -"

(مجموعۂ نغز ، جلد اول صفحہ ۲۹۸)

قرائن سے پتا چلتا ہے کہ تذکرۂ میر اور گردیزی کی تالیف کے وقت دہلی کے بعض حلقوں میں سعدی ہندی اور سعدی شیرازی کو خلط ملط کرنے کا رجحان پایا جاتا تھا ۔ چناں چہ میر لکھتے ہیں :

آنچہ بعض ایں را شیخ سعدی رحمۃاللہ علیہ گمان بردہ اند خطا است ۔" (نکات‌الشعرا صفحہ ۱۰۳)

گردیزی نے اور بھی سخت‌الفاظ میں مواخذہ کیا ہے :

"و آنکہ بعض اعزہ را بسبب اتحاد تخلص مغلطہ افتادہ ریختہ ہای سعدی دکنی را از عدم اعتنا و قلت تتبع بنام سعدی شیرازی مرقوم ساختہ اند ناشی از جہل و سفہ است ، و من ادعی فعلیہ البیان ۔"

(ریختہ گویان ، صفحہ ۸۲)

میر یا گردیزی نے 'بعض' کی صراحت نہیں کی ہے لیکن یہ واضح ہے کہ یہ افراد دہلی کے علمی حلقے میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے (ورنہ اس نظریے کی تردید کی ضرورت بھی شاید نہ ہوتی) ۔ اگر یہ نظریہ سودا کا تھا تو قائم کے تذکرے میں اسی کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور محض اس نظریے کی سودا سے نسبت کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ قاسم کی نظر سے جو بیاض (یا اس کے چند ابتدائی اوراق) گزری ہو ، اسے انھوں نے سودا کا تذکرہ سمجھ لیا ہو ۔

یہ بات کم تعجب خیز نہیں کہ سودا کا رسالہ 'تنبیہ الغافلین' تو کلام کے ساتھ محفوظ ہو جاتا ہے لیکن ان کا تذکرہ قطعاً فراموش کر دیا جاتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس تذکرے کا کوئی باقاعدہ وجود تھا تو نہ صرف سودا کی زندگی میں بلکہ ان کے مرنے کے بعد بھی قاسم کے علاوہ دوسرے تذکرہ نگاروں کی نظروں سے کیوں کر پوشیدہ رہا ، یا اسے کس وجہ سے

التفات کے قابل نہیں سمجھا گیا؟ تذکرۂ سودا کا اگر کوئی
وجود تھا تو قائم نے اس کا حوالہ کیوں نہیں دیا؟ وہ بیاض
طالب سے روشناس کراتے ہیں۔ بیاض عزلت کا ذکر کرتے ہیں،
مرزا سودا کے 'ذکر و مذکور' کا بیان بھی کرتے ہیں، تذکرے
کی تدوین میں رائے سنگھ عاقل کی اعانت کا بھی واضح الفاظ
میں اعتراف کرتے ہیں —— پھر مرزا سودا کے لکھے ہوئے
تذکرے یا بیاض (جو قائم کا اہم ماخذ ہونا چاہیے تھا) کو وہ
کیوں نظر انداز کر جاتے ہیں؟ تذکرۂ سودا کی بحث میں یہ
سوالات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

ممکن یہ ہے کہ مرزا ابوطالب کی بیاض مرزا سودا کے
پاس موجود تھی۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے قلم سے
اس میں کچھ اضافے بھی کیے ہوں، لیکن بذات خود انھوں نے
اس کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی ہوگی۔ جس وقت
قائم نے بیاض لکھنے کا قصد کیا تو مرزا سودا نے بیاض ابوطالب
(مع اپنے اضافوں کے) ان کے حوالے کر دی ہوگی۔ تذکرۂ
سودا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ دکنی شعرا
سے متعلق اس مستند ماخذ کی فراہمی کے علاوہ مرزا سودا کا
علم و فضل اور ادبی معلومات بھی تذکرۂ قائم کی تالیف میں
برابر شامل حال رہے ہوں گے، جس کا مؤلف نے بھی 'ذکر و
مذکور' کے پردے میں اعتراف کیا ہے۔

بیاض عزلت۔

'مخزن نکات' کی تالیف میں قائم نے بیاض عزلت سے بھی
براہ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا ہے۔ میر میراں کے ترجمے
میں بیاض عزلت کا ذکر ملتا ہے اور میر عبداللہ تجرد کا احوال
بھی مؤلف نے عزلت کے حوالے سے لکھا ہے ——

دل چسپ بات یہ ہے کہ ان دونوں شاعروں کے وہی اشعار قائم نے منتخب کیے ہیں جو تذکرۂ میر میں شامل ہیں اور عبارت احوال بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے (تذکرۂ میر میں ماخذ کا حوالہ نہیں ہے البتہ میر میراں کا خطاب اور تخلص مستزاد ہے) ۔

شاہ عبدالولی عزلت ۲۰ جمادی الاول ۱۱۶۴ھ کو سورت سے دہلی پہنچے[1] اور احمد شاہ کی معزولی[2] ۔ شعبان ۱۱۶۷ھ ـــ سے پہلے مرشد آباد جاچکے تھے ۔ دہلی کے قیام میں شاہ عزلت کے حق شعرا اور فضلا سے مراسم پیدا ہوئے ان میں خان آرزو کا نام سر فہرست ہے ۔ میر کی یہ خوش بختی تھی کہ خان آرزو سے قرابت کی وجہ سے وہ نہ صرف ان کے علم و فضل سے بلکہ وسائل اور تعلقات سے بھی پورا پورا فیض اٹھا سکے تھے ۔ چناں چہ قائم کے مقابلے میں میر کو عزلت سے زیادہ استفادہ کرنے کا موقع ملا ہوگا ۔ اور اگر عزلت سے منسوب کسی روایت کے بیان میں دونوں کی عبارت میں یکسانیت ہے تو میر کو سبقت دی جائے گی ۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں نے ایک ہی ماخذ سے رجوع کیا ہو لیکن میر کی اولیت بہرحال مسلم ہے ۔

---

۱ ۔ 'سرو آزاد' صفحہ ۲۲۶ ۔

۲ ۔ "درعہدسلطنت میرزا احمد نہ دارالخلافت تشریف داشت ۔" ـــ قائم کے اس بیان سے یہ واضح ہے کہ انھوں نے عزلت کا احوال احمد شاہ کی معزولی کے بعد قلم بند کیا تھا جب کہ میر نے ان سے دو ، تین سال پہلے اس وقت لکھا ہوگا جب عزلت دہلی میں قیام پذیر تھے ۔ دہلی میں آمد کے وقت قمری حساب سے شاہ صاحب کی عمر ساٹھ سال ہوگی ۔

سراج اورنگ آبادی[1] کو قائم نے طبقۂ متقدمین میں جگہ دی ہے حالانکہ وہ بعد کے شاعر ہیں ۔ ان کا احوال و کلام بھی دہلی والوں تک عزلت ہی کی وساطت سے پہنچا ہوگا ۔ قائم نے اس کا ذکر نہیں کیا لیکن میر نے اس بات کی صراحت کی ہے ۔ میر نے سراج کے اشعار کا جو انتخاب دیا ہے اس میں وہ تین شعر بھی شامل ہیں جو تذکرۂ قائم میں درج ہیں ۔

مجمع النفائس :

شرف الدین علی پیام کے احوال میں قائم لکھتے ہیں کہ ان کا احوال میں و عن تذکرۂ خان آرزو میں داخل ہے ۔ مرزا گرامی خلف عبدالغنی بیگ قبول کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ان کا احوال فارسی تذکروں میں داخل ہے ۔ میر بھی امیر خسرو اور مرزا بیدل کے بارے میں ' تذکروں ' کا حوالہ دیتے ہیں ، لیکن مرزا گرامی کے علاوہ آنند رام مخلص اور مرزا معز فطرت کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ ان کا احوال تذکرۂ خان آرزو میں مرقوم ہے (لیکن یہاں بھی وہی کیفیت ہے کہ ان شعرا کے جو اشعار میر کے ہاں ہیں وہی قائم نے لیے ہیں ، حتیٰ کہ تعداد اور ترتیب میں بھی فرق نہیں ہے) ۔

بہرکیف مجمع النفائس (مؤلفہ تقریباً ١١٦٤ھ) فارسی گو شعرا سے متعلق ایک اہم ماخذ ہے اور ریختہ بطور تفنن کہنے والے شاعروں کے بارے میں قائم اور میر دونوں کے لیے اس سے استفادہ ناگزیر تھا ۔

---

[1] ۔ سید سراج الدین اورنگ آبادی ولادت ١١٢٨ھ ؛ وفات ٤ شوال ١١٧٧ھ (مقدمۂ کلیات سراج ، مرتبہ عبدالقادر سروری حیدر آباد ١٣٥٧ھ) ۔

ت الشعرا :

اب تک ان ماخذات کی نشان دہی کی گئی ہے جن کا ذکر
رد مؤلف نے کیا ہے۔ لیکن ایک ایسا ماخذ بھی ہے جس سے
بار رجوع کرنے کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف نہیں کیا گیا۔
میر کا تذکرہ نکات الشعرا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میر ، گردیزی اور قائم، تینوں
ے ایک دوسرے کی معلومات سے کم و بیش استفادہ کیا ہے
یکن معاصرانہ چشمک یا اخلاقی جرأت کی کمی کی وجہ سے
کسی ایک نے بھی دوسرے کے تذکرے کا نام تک نہیں لیا ہے۔
ہ مماثلت انتخاب کلام میں زیادہ نمایاں ہے جہاں بہت سے
شعار نہ صرف مشترک ہیں بلکہ ان کی ترتیب اور تعداد میں بھی
کوئی فرق نہیں ہے۔ میر کو تذکرہ لکھنے میں اولیت حاصل
ہے (اور ویسے بھی خان آرزو سے قرب کی وجہ سے ، جو خود
بھی اسی زمانے میں ایک جامع تذکرہ قلم بند کرچکے تھے ،
انھیں کوئی بھی علمی کام کرنے کے لیے ایک انتہائی سازگار
ماحول میسر تھا) اس لیے ان کے ہاں اس قسم کے تصرفات
برائے نام ہیں۔ لیکن گردیزی اور قائم دونوں نے ان کی محنت سے
کسی نہ کسی رنگ میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھایا ہے۔

نکات الشعرا اور مخزن نکات میں شعرا کے انتخاب کلام میں
جو نمایاں مماثلت ہے اس کی کچھ مثالیں پہلے بیان کی جاچکی ہیں۔
یہی کیفیت محتشم علی حشمت ، شہاب الدین ثاقب ، تجرد ، بھید ،
خاکسار ، آفتاب رائے رسوا ، عارف ، بیدار ، نجم الدین سلام ،
تمکیں ، میر گھاسی ، عشاق ، آزاد ، سحری ، ہاتف ، بسمل اور
شاغل وغیرہ کی ہے۔ میر علی تقی کافر ، ٹیک چند بہار، عاصمی،
محسن ، احسن اللہ احسن وغیرہ کے اشعار کی تعداد میں فرق ہے

لیکن جتنے شعر ایک نے نقل کیے ہیں وہ دوسرے کے ہاں بھی موجود ہیں۔

انتخاب کلام میں یکسانیت کی ان مثالوں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ قائم نے میر سے اس حد تک استفادہ کیا ہے، درست نہ ہوگا۔ ایک ہی زمانے اور مقام سے تعلق رکھنے کی بنا پر قائم اور میر دونوں کی رسائی دہلی کے علمی حلقوں میں بھی اور شاعروں کی صحبت سے فیض اٹھانے کے یکساں مواقع دونوں ہی کو حاصل تھے۔ دہلی کے وہ شاعر جو میر اور قائم کے زمانے میں زندہ تھے یا اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے تذکروں کے لیے جو کلام فراہم کیا ہوگا وہی کمی و بیشی کے ساتھ شامل کرلیا گیا۔ جو شاعر وفات پاچکے تھے ان کا کلام یادداشتوں یا بیاضوں میں محفوظ ہوگا اور ان مآخذ سے بھی میر اور قائم دونوں ہی رجوع کرسکتے تھے۔ کلام کی فراہمی کے سلسلے میں قائم کے احباب نے بھی ان کی مدد کی تھی، چناں چہ رائے سکھ عاقل کا انھوں نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ ان احباب نے مؤلف کے علم میں لائے بغیر کہیں ثانوی مآخذ پر اکتفا کرلیا ہو۔

انتخاب کلام کے علاوہ مخزن نکات میں بعض خاص الفاظ سے میر کا رنگ جھلکتا ہے اور بالخصوص ریختہ کی تعریف میں قائم نے جو کچھ کہا ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نکات الشعرا کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔ لفظ 'مراختہ'[1] کی بھی جو

---

۱ - ''گاہ گاہ در مجلس مراختہ کہ این لفظ بہ وزن مشاعرہ تراشیدہ اند، ملاقات می شود۔'' (میر، صفحہ ۱۴۷)۔
''گاہ گاہ در مجلس مراختہ کہ اخراج این لفظ بر وزن مشاعرہ است، بہ نظر می آید۔'' (قائم، صفحہ ۱۶۹)۔

تعریف میر نے کی ہے وہی الفاظ قائم کے ہاں استعمال ہوئے ہیں ۔

۴ ۔ تذکرے پر ایک نظر

مخزن نکات شعرائے اردو کے ابتدائی تذکروں میں سے ہے۔ یہ تذکرہ تین طبقات میں منقسم ہے اور اپنے معاصر تذکروں میں اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں اردو شاعری کے ادوار متعین کیے گئے ہیں ۔ اردو کی ادبی تاریخ مدون کرنے کی طرف یہ پہلا قدم تھا؛ بعد میں طبقات‌الشعرا (شوق) تذکرۂ شعرائے اردو (میرحسن) طبقات‌سخن (عشق و مبتلامیرٹھی) طبقات‌الشعرائے ہند (کریم‌الدین و فیلن) اور آب حیات (آزاد) میں کم و بیش اسی انداز کی تقلید کی گئی ہے ۔

اس تذکرے کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں شعرائے دکن کی ایک خاصی تعداد کو پہلی بار شمالی ہند سے متعارف کروایا گیا ہے ۔ تذکرۂ گردیزی میں دکنی شعرا کا ذکر ہے لیکن تعداد کم ہے اور معلومات محدود ؛ میر کے ہاں نسبتاً زیادہ شعرا جگہ پاتے ہیں لیکن بیان احوال اور انتخاب اشعار تشنگی کی حد تک مختصر ہے ؛ قائم کے ہاں مقابلتاً دکنی شعرا کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان کے بارے میں موصوف کی معلومات وسیع تر ہیں ۔

تین طبقات :

'مخزن نکات' کے تین طبقات میں سے طبقۂ سوم کے بیشتر شعرا خصوصاً دہلی والوں سے قائم کے ذاتی مراسم تھے ۔ ان میں اساتذہ بھی تھے اور نومشق بھی ۔ روابط کی نوعیت میں عمر اور مرتبے کے لحاظ سے فرق تھا ۔ بعض کے ساتھ قائم کو عقیدت

تھی ؛ کچھ کو ان سے تلمذ حاصل تھا ، اور زیادہ تر ایسے تھے جن سے ان کے تعلقات دوستانہ اور برادرانہ تھے ۔ ان کے بارے میں مؤلف نے چند سطروں میں بھی جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ‌تر ان کی ذاتی معلومات پر مبنی ہے اور سند کا درجہ رکھتا ہے ۔

مؤلف نے دہلی سے تعلق رکھنے والے طبقۂ دوم کے بھی چند شاعروں کا آخری زمانہ دیکھا تھا ، بعض کے ساتھ مشاعروں میں غزلیں بھی پڑھی ہوں گی ، اور جو بقید حیات نہیں رہے تھے انھیں بھی شعر آخرت اختیار کیے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا ۔ اس دور کے شعرا سے متعلق انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی بڑی حد تک ذاتی مشاہدے یا تحقیق کا نتیجہ ہے ۔

طبقۂ اول کے شعرا کے بارے میں البتہ مؤلف کو روایات یا دوسروں سے اخذ کی ہوئی معلومات پر انحصار کرنا پڑا ۔ بُعدِ زمانی و مکانی کے باوجود بعض دکنی شعرا کے بارے میں وہ جو کچھ لکھ گئے ہیں ایسا شاید نہیں اور نہ مل سکے گا ۔

ریختہ :

میر نے ریختہ کی جو قسمیں قرار دی ہیں ۔ قائم بھی طبقۂ متاخرین کی تمہید میں صنائع شعری اور فارسی تراکیب کو ریختہ کرنے کے حسن و قبح پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ متاخرین (یعنی سودا ، میر ، درد اور قائم کا دور) کا طرز کلام فارسی شعرا کی روش پر ہے ۔ چنانچہ وہ تمام صنائع شعری جو متقدمین اساتذہ کے مسلمہ ہیں ، یہ شعرا استعمال کرتے رہے ہیں اور اکثر فارسی تراکیب جو اردوئے معلیٰ کے محاورے کے مطابق مانوس گوش ہیں ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں ۔ لیکن زبان مغل کا ریختہ میں ترجمہ کرنا اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ اس صورت میں دونوں زبانوں میں سے کسی ایک کی بھی صحت

قائم نہیں رہتی ۔ بعض اصطلاحیں جو اس علاوے کے فصحا میں مستعمل ہیں اگر ان کا استعمال کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ البتہ ایسے شعرا کا اتباع (مراد طبقۂ اول کے شعرا سے ہے) جن کا ایک مصرع ریختہ میں اور دوسرا فارسی میں ہو یا بعض جگہ ریختہ اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ سے مخلوط ہو ، مذموم سمجھا جاتا رہا ہے ۔

زبان دکھن :

دکنی شاعری کے بارے میں قائم کی رائے کچھ زیادہ اچھی نہیں :

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بہ زبان دکھنی تھی

لیکن ساتھ ساتھ وہ اس لسانی نکتے سے بھی واقف ہیں کہ زبان ایک زندہ اور متحرک شے ہے ، اس میں جتنی لچک ہوگی اتنا ہی اس کا دائرۂ عمل وسیع ہوگا اور ادبی سرمائے کو جانچنے کے لیے مقامی لسانی خصوصیات کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا :

”ہر چند اکثر الفاظ غیر مانوس گوش ہای مردم مستعمل اینان است، لیکن چوں موافق زبان دکھن راست و درست است پس ہمہ کس راہ بہ دل دارد ۔“

تلاش لفظ تازہ و ایہام کی مذمت :

دکن کی ’لچر‘ شاعری کو وہ بہر حال شمالی ہند کی دور ایہام گوئی کی مخلفات در فوقیت دیتے ہیں :

”بہ ایں ستم کہ بعضی از شعرائی ابتدائی زمانۂ محمد شاہ بہ اعتقاد خود تلاش لفظ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبۂ بلاغت انداختند تا بہ معنی چہ رسد غرض ناگفتہ بہ ۔“

تذکرے میں تاریخ کا عنصر :

قائم کے وقت میں شعرائے اردو کے تذکروں میں سن یا تاریخ وفات رقم کرنے کا رواج نہیں تھا (شمیم ، میر حسن ، مصحفی اور علی ابراہیم وغیرہ نے اس کا التزام کیا ہے) لیکن جہاں انھوں نے شاعری کے ادوار متعین کرکے تذکرے اور ادبی تاریخ میں باہم ربط قائم کیا وہاں سنین معین نہ کرنے کے باوجود بعض شعرا کے حالات میں اس قسم کے اشارے فراہم کردیے جن سے اس فروگزاشت کی کسی حد تک تلافی ہو جاتی ہے اور تذکرے کی افادیت بڑھ جاتی ہے[1] ۔ مثلاً :

انشاق : ''مدت ہفت سال شدہ باشد کہ بہ دارالبقا انتقال نمودہ است ۔''

مضمون : ''مدت دہ سال است کہ بہ اجل طبعی درگذشت ۔''

ناقب : ''سابق ازیں چہار سال گاہ گاہ اتفاق دیدنش می افتاد ، از چندی مفقودالخبر است ۔''

عاصمی : ''سابق ازیں دو سال (یا دہ سال) از جہاں رفت ۔''

محتشم علی حشمت : ''قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعتاً از جہاں رفت ۔''

محمد علی حشمت : ''سابق ازیں دہ سال بہ رفاقت قطب الدین علی خاں . . . . بہ سمت چکلۂ مراد آباد رفتہ بود ؛ چوں درآنجا . . . . . پای جنگ بہ میان آمد ، مع خان مذکور

---

[1] ۔ اس بات کا اعتراف اسپرینگر نے بھی کیا ہے جو قدیم ہندوستانی ادب کی تاریخ کے لیے اس تذکرے کو سب سے مفید ماخذ قرار دیتا ہے ۔

"This is the most valuable work of the early history of Hindustani literature." (Catalogue, p 179)

بہ جرأت مردانہ کشتہ شد ۔"
نادر : "قبل ازیں دو سال درکوٹلہ فیرور شاہ . . . . مسلول شدہ
انتقال نمود ۔"
گرامی : "در آخر سلطنت حضرت فردوس آرام گاہ حرف وجودش
گزلک فنا از صفحۂ روزگار تراشید ۔"
کم ترس : "در ہمیں سال از جہان رفت ۔"
رسوا : "مدت چند ماہ است کہ . . . . از جہان رفت ۔"
وغیرہ وغیرہ ۔

سیاسی حالات کی عکاسی :

قائم کا زمانہ سیاسی اعتبار سے نہایت پر آشوب تھا ۔ طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا ۔ ناسازگار حالات نے انھیں دہلی کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا ۔ سیاسی انتشار ، معاشی زبوں حالی اورکساد بازاری کی عکاسی احوال مؤلف اور فغاں کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر ہوتی ہے ۔ مثلاً :

محمد حسین مخلص : "ہرچند خانہ زاد موروثی است لیکن چون
ارکان سلطنت از احوال امثال چنیں مردم غافل واقع شدہ اند
بنا بر اں بہ نقد قلیل در رسالہ گرز خدمت می نماید ۔"
حزیں : "پیش ازیں بہ علاقۂ روزگار در دہلی بود ، الحال کہ
کساد بازاری مردم کاریست از شہر در رفت ۔"
بیان : "دریں ایام بیکار است ۔"
نثار : "پیش ازیں در دہلی بہ سپاہی پیشگی می گزراند ، دریں ایام
. . . بہ طرف امروہہ رفت ۔"

سیرت نگاری :

تذکرے میں اختصار پسندی کا رجحان اور روایتی اخلاق و وضع داری سیرت کی صحیح عکاسی میں حارج رہے ہیں ۔ بعض

موقعوں پر عقیدت مندی کے اظہار میں مؤلف اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ سیرت کے صحیح حد و خال اجاگر ہونے سے پہلے ہی خوشنما اور خوش آہنگ انداز بیان میں گم ہوجاتے ہیں - پھر بھی نہایت مختصر الفاظ میں سیرت نگاری کے دل چسپ نمونے بھی مل جاتے ہیں - صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے - یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جن سے قائم ذاتی طور پر واقف تھے :

مظہر جان جاناں : "مرہم کرار سینۂ ریش ، یعنی بادشاہ بہ صورت درویش ، یعنی آگاہ ، عارف باللہ . . . عالم و عامل ، عارف و کامل ، سرآمد ارباب تحقیق و پیش رو اہل تدقیق است - اگر در نازک مزاجی و میرزائی ہم رنگ نکہت گلش دانند ، مناسب ؛ و اگر در زمزمہ سازی و سخن طرازی ہم آہنگ بلبلش خوانند ، رواست -"

خاکسار : "در حقیقت سمکی و بہ اعتقاد خود طرفی ، برچند سوختن با استاد و غیر استاد بر سر رستۂ مزاج می آرد لیکن تمکین تاب سندن جواب ندارد -"

ہدایت : "بسیار باسعنا می گذراند و در دریا نمی ریزد و بالجملہ مردی از قوم افاغنہ باین جمعیت اخلاق و احوال کمتر بہ نظر آمدہ -"

عاصمی : "در کمال دانائی و بسیار حرامی و بذلہ گوئی و نادر کلامی مستثنای روزگار بود -"

محمد علی حشمت : "حیا و حمیت و اہلیت و آدمیت زائدالوصف داشت -"

ضیاء : "بہ شاہد پرستی مشہور است و لیل و نہار با شاہدان روزگار محشور . . ہر جا کہ ملاقات می نماید بہ مردم بسیار

به آدمیت پیش می‌آید ۔"

مائل : "باوصاف حمیده و اخلاق پسندیده اتصاف دارد ۔"

ممار : "بہ بلند فطرتی موصوف و معاملہ دانی معروف است ۔"

سنتوکھ رائے بیتاب : "کم دماغ و حلوب دوست است ۔"

شخصی روابط کی بازگشت :

شاعروں کے احوال میں مؤلف نے ان کے ساتھ اپنے مراسم پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔ ان تعلقات کی نوعیت میں وقت ، عمر اور مرتبے کے اعتبار سے فرق ہے ۔ میل جول کا آغاز بچپن سے ہوتا ہے جب قائم نے ناجی کو دو ، تین بار اسے گھر پر دیکھا تھا ۔ لڑکپن میں وہ دو ، تین بار مضمون کی خدمت میں حاضر ہوئے ؛ اشتیاق سے بھی ایک بار ملنے گئے تھے ۔

شعرا کے حلقے میں شامل ہونے کے بعد فقیر ، مظہر ، سودا اور درد سے بالخصوص ان کے روابط میں عقیدت کا عنصر غالب ہے ۔ کلیم ، قدرت اور ندیم کا سلوک ان کے ساتھ مشفقانہ تھا (در احوال فقیر شفقت‌ہا کند) ۔ رنگی کو ایک مرتبہ نعمت‌اللہ خان کے مکان پر دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا ۔ قلندر بھی اکثر مرزا مظہر کے ہاں نظر آجاتے تھے ، اور پاکباز ، کرم‌اللہ خان درد ، فرحت وغیرہ سے مشاعرے کی محفلوں میں ملاقات ہو جاتی تھی ۔ فدوی ، حاتم ، فراق اور بیدار سے راہ و رسم تھی (با فقیر ہم آشنائی دارد) شاکر بھی اکثر ملنے آجاتے تھے (بنا بر نسبت قرب وطن و دیگر مناسبتی کہ دارد ، اکثر برای دیدن فقیر می آید) ۔ اور میر سوز سے قدیم تعلقات ہونے کے علاوہ 'ہم فرنگی' کی بنا پر اکثر دربار معلّی میں ساتھ رہتا تھا ۔ عاصمی (با فقیر جو ششہا داشت) ۔ محمد علی حشمت (با فقیر دوستی ہا داشت) فضل علی دانا (با فقیر دم دوستی دارد) اور ممتاز (با فقیر مؤلف نسبتی خاص دارد) سے

زیادہ خصوصی روابط تھے ۔ سوکھ راے بیتاب دوست بھی تھے اور شاگرد بھی ؛ اور سب ، سادات اور وفا مؤلف سے مشورۂ سخن کرتے تھے ۔

مؤلف کا محل سکونت اور ہمسائے :

دلاور خان ہمرنگ ، ہدایت ، میر اور یادگار علی سید کو بھی مؤلف نے اپنے ملاقاتیوں میں شامل کیا ہے ۔ یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ یہ چاروں شاعر قائم کے نزدیک ہی سکونت رکھتے تھے ۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ قائم یا ہمرنگ ، ہدایت اور سید کی رہائش دہلی کے کس محلے میں تھی لیکن خواجہ احمد فاروقی کی تحقیق کے مطابق "۱۷۵۳ع (۶۷-۱۱۶۶ھ) میں میر نے اپنے استاد اور پیر و مرشد خان آرزو کی ہمسائیگی بھی چھوڑ دی اور امیر خان مرحوم کی حویلی میں رہنے لگے۔" (میر تقی میر ـ حیات اور شاعری ، صفحہ ۸۹) ۔ مخزن نکات کی تالیف کے وقت میر اسی حویلی میں رہتے ہوں گے ۔ امیر خان کی حویلی کے محل وقوع کا پتا نہ چل سکا لیکن 'امیر خان کے بازار' کا ذکر بشیرالدین احمد دہلوی نے 'واقعات دارالحکومت ہند' میں کیا ہے : "چیلی قبر سے آگے بڑھ کر دلی دروازے تک امیر خان کا بازار کہلاتا ہے۔" (جلد دوم ، آگرہ ۱۹۱۹ع صفحہ ۱۶۶) ۔ امیر خاں کی حویلی بھی اسی بازار میں ہوگی ۔ یہ جامع مسجد کا نواحی محلہ ہے اور یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ پانچوں شاعر جامع مسجد اور قلعۂ معلیٰ کے نزدیک اسی بازار میں سکونت رکھتے ہوں گے ۔

نقد و تبصرہ :

'تاریخیت' کے بعد 'مخزن نکات' کی دوسری بڑی خصوصیت تنقید کا سلجھا ہوا انداز ہے ۔ میر اور قائم دونوں بڑے شاعر ہیں اور دونوں میں اچھے کلام کو پرکھنے کی پوری صلاحیت موجود

ہے ۔ لیکن میر فن کو ذاتی تعلقات کے معیار پر جانچتے ہیں اور
کبھی کبھی ذاتی پسند یا ناپسندیدگی کی رو میں آ کر فنی نقاصوں
کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ۔ حاکسار ، محمد علی حشمت اور حاتم
سے انھیں پرخاس تھی لیکن حشمت کے ریختہ کو ''بسیار پاجیانہ
می گفت ، گپھا دارد'' کہنا ، یا حاکسار کے بارے میں یہ رائے
کہ ''سعر ریختہ می گوید و خود را دور می کشد و بسیار سفلگی
می کند بلکہ از نیک آبی نیاے ریختہ را تاب رسانیدہ'' یا ساہ حاتم
جیسے بزرگ کو 'جاہل و متمکن' جیسے خطابات سے نوازنا اور
ان کے شعر میں ابتذال کی حد تک تحریف کرنا نہ تو عمدہ
سیرت نگاری ہے اور نہ صحت مند تنقید ۔

نقاد کا کام بے رحمی سے نشتر چلانا یا زخم کو کریدنا نہیں'
اس کا کام یہ ہے کہ وہ اشد ضرورت کے وقت نہایت چابک‌دستی
سے فاسد مادے کو خارج کرے تاکہ متاثرہ عضو دوبارہ نیا
خون قبول کر سکے ——— اور کمال اعتماد یہ ہے کہ مریض
بہ رضا و رغبت اپنے آپ کو عمل جراحی کے لیے پیش کردے ۔

قائم نے ایک موقع پر بھی اپنے نشتر کا غلط استعمال نہیں
کیا ہے ۔ ان کے سامنے نقد و تبصرہ کے جو بھی معیار تھے ان کی
روشنی میں شعر کے معائب و محاسن پرکھنے کی کوشش کی ہے اور
ذاتی اختلافات کو کبھی اپنی رائے پر اثر انداز نہیں ہونے دیا ۔
انتخاب کلام کے سلسلے میں ایک دو جگہ ضرور جانب داری
کا گمان ہوتا ہے (سودا کے ۱۳۴ شعر لیے گئے ہیں اور میر کے
صرف ۴۲ ؛ جب کہ ان سے کم رتبہ شعرا کے اس سے زیادہ اشعار
شامل تذکرہ کیے گیے ہیں ۔ ۴۲ اشعار میں بھی 'تعایت پست'
والے شعر زیادہ ہیں) لیکن ان کی تنقید کا عام انداز نسبتاً بے لاگ
اور ہمدردانہ ہے ۔ خوبیوں کی انھوں نے دل کھول کر داد دی ہے

اور حامیوں کی طرف نہایت سلقے اور نرمی سے توجہ دلائی ہے ۔ ناجی ایک جگہ 'نایں' کا قافیہ 'جاتے' باندھ گئے ہیں ؛ اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

" صحت قافیہ دریں مطلع معلوم نمی‌شود ،
خدا داند کہ شاعر نجای خود چہ فہمیدہ باشد ۔"

احسن اللہ احسن کا کلام ایہام اور تلاش لفظ تازہ کا ایک نادر نمونہ ہے ۔ قائم کے زمانے تک یہ تحریک اپنے دن پورے کر چکی تھی ۔ احسن کے احوال میں وہ اس 'دہنی ورزش' کے خلاف ردعمل کے اصل سبب پر روشنی ڈالتے ہیں :

" از بسیاری ہجوم الفاظ معنی شعرش کم تر بہ نظر
می‌آید ۔ اتاقی کہ بعد غربال کردن دشوارش بہ نظر
برآوردہ ام غیر ازیں دو سہ بیت بہ نظر نیامدہ ۔"

کلیم کی شاعرانہ عظمت کے معترف ہیں اور ان کی قوت و قدرت بیان کے اظہار میں مبالغے کی حد تک جانا گوارا ہے، لیکن :

"دیوان ضخیم دارد اما شعرش موافق‌سلیقۂ سخن سنجی
یاران حال کمتر می برآید ۔"

محمد افضل کے احوال میں لکھتے ہیں کہ قبول عام اور دا‌ب ہے اور کلام کا معیاری ہونا اور :

" اگرچہ ربط کلامش چنداں مضبوط و مربوط
نیست لیکن . . . بمضمامیش برہنہ موثر دلہا است
کہ از حیز تحریر و تقریر افزوں است ۔"

حاتم کے بارے میں بھی ان کی رائے نہایت متوازن ہے :

" شعر خوب خستہ خستہ می برآید ۔"

دبستان دہلی کے ابتدائی دور میں مرثیہ‌گوئی انحطاط کا

شکار رہی ہے۔ ندیم کے احوال میں قائم اس رجحان کا سبب بیان کرتے ہیں :

"سابق برین چند سال اکثر مرثیہ . . . بہ قوت تمام می‌گفت . . . بالفعل کہ گفتن احوال بی ادبانہ دل نشیں مردم است ، دست ازیں کار برداشتہ بہ نظم شعر ریختہ مشغول است ۔"

نقد و تبصرہ کی چند اور مثالیں پیش خدمت ہیں :

محسن : " طبعش خیلی مناسب شعر افتاد ، اگر چندی مشق سخن خواہد کرد بسیار مرتب خواہد گفت ۔"

سلام : " محک سخن بود ، شعر را نیکو می‌گفت ۔"

بسمل : " آہنگ سخن سرائی دارد اما از کم بغلی و بی‌بضاعتی در گرو عاجز بیانی می باشد ؛ چیزی کہ در دل او برزلد بر لب اظہار نمی‌تواند آورد ۔"

ہم رنگ : "مزاجش پیرانۂ سادگی دارد ، اکثر حرف ہای ناشمردہ برگزراند ۔"

زار : "باوجود کم بضاعتی و نومشقی طرز کلامش خالی از انداز نیست ۔"

مائل : "او را در سخن سرائی طرز مخصوص است ۔"

دیانت داری :

ماخذات کی بحث میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مؤلف نے ہر شاعر کے بارے میں فرداً فرداً نہ سہی لیکن جن مآخذ سے رجوع کیا ہے ان کا کہیں نہ کہیں ذکر ضرور کیا ہے (صرف تذکرۂ میر کے بارے میں وہ خاموش ہیں لیکن خود میر اور گردیزی کی بھی یہی کیفیت ہے) ۔ بعض شعرا کے متعلق قا[ئم] کو پوری معلومات دستیاب نہیں ہوئی نہیں ، چناں چہ علیم

طفی ، سحری ، محمود ، محقق ، یک رنگ ، بے نوا ، بھید وغیرہ کے بارے میں انھیں جو کچھ معلوم تھا وہ لکھ دیا ہے اور اپنی کم علمی کا صاف صاف لفظوں میں اظہار کر دیا ہے۔ تذکرے کے لیے اشعار کی فراہمی کے سلسلے میں رائے سنگھ ناقل کی اعانت کا اعتراف کرکے قائم نے علمی دیانت کی بڑی عمدہ مثال قائم کی ہے۔

"چوں فقیر قصد نوشتن ایں نسخہ کرد در فراہم آوردن اشعار مردم کوشش بلیغ بکار برد ؛ شاید کہ اگر از اعانت ایں بزرگ نمی بود ، سرانجام این کار از ہمچو من بی دماغ صورت نہ می بست۔"

مؤلف کی فروگذاشتیں :

تذکرے کے محاسن کے مقابلے میں معائب ایسے کم ہیں کہ انھیں آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ان کی نشان دہی ضروری معلوم ہوتی ہے :

۱ ۔ فارسی تحریر پر مؤلف کو وہ قدرت نہیں معلوم ہوتی جو مثلاً میر ، علی ابراہیم ، مصحفی یا قاسم کو ہے۔

۲ ۔ سعدی ہندی کے ریختہ کلام کو شیخ سعدی شیرازی سے منسوب کرنا صحیح نہیں۔ میر اور گردیزی دونوں کو اس نظریے سے اختلاف تھا۔

۳ ۔ مرزا ابوطالب کی زبانی براہ راست بعض روایات کا مرزا سودا تک پہنچنا قرین قیاس نہیں۔ ابوطالب کی دہلی میں آمد اور مرزا سودا کی ولادت کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے اور ایک نو مولود بچے سے بات چیت ممکن نہیں۔

۴ ۔ سراج اورنگ آبادی کو طبقۂ اول میں جگہ دی گئی ہے حالانکہ وہ طبقۂ دوم کے شاعر ہیں۔

۵ - ' مثنوی در تعریف قلیان ' جعفر علی خان زکی نے محمد شاہ بادشاہ کی فرمائش پر نظم کرنا شروع کی تھی لیکن شاہ حاتم نے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور یہ ان کے ' دیوان زادہ ' میں شامل ہے -

۵ - مخزن کے نسخے

مخزن نکات کے صرف دو نسخوں کا پتا چل سکا ہے - ان میں سے ایک مطبوعہ ہے اور دوسرا قلمی - دونوں کے کوائف درج کیے جاتے ہیں -

۱ - 'مخزن نکات' مرتبہ مولوی عبدالحق ، شائع کردہ انجمن ترقی اردو ، اورنگ آباد ۱۹۲۹ع - مقدمہ مع انتخاب کلام (بخط ٹائپ) ۲۵ صفحے ؛ متن (لیتھو) ۹۷ صفحے ؛ حواشی یا اشاریہ ندارد -

اس کے ماخذ سے متعلق تفصیلات تاریکی میں ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ مخطوطہ کس کی ملکیت تھا - مولوی نصیرالدین ہاشمی مرحوم نے کتب خانۂ نواب سالار جنگ (ایک جلد ، حیدرآباد ۱۹۵۷ع) اورکتب خانۂ آصفیہ (دو جلدیں حیدرآباد ۱۹۶۱ع) میں محفوظ اردو مخطوطات کی جو فہرستیں شائع کروائی ہیں ان میں اس تذکرے کے قلمی نسخے کا کوئی ذکر نہیں ہے ، اورکتب خانۂ انجمن ترقی اردو ، کراچی میں بھی موجود نہیں ہے -

مکرمی جناب خلیل الرحمان داؤدی صاحب کی عنایت سے راقم کو اس نسخے کی جو مطبوعہ 'ڈمی' اور ابتدائی پروف دستیاب ہوئے ہیں ان سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس تذکرے کا متن اصل میں ڈیوڑھی مستقیم الدولہ ، چھتہ بازار ، حیدرآباد دکن کے ایک

تاجر کتب سید رستم علی نے لکھنو میں چھپوایا تھا ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعد میں انجمن ترقی اردو نے اس کے حقوق حاصل کر لیے اور اس پر مولوی عبدالحق مرحوم نے مقدمہ لکھ کر شائع کروا دیا ۔ صفحہ ۸۰ پر تاجر کا نام اور اشتہار چھپ چکا تھا جسے دبیز کاغذ کے پردے میں محفوظ کر دیا گیا ۔

۲ - 'مخزن نکات' نسخۂ خطی مخزونہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن کیٹلاگ نمبر بی ۵۵ ؛ مسطر ۱۱ ؛ سائز $\frac{1}{4}$۸ انچ × $\frac{3}{4}$۸ انچ ؛ شکستہ آمیز نستعلیق ؛ ورق ۸۶ ؛ کاتب کا ترقیمہ ندارد ۔

قرائن سے پتا چلتا ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے جو 'شاہ اودھ کے کتب خانوں کی فہرست' کی تیاری میں ڈاکٹر اسپرنگر کے پیش نظر رہا ہے ۔ اسپرنگر نے اندازاً اس کا سائز (اوکٹاوو) اور تعداد صفحات (تقریباً ڈیڑھ سو) لکھ دی ہے ۔ (موصوف نے اس تذکرے کو نقل کروایا تھا اور افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ لکھنؤ کے دوران قیام میں وہ اس نسخے سے ضروری یادداشتیں قلم بند نہ کر سکے تھے) لیکن اس نسخے کے متعلق ان کی رائے اور 'فہرست شعرا' کے تجزیے سے ہمارے قیاس کی تائید ہو جاتی ہے ۔

اس نسخے کا کاتب نہایت غیر محتاط ہے ؛ کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں ، کیسے ہی الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں اور سودا ، درد اور میر کے کافی اشعار صرف شروع کے ایک دو الفاظ لکھ کر نامکمل چھوڑ دیے گئے ہیں (جن کی خانہ پری مطبوعہ دواوین کی مدد سے کر دی گئی ہے) ۔ انعام‌اللہ خاں یقین کے احوال کا زیادہ حصہ اور میر حسن‌علی شوق اور محمد فقیہ دردمند کے مکمل تراجم بھی کاتب کی لاپروائی کی نذر ہو گئے ہیں ۔

ان خامیوں کے باوجود نسخے کی افادیت اس لیے مسلم ہے کہ اس میں علیم ، شاہ محمداعظم ، میر علی نقی کامر ، قمرالدین منت ، مراد علی حیرت اور محمد شاکر کے مکمل تراجم کے علاوہ جگہ جگہ نہایت مفید اضافے کیے گئے ہیں جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں (ان کی نشان دہی حواشی میں کر دی گئی ہے) دونوں نسخوں کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ طبع شدہ نسخہ نقش اول ہے اور مخطوطۂ لندن ، نقش ثانی ، جس میں ضروری تراجم اور اضافے بھی شامل ہیں ۔ موجودہ متن اسی مخطوطے کے مطابق ہے ۔

اس قلمی نسخے کا مائکرو فلم حاصل کیا گیا جس کے لیے مرتب کارکنان انڈیا آفس لائبریری کا شکر گزار ہے ۔

'مخزن نکات' کے کچھ اور بھی نسخے ہوں گے جن کا پتا لگانا ضروری ہے ۔ بعض تذکروں میں اس قسم کے اشارے ملتے ہیں ۔ مثلاً سعادت خان ناصر نے قائم سے یہ روایت منسوب کی ہے کہ جب سودا شیخ علی حزیں سے ملنے گئے تو وہ بھی استاد کے ہمراہ تھے ۔ اس روایت کا ماخذ درج نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ یہ واقعہ 'مخزن' کے کسی دوسرے نسخے سے نقل کیا گیا ہو ۔

اسی طرح عشق و مبتلا میرٹھی نے قائم کے احوال میں لکھا ہے کہ میرے اشعار و احوال ان کے (قائم) تذکرے میں درج ہیں ــــــ اور مؤلف 'طبقات سخن' کا احوال و انتخاب کلام ان دونوں نسخوں میں بہرحال شامل نہیں ہے ۔

رضا لائبریری ، رام پور میں بھی تذکرۂ قائم کے پہلے دو طبقات کا اردو ترجمہ قلمی شکل میں موجود ہے ۔ محسن علی محسن مؤلف 'سراپا سخن' اس کے مترجم ہیں ۔ اس ترجمے کے اقساسات مکرمی جناب کلب علی خاں صاحب فائق رام پوری کے پاس محفوظ

ہیں جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ محسن نے اپنی طرف سے اس میں اتنے اضافے کیے ہیں کہ ترجمے سے زیادہ اس پر تالیف کا گماں ہوتا ہے -

---

تذکرۂ مخزن نکات

از

قیام الدین قائم چاند پوری

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر اقتدا حسن

اما بعد بر ضمیر مہر تنویر سخن طرازان ہندوستان و طوطیان شکر شکن این[1] بوستان مخفی و محتجب نماند که تا الآن[2] در ذکر و بیان اشعار و احوال شعرای ریختہ کتاب[3] تصنیف نگردیده و تا این زمان ہیچ انسان از ساحرای شوق افزای سخنوران این فن سطری به تالیف نرسیده[4]۔ بنا بر این فقیر مؤلف محمد قیام‌الدین بعد از[5] کوشش تمام و سعی مالا کلام[6] دواوین این اعزه فراہم آورده پارهٔ ابیات از ہر کدام بر سبیل یادگار[7] در ذیل این بیاض که مورخ موسوم به 'مخزن نکات' است[8] به قید قلم درآورده ۔ و برای امتیاز طرز کلام طبقات علاحده که تفصیل آن پیشتر است ، ترکیب داده که شاید[9] مقبول خاطر خطیر صاحب دلی گردد یا در نظر والا نظری مسطور افتد ۔

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

آفرین که بنای مصرع موزون قامت خوبان گذاشته[ا] اوست و بیت ناخن بدل ابروی محبوبان که دل از دست می برد نگاشتهٔ او و بعد تحیات جناب رسالت مآب به یمن ذات مبارکش .. . که چو مصراع رباعی عناصر باعث قیام عالم از حسن تزئین فرموده ۔''

۱ ۔ شکر شکر این (مح)

۲ ۔ تا الی آلان (مط)

۳ ۔ کتابی (مط)

۴ ۔ ''انسانی سطری تالیف به رسائیده''۔ (مط)

۵ ۔ 'از' اضافهٔ مرتب ۔

۶ ۔ بعد کوشش تام و سعی تمام (مط)

۷ ۔ 'یادگار' مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔

۸ ۔ که به 'مخزن نکات' موسوم است (مط)

۹ ۔ شاید که (مط)

بهرحال التماس به جماعهٔ معنی شناس آلست که این ہیچ مدان را بجلدوی این خدمت به دعای خیر یاد فرمایند و از خطای رفته که خواص بشری است اعراض[1] نمایند ـ مصرع :

که ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

طبقهٔ اول : در بیان اشعار سعرای متقدمین ـ

طبقهٔ دوم : در ذکر کلام سخنوران متوسطین ـ

طبقهٔ سیوم : در بیان اشعار و احوال سخن طرازان متاخرین ـ

---

۱ - اغماض (مط)

دیباچۂ مؤلف[1]

رنگینی کلمات و دلنشینی فقرات بہ حمد سخن پناہی است کہ بنای مصرع موزون قامت خوبان گذاشتۂ اوست و روانیِ خامہ و دلکشای نامہ بہ ثنای دانش آگاہی کہ بیت ناخن ہلال ابروی خوبان کہ دل از دست می‌برد نگاشتۂ او ، و تحف تحیات رسالت مآب کہ ناظم حقیقی دیوان کائنات را بہ مصداق کلام صدق التیام 'لولاک' بہ طفیل ذات مبارکش تدوین نمودہ و رباعی مدارج اربعہ را با چہار یارش کہ چون مصراع رباعی عناصر باعث قیام عالم اند حسن تزئین فرمود و صلی اللہ علیہ و آلہ علی قدر فضلہ و کمالہ و سلّم[2] ۔

---

۱ ۔ 'تذکرۂ مخزن نکات' کی ترتیب میں مندرجہ ذیل مجموعات کا التزام کیا گیا ہے :

مخ = مخزن نکات ، نسخۂ خطی ، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن ، کٹیلاگ نمبر B 55؛

مط = مخزن نکات ، نسخۂ مطبوعہ ، مرتبہ مولوی عبدالحق اورنگ آباد ۱۹۲۹ع ۔

۲ ۔ اس پیراگراف کی عبارت مط میں اس طرح ہے : "بعد حمد سخن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

وقوف یافته ، یک دو بیت ریختہ کہ بعد ازین مرقوم خواہد شد ، بر سبیل تفنن بقید لفظم درآورده[1] ۔

بعد ازاں حضرت امیر[2] بر ہماں بنا طراحی و لعرہای[3] بسیار بکار بردند ۔ ہر چند سلیقہ[4] سخن سنجی آں وقت دور از فصاحت ریختہ گویان حال است و از عبارات غیر مانوس مالا مال[4] ، لیکن بپاس طبیعت مشتاقاں ہر جنس سخن دو سہ چہار بیت ازان ابیات[5] تبرکاً و تیمناً دریں مقام قلمی می‌گردد ۔ و از آثار و احوال[6] ایں ہر دو بزرگوار چہ نویسد کہ مورخان سلف در کتب تواریخ متداولہ ضبط نموده‌اند اظہر من‌الشمس و ابین من الامس است ۔

سعدی : اے مردماں شہر شما کیسی بری یہ ریت ہے
ہے ہے کمی پرسد کسے پردیسیا ماریت ہے
سعدی طرح انگیختہ شہد و شکر آمیختہ
در ریختہ در ریختہ ، ہم شعر ہے ہم گیت ہے

---

۱ ۔ اس پیراگراف کی عبارت میں مط میں جہاں جہاں اختلاف ہے وہ درج کیا جاتا ہے : ''اتفاق جمہور برآں است در ہنگام سیاحت ... چناں کہ در نسخۂ بوستان مذکور است برہاں ایں دیار وقوف یافته یک دو غزل ریخته که بعد ازیں مرقوم خواهد شد مع دیگر ابیات بر سبیل تفنن ارشاد فرمودند ۔''

۲ ۔ یعنی حضرت امیر خسرو ، متوفی ۷۲۵ھ ۔

۳ ۔ تعمیر های (مط)

۴ ۔ ''و از ... مالا مال'' مط میں نہیں ہے ۔

۵ ۔ ازان انتخاب (مط)

۶ ۔ و از احوال (مط)

لخسرو : ز حالِ مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
چوتابِ ہجراں نہ دارم اے جاں نلیوہ کاہے لگائے چھتیاں[1]

زرگر پسرے چو ماہ پارا !
"کچھ گھڑیے سنواریے" پکارا
نقدِ دلِ من ربود و بشکست
آخر نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

۳ - نوری :

جامع فضائل معنوی[2] و صوری ، حقیقت آگاہ ملا نوری از قاضی زادہ ہای قصبۂ اعظم پور است - در فن بدیع و معما سرآمد روزگار خود بود ، و شعر فارسی بسیار بدیہہ[3] می گفت - چنانچہ قصائد طویل الذیل از وی یادگار است - گویند وقتی کہ ابوالفیض فیضی مثنوی 'نل و دمن' تصنیف می کرد ، چون باین مصرع رسید:

موی شدہ ام ز ناتوانی

بجہت تمامی معنی افتادہ[4] و مضمون مصرع ثانی بخاطرش نمی رسد[5] ؛ ملّای مذکور بسابقۂ معرفتی کہ داشت برای ملاقات وی رفتہ بود بحقیقت حال وا رسید ، مصرع بر بدیہۃً گفت[6] :

مو بر تن من کند گرانی

---

۱ - یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے - 'پنجاب میں اردو' از شیرانی (طبع دوم) صفحہ ۱۷۳ ، میں 'درائے' کی بجائے 'دورائے' اور 'نلیوہ' کی بجائے 'نہ لیہو' ہے -

۲ - معنی (مح)

۳ - بر تسہ (مط)

۴ - معنی بند افتاد (مط)

۵ - رسید (مط)

۶ - مصرع بداہۃً گفت (مط)

فیضی بر لطف طبیعتش آفرین کرد و ازان باز او را بسیار دوست می‌داشت ۔ دو سہ غزل ریختہ بطور قدما از وی مسموع است ؛ اما بالفعل سوای این یک بیت مقطع چیزی دیگر[1] در خاطر نیست :

ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد
بیچارۂ نوری نہ کرے ہے نہ ڈرے ہے

۳ ۔ افضل :

محمد افضل مردیست از سکان قصبۂ جھنجھانہ[2] ۔ اگرچہ ربط کلامش چندان مضبوط و مربوط نیست ، لیکن ازان جا کہ قبول بی سبب و رد بی غضب خاصۂ جناب ازلی است تصنیفاتش بمرتبہ مؤثر دلہا است کہ از حیز تحریر و تقریر افزون است[3] ، و مثنوی 'بکٹھ کہانی' از وی یادگار است ۔ زمانہ اس از قدم ابیاتش قیاس باید نمود[4] ۔ این یک بیت از مثنوی مشہور اوست :

پڑی ہے[5] گل میں میرے پیم پھانسی
مرن[6] اپنا ہے اور لوگوں کی ھانسی

---

۱ ۔ 'دیگر' مط میں نہیں ہے ۔

۲ ۔ مردیست از سکان دیار مشرق (مط)۔ مولانا افضل جھنجھانوی یا پانی پتی کا انتقال ۱۰۳۵ھ میں ہؤا ('پنجاب میں اردو' ۔ نیز ملاحظہ ہو : بکٹ قصۂ افضل جھنجھانوی از حافظ محمود شیرانی ، مشمولہ مقالات حافظ محمود شیرانی ، جلد دوم ، لاہور ۱۹۶۶ع صفحہ ۹۵ - ۱۱۶)

۳ ۔ بیرون است (مط)

۴ ۔ و مثنوی 'بکٹ کہانی' بر صفحۂ روزگار از وی یادگار است ۔ رویہ اش از قدم ابیاتش با قیاس باید نمود (مط)

۵ ۔ پڑے تامل میں میرے پیم پھانسی
مرن اپنا ہے اور لوگوں کو ھانسی (مط)

۶ ۔ مرد (مخ)

باید دانست کہ چون فن ریختہ در آن وقت از محل اعتبار ساقط بود بناءً علیہ ہیچ کس بر توغل آن اقدام نمی‌نمود و این دو سہ چار بیت کذای کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است اغلب کہ منشاء بنظمش ہزلی بیش نباشد[1] ۔

۵ ۔ قطب شاہ :

اما بعد ازین بسمت بلاد دکن در عہد عبداللہ قطب شاہ[2] کہ با سخن و اہل آن محبت دلی داشت[3] ریختہ گفتن بہ زبان دکھنی بسیار رواج گرفت ۔ بادشاہ مذکور نیز طبع موزون داشت ۔ اکثر در مرثیۂ حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ الصلوہ والسلام شعر می‌گفت ۔ بنابر تفنن طبیعت[4] بہ حسب اتفاق دو سہ بیت جستہ جستہ در وصف خط و خال غزالان شہری ہم می پیوست ۔ چنانچہ این مطلع غزل بنام او شہرت دارد[5] :

کس در کہوں کاں جاؤں میں مجھ دل کٹھن[6] بھرات ہے
اک بات کہے[7] ہوں گے سجن یہ[8] جیو بارہ بات ہے

و اکثر مستعدان این فن کہ درآن وقت[9] بودند مردم این دیار بر اشعار و احوال یکی ازیں ہا اطلاعی نیافتہ[10] مگر

---

۱ ۔ اغلب کہ منشاء نظمش ہزلی پیش نباشد (مط)
۲ ۔ ولادت ۲۸ ۔ شوال ۱۰۲۳ھ؛ وفات ۳ ۔ محرم ۱۰۸۳ھ ۔
۳ ۔ کہ باسخنوران بمحبت و مواسا پیش می آید (مط)
۴ ۔ وگاہی بنا بر تفنن طبیعت (مط)
۵ ۔ ہم می نوشت چنان چہ این مطلع ازوست (مط)
۶ ۔ دل پہ کٹھن (مط)
۷ ۔ کے (مط)
۸ ۔ یاں (مط) ہے (مخ)
۹ ۔ وقتی (مط)
۱۰ ۔ نیافتہ اند (مط)

معدودی چند[1] کہ در زمان سلطان ابوالحسن[2] لوای شہرت برافراختند و پارہ از ابیات ایں اعزہ بر اوراق بیاض ہای سخن سجان ہندوستان قلمی ماند[3] ۔ ما برین یک گولہ از اسم و رسم ایں ہا تعارف باق است ۔ انشاءاللہ تعالیٰ من بعد ہذا[4] چیزی ازآن مرقوم خواہد شد ۔ و از مرآت حوصلۂ فہم معنیآ گاهان پوشیدہ نیست کہ دماع بے دماغان بہ کاؤ کاؤ و مشقت بسیار بر[5] نمی‌تابد بر آنچہ معقول و سہلۃالوصول[6] دید نقید قلم درکشید و درد سری کہ مافوق طاقت حود یافت در تجسس و تفحص آں لیفتاد[7] و مفت وقتی[8] را کہ بدلش متصورلیست بہ اندیشہ' طول‌امل[9] برباد نداد ۔

۶ ۔ طالب :

میرزا ابوطالب[10] المتخلص بہ طالب ، مردی بود ہفتاد سالہ کہ از متوطنان قصبہ' بلمڈہ[11] کہ درنواح اورنگ آباد واقع[12] است در

---

۱ ۔ معدود چند (مح)

۲ ۔ ابوالحسن تانا شاہ تاجدار گولکنڈہ ۱۶۷۳ع لغایہ ۱۶۸۷ع متوفی ۱۷۰۳ع ۔ (سکسینہ)

۳ ۔ قلمی نمودند (مط)

۴ ۔ من بعد (مط)

۵ ۔ 'بر' مط میں نہیں ہے ۔

۶ ۔ سہلہ الحصول (مط)

۷ ۔ در تحقیق و تفحص آں بیفتاد (مط)

۸ ۔ وقت (مح)

۹ ۔ طول و طویل (مط)

۱۰ ۔ مط میں طالب کا ترجمہ ہاتف (۲۵) کے بعد آتا ہے ۔

۱۱ ۔ قصبہ' بربندہ (مح)

۱۲ ۔ 'واقع' مط میں نہیں ہے ۔

لشکر بہادر شاہ سابقہ آشنائی با عم بزرگوار میرزا رفیع صاحب[1] ہم رسانید ؛ ہمراہ لشکر ظفر اثر بہ رفاقت ایشان برای کار جاگیر خود بہ دارالخلافت شاہ جہان‌آباد رسید و تا مدتی کہ اقامت نمود ہم‌خانۂ ایشان بود ۔ وبعضی ازین احوال و اشعار از بعد ازان سمت تحریر می یابد[2]، زبانی میرزا ابوطالب مسطور بہ میرزا صاحب رسیدہ بود و از ایشان علی سبیل ذکر و مذکور بہ فقیر معلوم گردیدہ، واین یک شعر از طالب مرقوم است :

ہمنا کے خونِ چشم سے آلودہ کب کرے
وہ پگ جسے گرانی ہے رنگِ حنا سنی

۷ - مرزا :

ابوالقاسم ، مرزا تخلص ، از مخلصان سلطان ابوالحسن عرف تانا شاہ بود ۔ چون پادشاہ مذکور چنانکہ مشہورست ، اسیر سپاہ ہندوستان آمد این بابا بہ مقتضای عبرت بہ موضع عبداللہ‌گنج کہ در جوار حیدرآباد واقع است ، الزوا گزید و بقیہ عمر بہ لباس فقر ہم آنجا بسر برد ۔ این دو بیت بنام او شہرت دارد[3] :

---

۱ - حضرتم میرزا رفیع صاحب (مط) ۔ قائم کی مراد سودا کے 'عم بزرگوار' سے ہے ۔ شیخ چاند کی تقلید میں راقم نے بھی غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ قائم کے مخاطب خود سودا ہیں ۔
(ملاحظہ ہو کلیات قائم جلد اول ، صفحہ ۴)

۲ - و بعضی ازیں احوال و اشعار کہ سابق مرقوم شدہ (مط)

۳ - مط میں میرزا کا ذکر اس طرح ہے : ''از مخصوصان سلطان ابوالحسن عرف تانا شاہ ۔ عبداللہ گنج کہ در جوار حیدر آباد .. ایں یک بیت بنام اوشہرت دارد''۔ مط میں پہلا شعر (مطلع) درج نہیں ہے ۔

عارض چندر کا مہیں[1] ہے ترے گال سوں اچھا
سمجھیں ہمیں کلف کو نہ تجھ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر سٹ گئے چمن
دستا تھا جن کے ہاتھ پہ گل ڈال سوں اچھا

۸ - فضلی :

فضل الدین خان[2] ، فضلی تخلص ، بہ جمیع فضائلِ انسانی مشہور است ۔ بہ تخصیص در شیوۂ سخن سرائی ممتاز روزگار خود بود ۔ میرزا ابو طالب می‌گفت کہ این عزیز بفرمائش شخصی در تعریف سراپای حسن شاہزادہ[3] مثنوی پانصد شعر با این‌ہمہ نازکی و پرکاری‌موروں کردہ است کہ او را مردم آن‌دیار نرگس‌آسا بر بیاض دیدہ قلمی می سازند و از شہری بشہری می‌برند ۔ در حقیقت دو سہ چار بیتش کہ ازان جملہ محلی سوامع اہل ہند است خالی از حسن و لطافت[4] نیست ۔ چنانچہ این ابیات از ہمان مثنوی است :

عرق منہ پہ جوں آرسی میں حباب
تبسم لباں پر جوں موجِ شراب
ذقن جوں مرتبا دیسے سیو کا
نہ واں لگ سکے ہاتھ ، پر دیو کا[5]

---

۱ - بر ورن مع ۔
۲ - افضل‌الدین خان (مط)
۳ - درتعریف حسن شاہزادہ (مط)
۴ - لطافتی (مط)
۵ - مط میں یہ شعر اس طرح ہے :
زنخ جوں مربا دسے سیو کا
نہ کب پڑ سکے ہاتھ واں دیو کا

۹ - غوثی :

محمد غوث ، غوثی تخلص ، خلف‌الصدق مولانای قطب‌الدین ناصی حیدر آباد است - در جمیع علوم و فنون مشا[۱]ر الیه بود و ہمیشہ بہ درس و تدریس اشتغال داشت - گاہ گاہ بمقتضای موزونیِ طبیعت دو سہ مصراع ریختہ و فارسی نیز موزون می‌کرد[۱] - در آخر عمر دردِ طلب دامنگیر حال او شد ، از خویش و قوم گسیختہ[۲] دریارت حرمین شریفین زادہا اللہ شرفاً[۳] مستعد گردید و ہم آنجا ودیعت حیات سپرد - این دوبیت ریختہ از واردات خاطر اوست :

تیغِ بھواں سے‌کن کہا گھایل نکو‌کرو[۴]
پلکاں کے یا خنجر[۵] ستی بسمل نکو کرو
کالو ، جلاؤ ، راکھ کرو ، راضی ہیں ہمن
سب کچھ کرو پر ایک‌کٹھن دل نکو‌کرو

۱۰ - علیم[۶] :

علیم تخلصِ شاعرِ دکھنی است - احوالش بہ تفصیل معلوم نیست - این یک شعر بہ نام او مشہور است :

آتا ہے جب پیارا کانوں میں ڈال موتی
رخسار کی جھلک سےِ دستی[۷] ہے لعل‌موتی

---

۱ - می گردد (مط)
۲ - برآمدہ (مط)
۳ - تشریعاً (مط)
۴ - مط میں ردیف 'نکو کرے' ہے -
۵ - خنجر بر وزن فعل -
۶ - یہ ترجمہ مط میں شامل نہیں ہے -
۷ - دستا ؟

۱۱ - روحی :

روحی تخلص ِ مردی از پیرزاده ہای حیدر آباد است ۔ روزگاری مہیا وعافیتی گوارا داشت ، و بخلاف احوال پراگندہ طبعان ہرزہ روزگار و پریشان خاطران ِ تفرقہ شعار است[۱] و در اوایل ِ جوانی بہ شعر و شاعری مشغول بود ۔ آخر ازان اندیشہ بازگردیدہ مدت عمر بہ سجادۂ طاعت بہ فقرو قناعت گذرانیدہ ۔ این دوبیت ریختہ ازوی یادگار است :

درہن ستے نگاہ کو مائل نکو کرو[۲]
یہ دکھ اپس کے واسطے حاصل نکو کرو
خنجراں انے کہ عہدہ برآ نہیں لوہو کی بولد
پلکاں کو میرے دل کے مقابل نکو کرو

۱۲ - نوری :

شجاع الدین ، نوری تخلص ، ہر چند از سادات بلدۂ گجرات است اما تمام عمر بہ علاقۂ روزگار در حیدرآباد بسر بردہ ، آخر حال بعہدہ تعلیم پسر ِ وزیر ِ سلطان ابوالحسن پایۂ امتیاز یافت ۔ چندی بہ منصب معہودہ قیام می نمود کہ ناتوان بینان روزگار بر سبیل حسد بہ عشق وزیر زادہ متہم ساختہ ، از خدمت ِ ماموره[۳] باز داشتند ۔ چون بہ وقوع این حال رسید[۴] بے چارہ حجلت کشید[۵] بی اطلاع ہمہ کس از حیدر آباد برآمدہ ، در قصبۂ نلدہ[۶] رحت

---

۱ - تفرقہ شعار می ریسب (مط)
۲ - مط میں ردیف 'نکو کرے' ہے
۳ - 'ماموره' مخ میں نہیں ہے
۴ - سید (مط)
۵ - انفعال کشید (مط)
۶ - قصبۂ نریندہ (مخ)

اقامت انداخت ، و بہ پان جائگاہ بجوار رحمت ایزدی پیوست[1] :

نوری اپس کے دل کی کسی[2] سے نہ کچھ نتھا
حاصل بھلا اب[3] اس سے دوانے حو تھا سو تھا

۱۳ ۔ شاہی :

شاہ قلی خان ، شاہی تخلص ، از متوطنان بھاگ نگر[4] بود ۔ بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخن‌سرائی می داد ۔ مدتی بہ توسل نوکری پادشاہی در بلدۂ حیدرآباد می‌گذرانیدہ[5] آخرحال بہ منصب ندیمی تانا شاہ معزز و مباہی‌گشت ۔ اکثر برطبق ایمای[6] پادشاہ مذکور شعر مرثیہ فکر می کرد ۔ چناں چہ سابق برین پنجاہ سال ابیات مرثیہ اش در بلاد ہندوستان اشتہار داشت و بالفعل بنا بر الدراس بگوشۂ خمول کواعذ فرسودہ و خریدہ جز این مطلع اشعار از وی مسموع نیست[7] :

ملنا تمہن کا غیر سے کوئی جھوٹھ کوئی سچ مچ کتے[8]
کس کس کا منہ موندوں سجن کوئی کچ کتے کوئی کچ کتے

---

۱ ۔ و بہاں جایگاہ بجوار ایردی پیوسب (مط)
۲ ۔ کسو (مط)
۳ ۔ 'اب' مخ میں نہیں ہے ۔
۴ ۔ حیدر آباد (دکن) کا قدیم نام جسے سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنی محبوبہ بھاگ متی کے نام سے منسوب کیا تھا ۔
۵ ۔ می گذراند (مخ)
۶ ۔ اکثر حسب الایما (مط)
۷ ۔ ابیات مرثیہ اش در بلاد ہندوستان دست بدست گردیدہ اند و بالفعل حر اندراس بگوشۂ حمول کواغد فرسودہ و آحریدہ سوای این مطلع اشعار غزل از وی مسموع نیست (مط)۔ متن میں خریدہ کے بعد 'جز' اضافۂ مرتب ہے ۔
۸ ۔ 'مچ کتے' مخ میں نہیں ہے ۔

۱۴ ـ قادر :

میر عبدالقادر ، قادر تخلص ، از باشندگان حیدرآباد است ـ چشم عبرت بین و دل حسرت‌گزین داشت ـ چون سن شریفش از پنجاه متجاوز گردید ، بر دست یکی از مشائخ آن دیار بیعت کرد و تا آخر عمر[1] به ریاضت شاقه گذراند ـ این رباعی از مصنفات اوست:

ہر چند ہمن سب سوں اوٹھایا ہے ہات
اس پر بھی نہ آزاد کہائے ہیہات
عالم میں ہر اک یہ کہتا ہوگا
دکھن میں ہے قادر اچھوں[2] درقیدحیات

۱۵ ـ لطفی :

لطف علی ، لطفی تخلص ، شاعر دکھنی‌است و دیگر احوال او معلوم بنده نیست که کیست و کجائیست ـ این یک شعر بنام او مسموع است :

میں عشق کی گلی میں گھایل پڑا تھا ، تس پر
جوبن کا ماتا آکر مجھ کو کھندل گیا ہے

۱۶ ـ رافت :

مہر علی رافت ، در کمال شوخی[3] و ظرافت ، پسر خطیب پادشاہی است ـ از غایت سبک سری[4] و زیاده گوئی معاصران خود را به طعن و استہزا می رنجانید و ہیچ کس را در برابر خود

---

۱ ـ بر دست یکی از مشائخ آن‌دیار که نسب وی به شیخ شہاب‌الدین سہروردی می پیوست خرقه پوشیده و تا آخر عمر (مط)

۲ ـ اچھوں (مط)

۳ ـ شوخ (مط)

۴ ـ شب گیری (مخ)

مقداری نمی نہاد ۔ روزی در مجلس پدر بزرگوارش کہ بہ سخن فہمی و لکتہ دانی لظیری[1] لداشت ، بہ تقریبی ذکر شعر مشکلہ بہ میان آمد ۔ چون در استکشاف معنی آن اندکی تامل کرد ، بسوی او چشمکی[2] زد وگفت ''جانے خایہ خطیب کا[3]۔'' و ازین جنس سخنان ناصواب از وی مسموع است ۔ بالجملہ آنچہ از وطیرۂ اشعارش معلوم می شود سخنش بہ چاشنی رسیدہ بود[4] او تعالیٰ[5] رحمتش کناد !

موتی دریا میں اہس[6] کے تئیں کان لگ دھووے
کہ تمہن کے وہ بناگوش سے ہمسر ہووے
پونچھا داماں سے رقیباں کے انکھیاں[7] کا لوہو
یوں بھی ہمنا سے نہ بولے کہ اتا مت رووے

۱۷ ، ۱۸ ۔ آزاد و فراق :

فقیر اللہ آزاد ، از متوطنان بلدۂ حیدرآباد است ۔ ہنوز از صغر سن بر نیامدہ بود کہ پدرش برحمت خدا رفت ۔ اکابران[8] محلہ لظر بر یتیمیش نمودہ در صدد تربیتش بودلد[9] ۔ چون جوان

---

۱ ۔ نطیر (مخ و مط)
۲ ۔ چشمکی (مخ)
۳ ۔ مخ میں یہ فقرہ نہیں ہے ، جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے ۔ یہ مط سے ماخوذ ہے ۔
۴ ۔ معلوم نمی شود سخنش بحاش برسیدہ بود (مط)
۵ ۔ حق تعالیٰ ؟
۶ ۔ بس (مخ)
۷ ۔ الکھا (مخ) الکھیا (مط)
۸ ۔ اکابر (مخ)
۹ ۔ یتیمیش نمودہ عزیز می‌داشتند (مط)

شد سودای زلف عنبرینی در سرش پیچیده و کارش ناوارگی انجامید ـ مکان معین نداشت و خانه بر دوش می‌گردید ـ چنان چه این عزیز و شخصی فراق تخلص که بنده از احوالش کما ینبغی اطلاع ندارم ۔ در زمانی[1] که محمد یار خان صوبه دار دہلی بود و به اتفاق ہم برای دیدن وی[2] به دارالخلافة آمدند ـ چون نسق کلامش را بر کثرت صحت خاطرنشین ایشها گردید ، متتبع او گشتند ـ چنان چه از رویهٔ اشعار این ہر دو بزرگوار پیداست ـ

آزاد :

کوئی کسی ہی فن میں ہم ساتھ نر نہ آیا
ہر جس سے یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

فراق :

فراق کشتہ ہوں اس آن کا حس دم کہ وہ ظالم
کمر سے کھینچتا خنجر ، چڑھاتا آستیں آوے

۱۹ ـ احمد :

احمد گجراتی ، شاعر ہندی است که عبارت ازگیت و دوہرہ باشد[3] ـ در علم سنسکرت و بھاکا[4] ید طولی داشت و در فن خود سر آمد روزگار بود ـ و الحق دو سه دوہرہ که[5] از تصنیفش شنیده شده ، مذاق کلامس بسیار دل نشین است ـ چون معاصر ولی بود

---

۱ ـ در آن ایام (مط)

۲ ـ دہلی بود ہر دو بانفاق برای دیدن وی (مط)

۳ ـ شعر ہندی می‌گفت که عبارتی از گیت و دوہرہ باشد (مط)

۴ ـ بھاکا : بھاکھا

۵ ـ که دوسه دوہرہ (مط)

گاہ گاہ شعر ریختہ نیز موزوں می نمود[1] ۔ چنان چہ این بیت[2] از نتائج فکر اوست :

شب جھوٹھے وعدوں پر جو[3] ترے ہم بہک گئے
کوئی لاکھ بار گھر سے اٹھے در تلک گئے
بوجھی تھی کل میاں سے اپس[4] دل کی میں حبر
سو آج لاکے سر ستے میرے پٹک گئے
احمد بتا میں کیا کروں اب راہِ عشق میں
اک سانجھ پڑ گئی ہے دوجے پاؤں تھک گئے

۲۰ ۔ فخری :

فخری تخلصِ شخصی بود از شاگردان ولی ۔ شعر بسیار بہ صفا[5] می گفت ، چنان چہ از سیاق و سباق کلامش پیداست و دیگر احوالس معلوم بندہ نیست :

دیکھوں میں جب تجھے تو چکاچوندہ لگ رہے
دیکھا ہے کس نے یار[6] نظر بھر کر آفتاب

۲۱ ۔ محمود :

محمود نیز شاعر دکھن است ، از معاصرین ولی است و دیگر احوالش بہ وثوق[7] نمی پیوندد :

---

۱ ۔ چوں معاصر شاہ ولی اللہ ولی بود گاہ گاہی فکر شعر در ریختہ نیز می نمود ۔ (مط)

۲ ۔ ابیات ؟

۳ ۔ مخ میں 'جو' نہیں ہے ۔ (مح)

۴ ۔ آتش (مح)

۵ ۔ مخ میں 'بہ صفا' نہیں ہے ۔

۶ ۔ یار کس نے (مط)

۷ ۔ بہ وسوخ (مخ) ۔ مط میں محمود کے ترجمے کی عبارت مخ سے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

لوگاں کہیں پتھر سے کچھ سخت نہیں ہے لیکن
جو کوئی بتاں سے پھڑا وہ سخت ہے پتھر سے[1]

۲۲ - سراج[2] :

سراج تخلص شخصی ار متوطناں اورنگ آباد است - انچہ از سلیقۂ شعرش معلوم میشود بسیار بہ درستی حرف میزلد :

پی بن مجھ آسوں کے شراروں کی کیا کمی
حس رات ہو نہ چاند ستاروں کی کیا کمی

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخمِ عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے[3] طرۂ شمشاد

۲۳ - محقق :

محقق تخلص شخصی است کہ بندہ از احوالش خبر ندارم - ایں یک شعر بنام او بر پشت بیاض کہنہ کہ از ملکیت ابوطالب مرقوم بود ، در ذیل شاعران دکھنی نوشتہ دیدہ - ظن غالب است کہ داخل ہماں حرگہ باشد - واللہ عالم بحقیقہ الحال[4] :

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

مختلف ہے: ''بیر ار دکھن است - گویند معاصر فخری است بلکہ با او چیری قرابت ہم داشت - بالفعل از خاطر رفتہ است -''

۱ - اس شعر میں 'کئیں' بجائے 'کہیں' ؛ 'پتھر' (ت غیر مشدد) لئیں ، بجائے نہیں ؛ اور 'کئی' بجائے کوئی پڑھا جائے گا -

۲ - سیدسراج الدین، سراج اورنگ آبادی متوفی ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۴ع

۳ - مخ میں 'ہے' نہیں ہے -

۴ - اللہ عالم بالصواب (مط)

تم ہر کسی سے وعدۂ دیدار مت کرو
اپنی زباں سے جھوٹ کا اقرار مت کرو

۲۴ - ہاشم :

ہاشم تخلص شاعر دکھنی است - آن چہ از طرز کلامش معلوم می شود[1] سری بہ سخن داشت :

دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سوں بے حجاب آچھے
کہ مکھڑے چاند سے ہر جن کے خط کے پیچ تاب آچھے

۲۵ - ہاتف :

ہاتف نیز شاعر دکھنی است - این یک شعر بنام او شنیدہ شدہ است[2] -

انکھیاں تری[3] اور زلف سے کافر ہؤا سارا جہاں
اسلام اور تقویٰ[4] کہاں ، زہد اور مسلمانی کدھر

۲۶ ، ۲۷ - ولی و بیدل :

شاہ ولی اللہ ، ولی تخلص[5] شاعر یست مشہور، مولدش گجرات است - گویند بہ نسبت فرزندی[6] شاہ وجیہ الدین گجراتی کہ از اولیای مشاہیر است ، افتخارہا داشت - در سنہ چہل و چہار از

---

۱ - مفہوم می شود (مط)
۲ - ”ہاتف تخلص ، شخصی در دکھن بودہ است - این یک شعر بنام او در بیاض سیادت پناہ میر محمد شاہ ، کہ یکی از آشنایان والد فقیر مولف بودہ الد ، نوشتہ - شعر مذکور این است -“ (مط)
۳ - تری انکھیاں - (مخ)
۴ - مخ میں ’تقویٰ‘ کے بعد ’کدھر‘ زائد ہے -
۵ - ولی گجراتی متوفی ۱۱۱۹ھ -
۶ - فرزند - (مط)

جلوس عالمگیر بادشاہ[1] ہمراہ میر ابوالمعالی نام[2] سید پسری کہ دلش فریفتہ[3] او بود ، بہ جہان‌آباد آمد[3] ، گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش می‌گفت ۔ چون در آنجا سعادت ملازمت حضرت شیخ سعداللہ گلشن[4] قدس سرہ مستعد گردید ، بگفتن شعر بزبان ریختہ امر فرمودند[5] و این مطلع تعلیماً[6] موزون کردہ حوالہ[5] او نمودند :

خوبیِ اعجازِ حسنِ یار گر انشا کروں
بے تکلف صفحہ[5] کاغذ یدِ بیضا کروں[7]

---

۱ ۔ محمد اکرام چغتائی نے اپنے مضمون 'ولی گجراتی اور شاہ سعد اللہ گلشن' (اردو نامہ ، ۲۳ واں شمارہ ، بابتہ مارچ ۱۹۶۶ع) میں اس نظریے سے اختلاف کیا ہے کہ ولی اور شاہ سعد اللہ گلشن کی ملاقات ۴۴ جلوس عالم گیری یعنی ۱۱۱۲ھ میں دہلی میں ہوئی ۔ ان کا خیال ہے کہ ولی کی دہلی میں آمد کے وقت شاہ گلشن دکن کی سیاحت کر رہے تھے اس لیے دہلی میں ان دونوں کی ملاقات اور شاہ صاحب کا ولی کو مشورہ دینا ، دونوں روایات مشکوک ہو جاتی ہیں اکرام صاحب کا خیال ہے کہ یہ تاریخی ملاقات ۱۱۰۰ھ اور ۱۱۰۵ھ کے درمیان کسی وقت احمد آباد (گجرات) میں ہوئی ہوگی ۔

۲ ۔ 'نام' مط سے ماخوذ ہے ۔

۳ ۔ 'آمد' مط سے ماخوذ ہے ۔

۴ ۔ حضرت شاہ گلشن (مط) ۔ متوفی ۲۱ جمادی الاول ۱۱۴۱ع بمقام دہلی (سرو آزاد) ۔

۵ ۔ امر فرمود (مط) ۔

۶ ۔ مطلع نغز (مط) ۔

۷ ۔ ولی نے اسی مطلع پر ایک غزل کہی ہے جس کا مقطع یہ ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

بالجملہ بہ یمن تفول زبان[1] ایشان سخن ازین بابا[2] چنان
حسن قبول یافت کہ ہر بیت دیوانش روشن تر از مطلع آفتاب
گردیدہ و ریختہ را قسمی بفصاحت و بلاغت می‌گفت کہ[3] اکثر
استادان آن وقت از راہ ہوش شعر ریختہ موزون می نمودند۔
چنانچہ قدوۃالسالکین زبدۃالواصلین[4] میرزا عبدالقادر بیدل[5]
رحمۃ اللہ علیہ نیز دریں زبان غزلی گفتہ کہ مطلع و مقطع اش
ایست :

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم ہیں
اس جنس بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ سر عالم بالا کروں

(کلیات ولی ، صفحہ ۱۳۸ - ۱۳۹)

دیوان ولی کے ایک قلمی نسخے میں جسے حکیم شمس‌اللہ قادری
نے نقل کروایا تھا ، اس مطلع سے متعلق ایک نوٹ درج ہے
جسے ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے نقل کیا ہے : "اس غزل
کو طبقات الشعراء ، مولفہ منشی قدرت اللہ صدیقی مراد آبادی
۱۱۸۸ھ میں حضرت شاہ گلشن کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس
کو حضرت نے خود تبرکاً ولی گجراتی کو مرحمت فرمائی تھی
اور اسی پر ولی کے ریختے کی بنیاد ہے ۔" قائم کا بیان بھی یہی
ہے اور یہ واضح ہے کہ شوق کا بیان قائم سے ماخوذ ہے ۔

۱ - 'زبان' مط سے ماخوذ ہے ۔

۲ - این بابا (مط) ۔

۳ - 'کہ' مط سے ماخوذ ہے ۔

۴ - زبدۃ الفاضلین ۔ (مط)

۵ - مرزا بیدل متوفی ۱۱۳۳ھ بمقام دہلی ۔

جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا ، بیدل کہاں ہے ہم ہیں

و این[1] چند بیت کہ فقیر موافق فہم ناقص خود از دیوان ولی مذکور منتخب ساختہ ہست :

دل کو گر مرتبہ ہو درپن کا
مفت ہے دیکھنا سریجن کا
ٹک ولی کی طرف نگاہ کرو
دیر سے[2] منتظر ہے درشن کا

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروشِ دل کی ماہیت
برنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

پھر میری خبر لینے وہ صیّاد نہ آیا
شاید کہ مرا حال اُسے یاد نہ آیا

دیکھ احوال مرا ناصحِ مشفق نے ولی
ہاتھ سے ہاتھ ملا درد سے[3] سینہ کوٹا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلم
رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

---

۱ - 'این' اضافہ مرتب ۔
۲ - صبح سے (مط) صبح سوں (کلیات ولی ، طبع سوم ۱۹۵۴ع) ۔
۳ - درد سوں (مط) ۔ یہ شعر مط اور مح میں موجود ہے لیکن 'کلیات ولی' میں شامل نہیں ہے ۔

زندگی جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا اگر مدام نہیں[1]

ڈالے[1] اُکھاڑ کوہ کو[2] جوں کاہ اے ولی
عاشق کی آہِ سرد کہ جس میں صدا نہیں

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
یک نگہ میں علام کرتے ہیں

یک بار مری بات اگر[3] گوش کرے تو[4]
ملنے کو رقیبوں[5] کے فراموش کرے تو

صحبت غیر میں[6] جایا نہ کرو
درد مندوں کو ستایا نہ کرو[7]
دل کو[8] ہوتی ہے سجن بیتابی
زلف کو[9] ہاتھ لگایا نہ کرو

---

۱ - یہ شعر کلیات ولی کے ضمیمے میں شامل ہے جو ایسے کلام پر مشتمل ہے جو مرتب کو صرف ایک نسخے میں ملا ہے اور کسی دوسرے نسخے سے جس کی تصدیق نہیں ہوسکی -
۲ - کوہ کوں (کلیات ولی)
۳ - اگر بات مری (مط)
۴ - کلیات ولی میں ردیف 'کرے توں' ہے -
۵ - رقیباں (مط و کلیات ولی)
۶ - سوں (کلیات ولی)
۷ - کڑھایا نہ کرو (مط) درد مندان کو کڑھایا نہ کرو (کلیات ولی)
۸ - دل کوں (ولی)
۹ - زلف کوں (ولی)

اُس کے قدم کی خاک میں[1] صد حشر ہے نجات
عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کو[2]

عجب کچھ لطف[3] رکھتا ہے شبِ خلوت میں گل رو سے
خطاب آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ

دیکھا ہوں جسے وہ مبتلا ہے
خوباں کی نگہ میں کیا بلا ہے[4]
گر تجھ کو[5] ہے عزمِ سیرِ گلشن
دروازۂ آرسی کھلا ہے

ولی اُس گوہرِ کانِ حیا کی کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ہے جوں سینے میں راز آوے

جاگیر ساتھ کب دلِ وحشی کو کام ہے
اُس زلف کا خیال مجھے لاکھ دام ہے[6]

---

۱ - خاک سے (مط) خاک میں ہے حشر کی نجات (ولی)
۲ - عبیر کوں (ولی)
۳ - مح میں 'لطف' نہیں ہے -
۴ - نگہ کیا بلا ہے (مط) نگہ نئیں بلا ہے (ولی)
۵ - تجھ کوں (ولی)
۶ - کلیات ولی میں یہ شعر بھی شامل نہیں ہے - مط میں 'اُس' کی جائے 'تجھ' ہے -

جس وقت تبسم میں وہ غنچہ دہن آوے[1]
گلزار میں کلیوں کے دہن پر سخن آوے[2]
عالم میں ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
وہ کام نہ کیجو[3] تو[4] کہ مجھ پر سخن آوے

اے ولی رہنے کو[4] دنیا میں مقامِ عاشق[5]
کوچۂ[6] زلف ہے[6] یا گوشۂ[6] تنہائی ہے

دل چھوڑ کے یار کیوں کہ جاوے
زخمی ہے شکار کیوں کہ جاوے
جب تک[7] نہ ملے شرابِ دیدار
آنکھوں سے خمار[8] کیوں کہ جاوے
ہے حسن ترا ہمیشہ یکساں
جنت سوں[9] بہار کیوں کہ جاوے
انجھواں کی اگر مدد نہ ہووے
مجھ دل سے[10] غبار کیوں کہ جاوے

---

۱ - وہ رنگیں دہن آوے (ولی)
۲ - گلزار میں غنچے کے دہن پر سخن آوے (ولی)
۳ - ایسا نہ ہو نہ کر کام (مط و ولی)
۴ - کوں (ولی)
۵ - مکانِ عاشق (مط)
۶ - کوچۂ یار ہے (ولی)
۷ - جب لگ (ولی)
۸ - انکھیاں کا خمار (ولی)
۹ - 'سوں' کلیات ولی سے ماخوذ ہے۔ یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے۔
۱۰ - مجھ دل کا (ولی)

غنیمت بوجھ ملنے کو[1] ولی کے
نگاہِ پاکِ یاراں کیمیا ہے

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے تجھ کو[2]
کرتی ہے نگہ تجھ[3] قدِ نازک پہ گرانی

ہم کو[4] شفیعِ محشر وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذرِ گناہ بس ہے

---

۲۸ ۔ فطرت و معز[5] :

موسوی خان ، فطرت و معز تخلص می کرد و خای موسوی می‌آورد ۔ تازه آمدِ ولایت است ۔ در کمال میرزائی و نازک مزاجی شهرت داشت ۔ دیوانش قریب چهار هزار بیت است[6] و احوالش داخلِ تذکره های فارسی است ۔ در زمانِ سلطنت عالم‌گیر بادشاه به منصب سه هزاری و خدمت خالصهٔ شریفه ممتاز بود ۔ روزی حضرت بادشاه در اقتضای مهمی متردد بودند[7] صورت واقعه برسبیل مشورت[8] هر دو نوع[9] با خان مذکور تقریر فرمودند ۔ بعد تامل

---

۱ ۔ ملنے کوں (ولی)
۲ ۔ اس کو (ولی)
۳ ۔ حس (ولی)
۴ ۔ ہم کوں (ولی)
۵ ۔ مرزا معز و فطرت ، ولادت ۱۰۵۰ھ ؛ وفات ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۸۹-۹۰ع ، بمقام دکن ۔
۶ ۔ ''در کمال میرزائی..... بیت است'' مط میں نہیں ہے ۔
۷ ۔ بود (مط)
۸ ۔ مشورتی (مط)
۹ ۔ بر دو نوع (مط)

بعرض اقدس رسانید که باعتقاد غلام حرف ثانی معقول است ـ
به استماع این کلمه رای حضرت بر نامعقول[1] بودن سخن اولی انتقال
نموده روی توجه ازین بی‌گناه گردانیده[2] بطرف دیگر مشغول شدند ـ
چون این عزیز به مغز سخن [3] وارسید خجالت بسیاری کشید ـ
بعد برخاست دیوان که بخانه[5] خود آمد بیماری بهم رسانید ـ اطبا
بموجب امر حضور بمعالجت وی حاضر شدند ـ پس از تشخیص
معلوم شد که زهره اش آب شده است ـ بالجمله آن روز[4] را شام
به کرد که رو بمقر اصلی آورد[5] ـ گویند این شعر ریختہ ازوست
شاید به تقریبی گفته باشد :

از زلفِ سیاہ تو بدل دھوم پری ہے
در خلوت آئینہ[6] گھٹا جھوم پری ہے

۲۹ ـ اعظم[7] :

شاه محمد اعظم از شرفای قصبه[8] سندیله بود ـ در عالمِ جوانی
به سپاهی پیشگی بسر می‌برد ، آخر حال ترک روزگار کرده در بلدهٔ
مرادآباد ازکمال استقامت به فقر و قناعت گذرانید ـ اکثری از رؤسای
شهر بخدمت شریفش اعتقاد و ارادت داشتند ـ گاهی به مناسبت
مردم این فن یک دو بیت ریخته و فارسی موزون می کرد ـ گویند
که از نهایت آزادی و آزاد وضعی در قید استکتاب اشعار خود

---

۱ ـ 'معقول' تا 'ربا' مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ـ
۲ ـ گرداند (مح)
۳ ـ بمعر کلام (مط)
۴ ـ بالجملہ او آن روز (مط)
۵ ـ کہ بمقر اصلی رو آورد (مط)
۶ ـ در گلشن آئینہ (مط)
۷ ـ یہ ترجمہ مط میں شامل نہیں ہے ـ

غنیمت بوجھ ملنے کو[1] ولی کے
نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے تجھ کو[2]
کرتی ہے نگہ تجھ[3] قدِ نازک پہ گرانی

ہم کو[4] شفیعِ محشر وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذرِ گناہ بس ہے

---

۲۸ - فطرت و معز[5] :

موسوی خان ، فطرت و معز تخلص می کرد و حای موسوی می‌آورد - تازہ آمدِ ولایت است - درکمال میرزائی و نازک مزاجی شہرت داشت - دیوانش قریب چہار ہزار بیت است[6] و احوالش داخل تذکرہ ہای فارسی است - در زمانِ سلطنت عالمگیر بادشاہ بہ منصب سہ ہزاری و خدمت خالصہ[1] شریفہ ممتاز بود - روزی حضرت بادشاہ در اقتضای مہمی متردد بودند[7] صورت واقعہ برسبیل مشورت[8] ہر دو نوع[9] با خان مذکور تقریر فرمودند - بعد تامل

---

۱ - ملنے کوں (ولی)
۲ - اس کو (ولی)
۳ - حس (ولی)
۴ - ہم کوں (ولی)
۵ - میرزا معز و فطرت ، ولادت ۱۰۵۰ھ ؛ وفات ۱۱۰۱ھ مطابق ۹۰-۱۶۸۹ع ، بمقام دکن -
۶ - ''درکمال میرزائی .... بیت است'' مط میں نہیں ہے -
۷ - بود (مط)
۸ - مشورتی (مط)
۹ - بر دو نوع (مط)

بعرض اقدس رسانید که باعتقاد غلام حرف ثانی معقول است ۔
به استماع این کلمه رای حضرت بر نامعقول[1] بودن سخن اولی انتقال
نموده روی توجه ازین بی‌گناه گردانیده[2] بطرف دیگر مشغول شدند ۔
چون این عزیز به مغز سخن[3] وارسید خجالت بسیاری کشید ۔
بعد برخاست دیوان که بخانه[4] خود آمد بیماری بهم رسانید ۔ اطبا
بموجب امر حضور بمعالجت وی حاضر شدند ۔ پس از تشخیص
معلوم شد که زهره اش آب شده است ۔ بالجمله آن روز[4] را شام
نه کرد که رو بمقر اصلی آورد[5] ۔ گویند این شعر ریختہ ازوست
شاید به تقریبی گفته باشد :

از زلف سیاه تو بدل دهوم پری ہے
در خلوت آئینه[6] گهتا جهوم پری ہے

۲۹ ۔ اعظم[7] :

شاه محمد اعظم از شرفای قصبہ[8] سندیلہ بود ۔ در عالم جوانی
به سپاهی پیشگی بسر می‌برد ، آخر حال ترک روزگار کرده در بلدۂ
مرادآباد از کمال استقامت به فقر و قناعت گذرانید ۔ اکثری از رؤسای
شهر بخدمت شریفش اعتقاد و ارادت داشتند ۔ گاهی به مناسبت
مردم این فن یک دو بیت ریخته و فارسی موزون می‌کرد ۔گویند
که از نهایت آزادی و آزاد وضعی در قید استکتاب اشعار خود

---

۱ ۔ 'معقول' تا 'ربا' مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔
۲ ۔ گرداند (مح)
۳ ۔ بمعر کلام (مط)
۴ ۔ بالجمله او آن روز (مط)
۵ ۔ که بمقر اصلی رو آورد (مط)
۶ ۔ در گلشن آئینه (مط)
۷ ۔ یہ ترجمہ مط میں شامل نہیں ہے ۔

نہ بود ۔ این دو بیت ریختہ بنام او از درویشی شنیدہ شد ۔
خدایش رحمت کناد !

حال حاصل ہے جسے قال ہؤا یا نہ ہؤا
رخِ نیکو پہ خط و خال ہؤا یا نہ ہؤا
دم قدم کا ہے فقیروں کے لیے تکیہ ہی
جھونپڑی چھتاڑ (کذا) کا محال ہؤا یا نہ ہؤا

۳۰ ۔ عطا :

خواجہ عطا، عطا تخلص ، ار رؤسای رذلود نامدار و سرگروہان اوباشان روزگار بود[1] ۔ در عہد عالم گیر پادشاہ بہ بانکہ وضعی اشتہار داشت ۔ از غایت شہرت محتاج تعریف نیست ۔ این دو شعر ریختہ بنام او مشہور است[2] :

اے در نبرد حسن تو کتنی[3] چھار چشم
زیرِ مژہ نہفتہ چو آہو چھار چشم
امشب نہ کوے دوست عطا پھر بہار ہے
تو بھی گھسر پسر کئیں در ہر کھسارچشم

۳۱ ۔ جعفر[4] :

میر جعفر ، جعفر تخلص ، سید صحیح النسب بود ، چون اساس سخن‌وری اکثر بر ہزل گذاشت بناءً علیہ[5] زٹلیش می‌گفتند و از انجا کہ کلامش در عوام شہرت تام می یافت اعزہ ہای آن زمان بپاس آبروی خویش با وی بہ سلوک شایستہ

---

۱ ۔ ار رؤسای نامدار و سرگروہ ہای اوباشان روزگار بود ۔ (مط)
۲ ۔ این دو شعر ریختہ اروست (مط)
۳ ۔ کیسے (مط)
۴ ۔ روایت ہے کہ ایک ہجو لکھنے کے جرم میں فرخ سیر کے حکم سے ۱۷۱۳ع کے لگ بھگ انھیں قتل کیا گیا ۔
۵ ۔ چون اساس سخن وری بر زلل قافیہ گزاشتہ بر بنا علیہ (مط)

پیش می‌آمدند ـ گویند روزی به خدمت میرزا عبدالقادر بیدل وارد شد ـ ایشان[1] بعد استماع نظم و نثرش چند اشرفی به طریق انعام مرحمت فرمودند ـ به وقت رخصت این مصرع در مدیحہ اش خواندہ مرخص شد[2] :

طہوری و عرفی بہ پیشِ تو ہیش

عرض کہ از تحائف روزگار بود ـ اکثری از مزخرفاتش مشہور خاص و عام است و کلام مضحکش[3] اشتہار تمام دارد ـ از غایت ابتذال احتیاج نوشتن نیست[4] ـ پارہ از نظم و نثرش کہ در خاطر بود بر سبیل ضرورت قلمی نمود ـ من نظمہ از شاہ نامہ[5] :

چہارم پسر شاہ کا کام بخش
کہ "گچتی"بزکرد بچتی و بخش
دم بز بہ یک دست بہلاے کر
دیامیل[6] داو(کذا)کوپہناے کر
سر . . . بر . . . پیوند شد
رہ موتی می کنی بند شد

---

۱ ـ پریشان (مط)
۲ ـ این مصرع بر خواند و در رفت (مط)
۳ ـ و کلام درہش (مح ـ کذا)
۴ ـ اس کے بعد کی عبارت ، اشعار اور رقعہ مط میں شامل نہیں ہیں ـ
۵ ـ کلیات جعفر زٹلی مخزونہ انڈیا آفس لائبریری میں اس ہجو کا عنوان "جفت شدن شاہزادہ کام‌بخش با گوسفند" ہے اور پہلا مصرع اس طرح درج ہے :
زہے شاہ والا گہر کام بخش
۶ ـ حیل (کلیات جعفر)

چو دایہ چنین دید گفت از عجب
کہ بگذار اے شاہِ عالی نسب
بخاطر نیاورد شہ از امنگ
لگا مارنے ٹلہ[1] ہفت رنگ
چقر کرد ان کنجی تنگ را
جلا داد نام بچہ لنگ را

و این کہ رقعہ از نثر شریفش :

خان صاحب مہربان سلامت ! دختر حمیدالدین خان چٹاخہ ، نارہ بالی و پٹاخہ ؛ شادمانی است گوہران بید و حوہر بے چھید ؛ آٹھوں گانٹھ اصیل جوبن بے تمثیل ؛ پاہو نالہ سیزدہ سالہ[1] ؛ پراگ لوچن و دل دبوچن ؛ ساجدہ دربار آراست پذیرفتن (کذا) مبارک و برخاست ۔

---

۱ ۔ 'سیزدہ سالہ' کے بعد 'عمر' زائد ہے ۔

طبقهٔ دوم

در ذکر کلام سخنوران متوسطین

بر شناسای اسلوبِ سخن مخفی و محتجب نیست که از عهد عبدالله قطب شاه گرفته تا زمانهٔ بهادر شاه کسانی که شعر ریخته گفته اند[1] نسق کلام اینها بسیار مربوط و معقول است ـ هر چند اکثر الفاظِ غیر مانوسِ[2] گوش های مردم مستعمل ایشان است لیکن چون موافق زبان دکهن راست و درست است[3] پس همه کس راه نه دل دارد و نه این ستم که بعضی از شعرای ابتدای[4] زمانهٔ محمد شاه به اعتقاد خود تلاش الفاظ تازه و ایهام نموده شعر را از مرتبهٔ بلاغت انداختند تا به معنی چه رسد ، غرض ناگفته به ـ مصرع

خطای بزرگان گرفتن خطا ست

بهر حال فقیر دواوین این اعزه فراهم آورده اشعار جسته جسته به سعیِ تمام موافق فهم ناقص خود انتخاب زده بقید قلم

---

۱ ـ که شعرای ریخته اند (مط)

۲ ـ هر چند که اگر الفاظ غیر مانوس (مط)

۳ ـ چون موافق زبان دکهن است ، درست است (مط)

۴ ـ که شاعران ابتدائی (مط)

آورده[1] ۔ حق تعالیٰ توفیق مطالعہ[2] کرامت فرماید !

۳۲ ، ۳۳ ۔ آبرو و آرزو :

شاہ مبارک آبرو[3] مردی بود درویش منش قلندر مشرب متوطن گوالیار از فرزندان حضرت محمد غوث ۔ بہ عالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت ۔ چنانچہ مثنوی قریب صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرائش خود ن روزگار [4]بسیار بہ سلاست موزوں کردہ است ۔ بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خان آرزو[5] می کرد کہ بالفعل در فضل و کمال عدیلش از جنس محال است[6] ۔ حق تعالیٰ سلامتش دارد! و زیادہ بردن از کمالات آن بزرگوار من ہیچمدان چہ نویسد کہ

---

۱ ۔ خود بوضع انتخاب قلمی نہ ۔ (مط)۔

۲ ۔ 'مطالعہ' مط میں نہیں ہے ۔

۳ ۔ آبرو کا انتقال ۲۴ ۔ رجب ۱۱۴۶ھ (۱۷۳۳ء) کو ہوا اور دہلی میں سید حسن رسول نما کے مزار کے قریب دفن ہوئے ۔ (بے جگر)

۴ ۔ بسیار بسلاست (مط) ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری (شیرانی کلیکشن) میں ایک قلمی بیاض میں اس مثنوی کے ۱۲۴ اشعار ہیں ۔ مولوی فرحت اللہ بیگ مرحوم نے رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۳۰ء میں یہ مثنوی شائع کروائی تھی ۔ مطبوعہ مثنوی میں ۹۹ شعر ہیں جن میں سے صرف تین یا چار اشعار اس بیاض کے مطابق ہیں ، باقی میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے (ملاحظہ ہو : مثنوی آبرو از محمد اکرام چغتائی ، رسالہ اردو ، دور جدید ، شمارہ سوم ، زیر طبع)

۵ ۔ متوفی ۲۳ ۔ ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ (۱۷۵۶ء) بمقام لکھنؤ ۔ بعد میں نعش کو دہلی لے جا کر دفن کیا گیا ۔

۶ ۔ کہ بالفعل در فضیلت و کمال فوقش متصور نیست (مط) ۔

شہر قطرات باران نمودن و ساحت افلاک بہ وجب پیمودن است[1]۔ ہر چند دماغ ہمچو شخصی بہ ریختہ سنجی[2] وفا نمی کند لیکن وسعت اخلاقش تا بحدیست کہ شعر میان آبرو را بہ نظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ بہ پاس خاطر او خودش[3] دو سہ بیت ازین قبیل می فرمودہ ۔ این چند بیت از آرزو است :

وعدے تھے سب[4] خلاف جو اس لب سے ہم سنے
یہ لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخِ خراباتی کی کیفیت نہ کچھ پوچھو
بہارِ حسن کو دے آب جب ان نے[5] چرس کھینچا

آتا ہے ہر سحر کو تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں یارو خورشیدِ خاوری کو[6]

میخانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

---

۱ - بزرگوار مثل من ہیچمدان چہ نویسد کہ شمار قطرۂ آب باران نمودن و سیاحت افلاک پیمودن است (مط) ۔

۲ - مط میں 'سخن' نہیں ہے ۔

۳ - بلکہ گاہ گاہ بپاس خاطر او خود ہم (مط)

۴ - 'سب' مط سے ماخوذ ہے ۔

۵ - 'ان نے' مط سے ماخوذ ہے ۔

۶ - یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے ۔

دریا عرق میں ڈوبا تجھ سیم تن کے آگے
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

ہرگز نظر نہ آیا ہم کو سجن ہمارا
گویا کہ تھا چھلاوا وہ مس برن ہمارا
تیرے دہن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھ باندھا سن کر سخن ہمارا

و شعری کہ بعد ازین قلمی میگردد از ساہ مبارک آبروست ۔

آتا ہے صبح نیند سے[1] اٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

بوسہ لبوں سے دینے کہا ، کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا
قول آبرو کا تھا کہ نہ جاؤں گا اس گلی
ہو کر کے بے قرار دکھو[2] آج پھر گیا

رہے ہر تیس دن مرگاں کے سمکھ
کا یعنا آہی ہے آرسی کا

مشتاق عذر خواہی ہیں آبرو تو کیا ہے
یہ روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

---

۱ ۔ آیا ہے صبح قید سے (مط) ۔
۲ ۔ دکھو ۔ دیکھو ۔

دل تو دیکھو آدمِ بیباک کا
عشق سے بھڑتا ہے[1] پتلا خاک کا

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیادتی کہیے
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا

رہتی ہے دل میں مصرعِ دلچسپ کی طرح
گھر دار ہو ہے سرو قداں کا ترانے بیت

زندگی ہے سراب کی سی طرح
داؤ ندی حباب کی سی طرح
تجھ اپر خون بے گناہوں کا
چڑھ رہا ہے شراب کی سی طرح
کون چاہے گا گھر سے تجھ کو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح[2]

عالمِ آب سے[3] آساں نہیں اے شیخ گذار
خوف سے عرق کے یاں بحر ہے کشتی میں سوار

خوب تیری شکل آ سکتی نہیں تصویر میں
مدتوں سیتے[4] مصور کھینچتا ہے انتظار

---

۱ - بھڑتا ہے (مط) -
۲ - یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے -
۳ - سیں (مط) -
۴ - سیتے یا سیتی ،ستی یا ستے ، سیں = سے

آج پھر ہم سے کہہ دیا ہے اداس
ان رقیبوں کا جائے ستیاناس
سیج تیری کے سوں میں چھوڑا
رات کو پھول نے چمن کا باس
سیر صحبت میں اب لگا جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کا پاس

معطلوں سے یہ رور[2] ملتا ہے
ان سے کرتا ہے[3] بار بار اخلاص

یارو ڈرو کمر سے مروڑو نہ پھر کے انگ
آ جائے[4] کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

نکلے تم[5] آصفا کی طرح جب چمن میں دھول
کلیں کے دیکھ تم کو[6] لئے باندھ پاؤں پھول

لالچی کیوں آپ کو مشہور کرواتے ہو تم
مانگتے کیا ہو سجن کچھ ہم پہ دھرواتے ہو تم

اجر اٹھ خواب سے دیکھیں میں جب تم نے ملی انکھیاں
گئیں مند شرم سے نرگس کی پیاری جوں کلی انکھیاں

---

۱ - کیوں کہ مقطع میں خطاب شاعر سے ہے اس لیے مونث کی بجائے مذکر (اپنے) بھی پڑھا جا سکتا ہے -
۲ - درور (مح) اصلاح قیاسی - یہ مصرعہ وزن میں نہیں ہے -
۳ - کرتا ہوں (مح) اصلاح قیاسی ۔ م 'ا جا' پڑھا جائے گا -
۵ - ہم (سط) ۶ - ہم کو (سط) -

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں
اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے[1] زلفیں کھولیاں
لے گئی بادِ صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

گلی اکیلی ہے اور یہ اندھیری راتیں ہیں
اگر ملو تو سجن سو طرح کی گھاتیں ہیں[2]

کہتا ہوں میں پکار، سنو کان دھر سجن[3]
جو اور سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں

اے شوخِ بے تمیز تجھے کچھ ادب نہیں
معشوق گر ہوا تو خدا کا غضب نہیں

سر تا قدم پیار سے دستِ دعا ہوا
تیری بھواں کی دیکھ (کر) محراب آئنہ[4]

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا، دل ہے یہ

بیل سینگوں پہ لٹو ہیں مصر مردگی کی راہ (کذا)
شیخ کی تیں گول پگڑی دیکھ لے اور پوچھ چاہ[5] (کذا)

---

۱ - 'تم نے' مط سے ماخوذ ہے۔
۲ - باتیں ہیں (مط) - ۳ - سجن (مح)۔
۴ - خنجر آب آئینہ (مط)۔
۵ - یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے۔

لٹک چلنا سجن کا بھولتا نئیں اب تلک مجھ کو
طرح وہ پاؤں دھرے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی
تاب لاوے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی
لب شیریں پہ سریجن کے نہیں حط سیاہ
ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی پہ شکر خوروں کی
آبرو کو نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ
کس کو برداشت ہے ہر وقت کے نکتوروں کی

کیا بری طرح بھوں مٹکتی ہے
کہ مرے دل میں آ کھٹکتی ہے
زلف کی شان مکھ اُپر دیکھو
کہ گویا عرش میں لٹکتی ہے

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

سخصی در تعریف ایں شعر لطیفہ گفتہ کہ ''کانا[1] چہ خوب شعر اندھا گفتہ است ۔''

ہیں نمک کے نشے میں ہزاروں طرح کے رنگ
سب بوٹیوں کے بیچ مرصع ہے یہ جڑی

---

۱ ۔ آبرو کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی ۔

دشمنِ جاں ہے تشنۂ خوں ہے
شوخ بانکا ہے ، لکنتِ بھوں ہے[1]
دل کے چھلنے کو یہ لٹک چلنا[2]
سحر ہے ، ٹوٹکا ہے ، افسوں ہے
شیخ حرفے میں جب مراقب ہو
گرچہ مسکیں ہے ، موئی خوں ہے

یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں
جب رو بہ رو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

دل کب آوارگی کو بھولا ہے
خاک گر ہوگیا بگھولا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے
نے نام ہی بتایا نہ گھر کا دیا پتا
پوچھوں میں کس طرح کہ فلانے کدھر گئے

اٹھ چیت کیوں جنوں ستے خاطر نچنت کی
آئی بہار تجھ کو خبر ہے بسنت کی

جیونا مثلِ حباب اس جگ میں دم کا پیچ ہے
یہ گرہ کھل جا تو دیکھے[3] زندگانی ہیچ ہے

---

۱ ۔ شوخ ہے ، بانکا ہے ، نکت بھوں ہے (مط)
۲ ۔ دل کے چھپنے کو یہ لپک چلنا (مط)
۳ ۔ دیکھو (مط)

دم کرتی ہے ارے دستار کاکل کا تمام
سر تمھارے پر سخن در پیچ ڈھیلا پیچ ہے

ردی تو در طرح کاٹی
مر کے پہ رحد رہا قیامت ہے

معشوق سے دی کہ خوش کا ہی کرے[1]
ہو جس مسع کریں دو لہ ماہے، وہی کرے[2]

دسم سے مجھے، اس کو نظر سے
دیا ہیں دو دو راضی کس پر سے

مرامی ماحشہ کی . . کی کس ایک دہاں کیجے
اگر داپو اسے دو حکے کے درواروں سے دلود ہے[3] (کذا)

اوندوں کا حو[4] براوا دیک و تو یہ کہو
رنڈی بھی کیا ہووے گی نظارہ . . . .

۳۴ ۔ یک رنگ:

مصطفی خاں، یک رنگ تخلص، معاصر میاں آبرو است ۔ بہ خدمت خان آرزو مشق سخن می کرد ۔ ابیات دیوانش ہمگی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود ۔ سوای این کہ نبیرۂ خان جہان لودھی است و در سلک ملازمانِ بادشاہی منسلک بود

---

۱ ۔ کہ وہ ایسے کہے کرے (مط)
۲ ۔ اور ہم کریں جو مسع نہ مانے وہی کرے (مط) ۔
۳ ۔ یہ اور اس کے بعد کا شعر، دونوں مط میں شامل نہیں ہیں ۔
دلود: دوبی ؟
۴ ۔ 'جو' اضافۂ مرتب ۔

دیگر احوالس معلوم بندہ نیست ۔ ابیاتی کہ در دیوانش بہ طریق انتخاب در آوردہ ام ایست[1] :

چاہتا تھا کہ کہے عشق کی باتیں یک رنگ
کیا کرے ہائے اسے طاقت گفتار نہیں

درگ حنا اپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھو یہ جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
میرا صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہے تو لے صیاد
ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

مے کدے میں گو سراسر فعل نا معقول ہے
مدرسہ دیکھا تو واں بھی فاعل و مفعول ہے

۳۵ ۔ سعادت :

میر سعادت علی[2] ، سعادت تخلص ، جوانی بود[3] متوطن قصبہ امروہہ ، از فرزندان حضرت شاہ ولایت ، در کمال خوبی و آدمیت[4] ؛ ریختہ را بسیار بہ تلاش[5] می گفت و در اقران و امثال

---

۱ ۔ ابیاتی کہ از دیوانش فراہم آوردہ ام این است (مط)
۲ ۔ میر سیادت علی (مح)۔
۳ ۔ 'جوانی بود' مط میں نہیں ہے ۔
۴ ۔ در کمال خوبی آدمیت است (مط)
۵ ۔ ریختہ را بہ تلاش بسیار (مط)۔

خود[1] امتیار تمام داشت و در معاصرین لوای رجحان می افراشت[2] ۔
ہنوز سن شریفش[3] به چهل نرسیده بود که به آزار تپ محرقه از
جہان رفت ۔ خدایش بیا مرزد ! این چند بیت ازوست :

نقش گر چاہیے ہے ملکِ دل پہ مت خط کو بڑھا
ہے یہ نقدِ حسن کا چور اس کو قیمحی پر چڑھا[4]

کس سے پوچھوں گم ہؤا ہے دل مرا زلفوں میں رات[5]
اک وہں شانہ تھا سو تو تیل میں ڈالے ہے ہات[6]

ہوش کھوتی ہیں مرا یارو وہ انکھیاں مے پرست
ہیں نہ ہوں کم ۔رف ہو جاتا ہوں دو جاموں میں مست[7]

لکھا چاہے ہے اس کے[8] قد کی تعریف
اپس کو کیا تراشا ہے قلم نے

---

۱ ۔ 'خود' مط سے ماخوذ ہے ۔
۲ ۔ 'و در . . افراشت' مط میں نہیں ہے ۔
۳ ۔ ہنوزش (مط)۔
۴ ۔ یہ اور اس کے بعد کا شعر ، دونوں مط میں شامل نہیں ۔
۵ ۔ کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
(سرور و قاسم) ۔
۶ ۔ ایک تھا شانہ وہاں سو تیل میں ڈالے ہے ہات (سرور)
ایک جو شانہ ہے سو تو تیل میں ڈالے ہے ہاتھ (قاسم) ۔
۷ ۔ دو پیالوں میں مست (مط) ۔
۸ ۔ تیرے (مط)

شیخ تو جاتا ہے کیوں تسبیح کا واں دام لے
وہ صنم کب رام ہوتا ہے، خدا کا نام لے

یہ دانا ہیں دوانے جو مجھے زنجیر کرتے ہیں
مرا کوئی دم میں جی نکلے ہے یہ تدبیر کرتے ہیں

مت دکھا اس طرح کی آن مجھے
کوئی دم جوئے دے جان مجھے

مثلِ آئینہ سادہ رویوں کی
منہ ہی دیکھے کی آشنائی ہے

یار سے گر رقیب لڑتے ہیں
تو ہمارے نصیب لڑتے ہیں[1]

۳۶ - اشتیاق :

شاہ ولی‌اللہ، اشتیاق تخلص، باوجود مذاق علمی چاشنیِ فقر داشت - در کوٹلہ فیروز شاہ انزوا گزیدہ[2]، اوقات عزیز بیاد الٰہی بسر می برد - ہر گاہ کہ از تدوین و ترتیب نسخہ‌ٔ عقلی فراغتش می‌نمود، چیزی از قبیل ریختہ و فارسی[3] بر سبیل تفنن فکر می کرد - روزی[4] بہ خدمتش حاضر شدہ ام حرفہای

---

۱ - یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے -
۲ - در کوٹلہ فیروز شاہ سکونت داشت انزوا گزیدہ (مط)
۳ - از قبیل فارسی (مط)
۴ - بندہ روزی (مط)

با مزه می گفت ـ مدت ہفت سال شده باشد[1] که به دارالبقا انتقال نموده است :

لڑکوں کے پتھروں سے لگے کیوں کہ اس کو چوٹ
ہر ایک گردباد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

چھوڑ کر تجھ کو ہمیں اور سے جب لاگ لگی
نہیں مہندی یہ ترے تلووں سے ہے آگ لگی[2]

بتاں جو بحر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
کچھ ان کا دوش نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں[3]

۳۷ ، ۳۸ ـ ناجی و منعم :

محمد شاکر ، ناجی تخلص[4] سپاہی پیشہ بود ـ در مطاوی و مصراع اشعار برای معنی آبدار[5] ودیعت می نهاد و به درستی طبع و رسائی فکر داد سخن وری می داد ـ زادگاه او دارالخلافت شاہ جہان آباد است ـ با برادر فقیر که منعم تخلص می کرد و شعر فارسی به تلاشہای نیکو می گفت[6] و گاہی یک دو مصرع ریختہ ہم می کرد ـــــ چنانچہ این مطلع اوست :

غرض عشق میں یہ ایک اہل وفا کی بد سے
ہٹ نہ آ جائے وہ کافر تو خدا کی بد سے

---

۱ ـ ہفت سال شد (مط) ـ سال وفات ۱۱۵۰ھ ہے ـ
۲ ـ نہیں ہے مہدی یہ ترے تلووں سے آگ لگی (مح)
۳ ـ یہ خدا کے ثانی ہیں (مح)
۴ ـ سال وفات قیاساً ۵۴ - ۱۱۵۳ھ ہے ـ
۵ ـ در مطاوی که مصرع شعر پر از معنی آبدار (مط) ـ
۶ ـ اس کے بعد کی عبارت اور مطلع مط میں نہیں ہے ـ

ربط اتحاد[1] مربوط داشت ، گاه گاه نہ غریبت خانہ تشریف می آورد ۔ بندہ در خرد سالی[2] او را دو سہ بار دیدہ ام ۔ مزاجش خیلی مائل مزاح بود ۔ او تعالیٰ رحمتش کناد! مں ناحی :

ہؤا بازار گل کا دیکھ تجھ رخسار کو مندا
جو دیکھے تجھ قدِ آزاد کو طوبلی تو ہو بندا
نہ پوچھو جود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
لیا ہے ذرہ ذرہ حسنِ مہ رویاں سے کر چندا

بلند آواز سے گھڑیال کہتی ہے کہ اے غافل
گھٹی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اب تک بھی چیتا

مجھ دل کو اپنی زلف بیچ دیکھو سمجھ کے بار[3]
نکلے گا پھر یہ دیر میں پٹّوں دھنسا ہؤا

یہ داؤ کھابڑے کا لگتا ہے لالچی سا[4]
جامیوں سے مل مل اٹکل[5] رہا ہے کھیسا

مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا[6] جب دل کے تئیں ، میں دیکھتا میں رہ گیا

---

۱ ۔ رابطہ اتحاد (مط)
۲ ۔ بندہ خود در خورد سالی (مط) ۔
۳ ۔ دے جا سمجھ کے یار (مط)
۴ ۔ 'لگتا ہے لالچی سا' متن میں نہیں ہے اور مط سے ماخود ہے
کھابڑے = کھاڑے ؟ گھاڑے ؟
۵ ۔ اٹکا ؟
۶ ۔ لے گیا (مط)

ڈوب گئے کئی ملک[1] جب کھولی لبِ دریا پہ زلف
حیف ناحی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

دہن حب لال ہو پادوں سے پی کا
حدا حافظ ہے تب عجبے کے حی کا
ترے رخسار کے پرتو سے اے شوخ
پری خانہ ہؤا گھر آرسی کا

اس مغل زا کے کہو ناپا سے رکھ اس کو عزیز
مول ہے سارے بدحشاں کا یہ بیٹا لعل سا

بہا سستا ہو یا مہنگا نہیں موقوف غلے پر
یہ سب خرمن اسی کے ہیں حدا ہو جس کے پلے پر

شربت ایکل کر نہ زاہد آتشیں لب اس کے چوس
شرم رکھ ڈاڑھی کی کیوں شعلے کنے لےجا ہے پھوس
رنگ میں ہو ہے وراری[2] اور لپٹ ملنے میں گرم
اس طرح کا سا ولا کم یاب ہے جوں اصل سوس[3]

دیکھ موہن تری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف

---

۱ ۔ ڈوب گئے ملک (مح) ڈوب کئی گئے ملک (مط) ۔
۲ ۔ پیکا قراری (مط)۔
۳ ۔ اصل سوس : اصل السوس ، یعنی ملیٹھی ۔

چاند تیرے رو نہ رو خوبی کا کیوں مارے ہے لاف
وہ تو داغی ہے ، ترا حوں مہر رخسارا ہے صاف

— — — —

امردی ساری تم اپنی کر چکے مکتب میں صرف
اب تو خط نکلا ملوگے کیوں نہ اس میں کیا ہے حرف

———

جو کوئی کچھ کہے پگھل جاوے
شمع رو ہے ہمارا موم کی ناک

———

لے جا ہے[1] شہر شہر پھراتا ہے دشت دشت
کرتا ہے آدمی کو نہایت خراب دل

———

پیالہ پیوے ہے سو نہوروں سے
کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

———

نہ سیرِ باغ ، نہ ملنا ، نہ میٹھی باتیں ہیں
یہ دن بہار کے اے جان مفت جاتے ہیں[2]

صحت قافیہ دریں مطلع معلوم نہ می شود، خدا داند کہ شاعر بجای خود چہ فہمیدہ باشد[3] ۔

ہمیں تو بوسہ نہ دینے کہا نہ کہہ کے دیا
جنھوں سے وعدہ کیا ہے[4] انھیں چاہتے ہیں

———

———

۱ - لے جاؤ (مط)
۲ - یوں ھی جاتے ہیں (مط) ۔
۳ - یہ عبارت مط میں شامل نہیں ہے ۔
۴ - کیا تھا (مط)

مت کر اتنا جور اس پر جان آخر دل ہے یہ
ٹک پھڑک لینے دے اس کو، چھیڑ مت، بسمل ہے یہ

چراغ و شمع کی پروا نہ رکھ یہ تجھ کو بالا ہے
نظر کر دل کی آنکھوں سے اندھیرا بھی اجالا ہے

سمجھتے تھے سبھی بنت العنب کو باکرہ یارو
سنو یہ بات بد مستی میں اک دن ہم سے پھوٹی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی میری زندگی ہے

مرے دل کو تو زخمی کر چکے تم
اگر سر چاہتے ہو، یہ جدا ہے

تبسم یہ[1] رقیبوں سے حلل ہے
ترے بھاویں ہنسی میری اجل ہے
کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے، کل ہے

جان ہے، جیوڑا ہے، دل بر ہے
پر یہ مشکل کہ طالبِ زر ہے
لبِ جان بخش آگے تیرے سجن
جو مسیحا کا نام لے خر ہے

---

۱ - لت (مط)

نہ سن واعظ کی بات اے دل تو اپنی دھن میں پکتا ہے
خدا حافظ ترا دوزخ بھی اک شرعی دڑکتا ہے

اگرچہ این شعر خالی از خوبی نیست[1] اما آن بر سر کفر[2] افتادہ است ۔ ہر چند شطحیات شعرا بیش[3] ازاں است کہ در حیز تحریر توان آورد[4] لیکن باوجود شرف اسلام اینہا[5] بسیار بعید می نماید ۔ او سبحانہ تعالیٰ بہ رحمت خود کار کند و بہ گفتار و کردار ما نرود[6] ۔ و این چند بیت دیگر کہ بعد ازین بقلم می آید ہم از ناجی مذکور است :

دو بالا ہو کے مخموری عشق آنکھوں کو ملتا ہے
پیالہ اور بھی پی لے یہ کہ اب دور چلتا ہے[7]

تجھ کو کیوں کر جدا کروں اے جان
زندگانی بہت سی[8] پیاری ہے

نرگس کے بیچ میں ہرگز لاتا نہیں نظر میں
دیکھی ہیں میں نے پیارے آخر[9] تمھاری آنکھیں

---

۱ ۔ شعر خوبی است (مط) 'خوبی' اصلاح قیاسی ہے ، مخ میں 'خالی ار دالیست' ہے ۔
۲ ۔ اما آن سر کفر (مط) اما روں سر کفر (مخ) اصلاح قیاسی ۔
۳ ۔ پیش (مط)
۴ ۔ کہ گفتہ شود (مط)
۵ ۔ 'اینہا' مط سے ماخوذ ہے ۔
۶ ۔ مط میں اس کے بعد صرف 'از ناجی است' ہے ۔
۷ ۔ پیالہ اور بھی پی لے سجن یہ دور چلتا ہے (مط)
۸ ۔ 'سی' مط میں نہیں ہے ۔
۹ ۔ میں نے آخر پیارے (مط)

سخن سن اس بت کافر ادا کا
خیا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

۳۹ - مضمون[1] :

شرف‌الدین ، مضمون تخلص ، از نبائر شیخ فرید[2] شکر گنج قدس سرہ ، بہ جمیع صفات موصوف و بہ ہمہ حسنات معروف بود - مولدش جای است در نواح گوالیار کہ او را جاجیو[3] می گویند - چون سن شریفش از چہل متجاوز گردید دست از قید علائق برداشت و قدم در راہ آزادگی گذاشت و در زینت‌المساجد کہ بر کنار دریای جمن[4] چون از تعمیر زینت‌النساء بیگم[5] است مسکن خود قرارداده[6] ، بہ توکل می گذراند - بسکہ حلیق[7] و خوش صحبت بود اکثری از مردم نما آخر روز بہ طریق سیر

---

۱ - متوفی ۱۱۴۷ھ مطابق ۳۵ - ۱۷۳۴ع (قطعۂ تاریخ از تاباں ، مشمولہ 'دیوان تاباں' صفحہ ۱۷۱ - ۲۷۲)

۲ - از فرزندان حضرت شیخ فرید (مط)

۳ - جاجیو : جاجئو یا جاجو - عالم گیر کی وفات کے بعد تخت نشینی کی جو جنگ ہوئی اس کا پہلا معرکہ شہزادہ محمد معظم (شاہ عالم بہادر شاہ اول) اور شہزادہ محمد اعظم کے درمیان جاجو (متصل اکبرآباد) ہی کے میدان میں گرم ہوا تھا -

۴ - جمن ، اضافۂ مرتب -

۵ - عالم گیر کی بیٹی اور زیب‌النساء کی بہن -

۶ - ''گذاشت ، لب دریا مسجدیست مسمی بہ زینت‌المساجد ، او را مسکن خود قرار دادہ -'' (مط)

۷ - ملیں (مط) حلق (مع) تصحیح قیاسی -

در حلقۂ مجلس او وارد می شدند[1] - بنده نیز دو سہ مرتبہ بخدمت شریفش حاضر شدہام - مدت دہ سال است کہ بال طبعی درگذشت - شعر ریختہ را بہ تلاشِ الفاظ و معنی تازہ می گفت - خدایش بیامرزدا

ہوئے ہیں ہر مژہ سیتی ز بس آنسو ڈھلک دریا
کہیں کیوں کر نہ چشموں کو مری مردم پلک دریا
کرے نہیں[2] نوح کا طوفاں مری آنکھوں کی ہم چشمی
گیا وہ خشک ہو کب کا پہ ہیں یاں اب تلک دریا

افسوں مار جھٹ پٹ لیتی ہیں دل کو انکا
کن ساحروں سے سیکھا زلفاں نے تیری لٹکا[3]
چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پر
کوئی سنے نہ پیارے تیرے قدم کا کھٹکا
سالو کا ریہ ایسے[4] مثلِ تنور مضموں
یک قرص ناں کی خاطر تو کیوں پھرے ہے بھٹکا

---

۱ - اس کے بعد کی عبارت مط میں مختلف ہے : ''چنانچہ سعدی گوید :

ہر کجا بود چشمۂ شیریں
مردم و مور و مرغ گرد آیند

بوقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید و بعالم قدس مسامس گردید - خدایش بیامرزد! شعر ریختہ را.. می گفت - ایں چند بیت ازوست -''

۲ - کر نہیں (مح)
۳ - زلفاں تری نے لٹکا (مح)
۴ - بالو کا رسہ ایسے (مط)

کلی کھلتی ہے واں[1] اس کی جہاں خندوں کا ہو ریلا
ہوا معلوم یوں مجھ کو کہ اب یہ طفل کھل کھیلا

بند شیشے میں کیا ہے تو بھی بھڑکاتی ہے آنکھ
دخترِ رز کی نہیں جاتی ہے ہرگز تاک جھانک

صدق سے بوسہ طلب کرتے ہیں گر باور نہیں
مصحفِ رخسار پر پیارے رکھالو ہم سے بات

چلا آگے سے جب کشتی میں وہ محبوب جاتا ہے
کبھو آنکھیں بھر آتی ہیں کبھو دل ڈوب جاتا ہے
ہمارا اشک قاصد کی طرح یک دم نہیں تھمتا
کسی بیتاب کا[2] شاید لیے مکتوب جاتا ہے

ہم فقیروں میں تمھارا اے میاں[3] کیا کام ہے
تم تو طالب زر کے ہو اور یاں خدا کا نام ہے

نہ یہی فتنہ[4] قد و قامت ہے
ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے

کرنا تھا نقش روے زمیں پر ہمیں مراد
قالیں اگر نہیں تو نہیں بوریا تو ہے

---

۱ - کلی کھلتی وہاں (مح)
۲ - کی (مح)
۳ - اے میاں (مط)
۴ - نہ یہی تحتہ (مخ)

ایک تو تھا ہی وہ مہرو خود پسند
ہو گیا دیکھ آرسی کے تئیں دو چند

خط اس کے آ گیا ہے ، مری ہوئی سفید ریش
ملنے کو اب تئیں وہ نتاتا ہے شام و صبح[1]

۴۰ - احسن :

احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود و برویہ اینہا[2] تلاش لفظ تازہ و ایہام می کرد - اما از بسیاری[3] ہجوم الفاظ معنی شعرش کم تر بہ نظر می آید - ابیاتی کہ بعد غربال کردن دیوانش بہ نظر درآوردہ ام غیر ازین دو سہ بیت بہ نظر نیامدہ[4] :

لام نستعلیق کا ہے اس بت کافر کی زلف[5]
ہم توکافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اسلام کے

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ
کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

۴۱ - مخلص[6] :

میرزا محمد حسین ، متخلص بہ مخلص ، متوطن شاہجہان آباد ،

---

۱ - خط آ گیا ہے اس کے ، مری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام و صبح (سرور)

۲ - و برویہ شعر اینہا (مط)

۳ - ار عایت (مط)

۴ - دیوانش درآوردہ ام ایست (مط)

۵ - بت خوش خط کی زلف (مط)

۶ - مط میں مخلص مذکور کو طبقۂ سوم کے شعرا میں شمار کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو 'مخزن نکات' صفحہ ۵۸)

نبیرۂ وزیر خان مرحوم[1] است کہ در عہد عالمگیر بادشاہ فوجدار بلدۂ سہرند بود - ہر چند خانہ زاد موروثی است لیکن چون ارکان سلطنت از احوال امثال چنین مردم غافل واقع شدہ اند بنا بر این بہ نقد قلیل[2] در رسالہ گزر خدمت می نماید - حق تعالیٰ سلامتش دارد!

سرخ چہرہ[3] ہے نہیں خون کسی کا یارو
باندھیو باندہ مرے لعل پہ بہتان نہ کرو

۴۲ - پیام[4] :

شرف‌الدین‌علی متخلص بہ پیام مرد عزیزالوجود بودہ است - اصلش از خاک اکبرآباد است[5]- شعر فارسی بہ کمال شستگی[6] می گفت - نظم ہای رنگین و نثر ہای متین دارد - احوالش من و عن

---

۱ - یہ حکیم علیم‌الدین انصاری ملقب بہ نواب وزیر خان ہیں جو عہد شاہجہانی میں سات سال تک (۱۶۳۲ع تا ۱۶۳۹ع) پنجاب کے حاکم بھی رہے - آخر میں شاہجہان نے انھیں اکبرآباد کا صوبہ‌دار نامزد کیا تھا اور وہیں ۲ جمادی‌الاول ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱ع) کو ان کا انتقال ہوا - لاہور کی مسجد وزیر خان ان کی زندہ یادگار ہے (ملاحظہ ہو 'نقوش' لاہور نمبر صفحہ ۳۲۳ - ۳۲۷)

۲ - واقع شدہ از بنا بران بہ نقدی قلیل (مط)

۳ - سرخ چہرہ (مط)

۴ - متوفی محرم ۱۱۵۷ھ مطابق ۱۷۴۴ع بمقام دہلی (سفرنامۂ مخلص صفحہ ۱۲ ، و قطعۂ تاریخ از تاباں ، 'دیوان تاباں' صفحہ ۱۷۱)

۵ - اصلش از خاک حیدرآباد است (مح)

۶ - شکستگی (مغ)

داخل تذکرۂ خان آرزو[1] است ، و این دو سہ شعر ریختہ نیز ازوست :

بات منصور کی فضولی ہے
ورنہ عاشق کو آہ سولی ہے

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے
کام عشاق کا تمام کیا
ایک عاشق نظر نہیں آتا
ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

۴۴ - سامان[2] :

میر ناصر سامان تخلص می‌کرد و با کمال بی سر و سامانی می زیست - متوطن جونپور است[3] - در ابتدای سلطنت محمد شاہ بہ دارالخلافت اقامت داشت و اکثر بخدمت خان آرزو ملاقات می‌کرد[4] ، و دیگر احوالش معلوم فقیر نیست - این مطلع و حسن مطلع ازوست :

اُٹھیں کیوں کر نہ اس دل سے بھبوکے
کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے
رقیب اس بھانت جلتے ہیں ہمیں دیکھ
گویا رشتے میں ہیں آس شمع رو کے

---

۱ - یعنی 'مجمع النفائس' (تذکرۂ فارسی گویان مرقومہ تقریباً ۱۱۶۴ھ)

۲ - متوفی ۱۱۴۷ھ مطابق ۱۷۳۴ع (دستورالفصاحت)

۳ - وطن او جونپور است (مط)

۴ - ملاقات می نمود (مط)

۴۴ - بے نوا :

بے نوا تخلص شاعر ظریف طبع است ـ احوالش من و عن معلوم نشده نیست - در ابتدای سلطنت محمد شاه به دارالخلافه شاه جهان آباد رسیده و قصهٔ بلوای کفش دوزان ، که در مسجد جامع پادشاهی بابت کشته شدن کفش دوزی از دست سیبکرن[1] نام جوہری شده بود بخوبی نظم کرده ـ چنانچه مخمس منظومه اش مشہور است ـ گویند که جای به میان شاه مبارک آبرو ، که احوالش گذشت ، در ورود ' ایشان از غایت بی اعتنای متوجه احوال او شدند ـ پس از دیری که باہم چار شدند[2] گفت که

---

۱ - سیبکرن سبھ کرن - ۸ شعبان ۱۱۴۱ھ مطابق ۸مارچ ۱۷۲۹ع کو سبھ کرن کے حکم سے ایک مسلمان کفش دوز ہلاک ہوا جس سے کفش دوزوں اور عام مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ ہوگئے اور نتیجے میں ۱۱ مارچ کو فساد کی جو آگ بھڑکی اس پر بڑی مشکل سے قابو پایا جا سکا (ملاحظہ ہو : 'لیٹر مغلز' از اروِن ، جلد دوم ، کلکتہ ۱۹۲۲ع ، صفحہ ۲۵۷ - ۲۶۳) اس مخمس کے بارے میں حافظ محمود شیرانی کا مضمون ''محمد شاہ کے عہد میں پنجابی جفت فروشوں کے فساد پر بے نوا سامی کا مخمس'' (مشمولہ مقالات شیرانی ، مرتبہ مظہر محمود شیرانی لاہور ۱۹۶۶ع جلد دوم ، صفحہ ۱۳ - ۱۴۵) ملاحظہ ہو ـ

۲ - یہاں تک کی عبارت میں مط میں اختلاف ہے : ''شاعری بود گمنام ، از ساکنان قصبهٔ سیام [سام ؟] شوخ چشم ، ظریف طبع ـ گاه گاه بطریق لطیفه شعر بدیهه می‌گفت و در اوائل سلطنت محمد شاه بدارالخلافت رسید و از ہر یکی که دران عرصه به عرصه بود ملاقی گردید ـ روزی در مجلس مشاعره وارد شد ـ میان شاه مبارک آبرو که احوالش گذشت ، بدو التفاتی کم کرد ، بعد دیری که چار شدند ـ''

''میاں آبرو صاحب شما از احوال مخلصان این ہمہ تغافل می کند کہ گویا جای بین چشم نہ شده الد ۔'' چون ایشان یک چشم نہ داشتند[1] این لطیفہ نہایت بہ موقع[2] افتاد ۔ غرض کہ از ظرایف روزگار بود ۔ خدایش بیامرزدا این یک شعر بنام او مشہور است :

بے نوا ہوں زکوۃ حسن کی دے
او میاں مالدار کی صورت

۴۵ ۔ بیتاب :

محمد اسماعیل ، بیتاب تخلص ، شاگرد میاں یک رنگ بود ۔ گاه گاه فکر شعر می‌کرد[3] ۔ ہنوز نخل استعدادش بپایہ سرسبزی نرسیده بود کہ پامال حوادث روزگار گردید ۔ این چند بیت از وی یادگار است :

نہ ہوتا گر کسی سے آشنا دل
تو کیا آرام سے رہتا مرا دل

تڑپھ کر مر گئی بلبل قفس میں
پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں

۴۶ ۔ فدوی :

محمد محسن، فدوی تخلص، از نجیب زاده ہای دہلی‌است ۔ با میاں مضمون و آبرو صحبتہا داشتہ[4] ۔ در علم موسیقی مہارتی دارد

---

۱ ۔ نداشتہ (مط)
۲ ۔ بغایت موقع (مط) نہایت موقع (مح) تصحیح قیاسی ۔
۳ ۔ مط میں اس کے بعد کی عبارت یہ ہے : ''ہنوز از مرتبہ موزونیت نیامده بود کہ برحمت خدا رفت ۔''
۴ ۔ داشتہ است (مط) ۔

و ستار را بہ ربط نیکو می نوازد[1]۔ گاہی کہ یک دو مصراع ریختہ فکر کند از کمال بیدماغی باستکتاب آن نہ می پردازد ۔ با فقیر آشنا است :

ایک ملنا غیر کا تو چھوڑ نہیں[2] سکتا سجن
دیکھ تو عاشق ہے تیرے واسطے کیا کیا تجا

۴۷ ۔ حاتم[3] :

محمد حاتم ، حاتم تخلص ، ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است ۔ اصل و منشاء وی شاہ جہان آباد است ۔ در روزگار سلطنت محمد شاہ بہ منصب ندیمی و خدمت بکاولی نواب عمدہ‌الملک[4] معمور پایہ[5] امتیاز داشت ۔ بعد فوت او ترک[5] روزگار نمودہ با کمال آزادگی می گزراید[6] ۔ کلیاتش ضخیم است[7] و قریب چہار ہزار بیت کہ ازاں بر سبیل انتخاب برآوردہ و آن را بہ 'دیوان زادہ' موسوم ساختہ است ، چندی پیشتر از نظر گذشتہ ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید ۔ با فقیر آشنا است ۔ حق تعالیٰ سلامت دارد !

---

۱ ۔ اس کے بعد مط میں یہ عبارت ہے:''اینچہ معلوم است از استکتاب اسعار و ابیات خویش متنفر است ۔ با فقیر آشنا است ۔''
۲ ۔ نہیں ، پڑھا جائے گا ۔
۳ ۔ شاہ حاتم ولادت ۱۱۱۱ھ ' وفات رمضان ۱۱۹۷ھ ۔
۴ ۔ یعنی نواب عمدہ الملک امیر خان متخلص بہ انجام (رک ترجمہ ۶۳)
۵ ۔ توکل (مط)
۶ ۔ با کمال آزادی می‌گزراند (مع)—می گزراند (مط) ۔
۷ ۔ اس کے بعد مط میں یہ عبارت ہے : ''و ابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظرگذشتہ ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید ۔ حق تعالیٰ سلامتش دارد!''

دلوں کی راہ میں خطرے پڑے ہیں کیا یارو
کہ چند روز سے موقوف ہے سلام و پیام[1]

———

مت عاشقوں پہ جور و ستم اس قدر کرو
عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو

۴۸ - ثاقب[2] :

شہاب‌الدین ، ثاقب تخلص ، متوطن قصبۂ سیوھارہ است ۔ مشق سخن بخدمت میاں آبرو می‌کرد ۔ سابق برین چہار سال گاہ گاہ اتفاق دیدنش می‌افتاد ، ار چندی مفقودالخبر است[3] ؛ شاید بہ وطن خود رفتہ باشد :

ثاقب کی لاش اوپر قاتل نے آ کے پوچھا
یہ کون مر گیا ہے ، کس کا ہے یہ جنازہ

۴۹ - پاکباز :

میر مکھن ، پاکباز تخلص ، خلف‌الرشید میاں شاہ کمال است ۔ پدر بزرگوارش شیخی[4] تمام دارد ۔ روز جمعہ مجلس سماع بخانہ اش مقرر است ۔ اکثر قوالان شہر در آنجا می‌آیند و دیگر مردم شہر[5] بہ تقریب سماعت نیز حاضر می شوند ۔ نیکو ادا ہای تواجد شیخ

———

۱ - پیام سلام (مط) ۔

۲ - متوفی ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۲ع

۳ - اتفاق دیدنش افتادہ ، الحال مفقودالخبر است (مط) ۔

۴ - سخن (مح) ۔

۵ - 'شہر' مط میں شامل نہیں ہے ۔

مشهور است ۔ بنده در یہاں مجلس[1] خدمت میاں پاکباز ملاقات کرده ام ۔ گویند در مبادی حال فکر شعر می‌کرد و از مصطفیٰ خان یک رنگ اصلاح می‌گرفت ۔ این یک شعر تمام او شهرت دارد :

مجھے رہتے ہیں[2] لت درد و الم گھیرے میاں صاحب
خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں[3] صاحب

۵۰ ۔ ندیم :

میرزا علی قلی ، ندیم تخلص ۔ مولد وی شاه جہان آباد است و در سلک منصبداران گزر بخطاب خانی سرافرازی دارد[4] ۔ سابق برین چند سال اکثر مرثیه[5] حضرت ابی عبدالله الحسین علیه‌الصلوه والسلام به قوت تمام می‌گفت[6] و در مشکل ترین ردیف و قوافی طبع آزمائی‌ها می‌کرد ۔ چنانچه شهرت اشعار مرثیه‌اش[6] گواه عدل این دعوی است ، و بالفعل که گفتن احوال[7] بی ادنائه دلنشین مردم است ، دست ازین کار برداشته ، به نظم[8] شعر ریخته مشغول است ۔ بر احوال فقیر شفقت‌ها کند[9] ۔ حق‌تعالیٰ سلامت دارد!

---

۱ ۔ درمیاں مجلس (مط) ۔
۲ ۔ رہتی ہے (مح) ۔
۳ ۔ 'میاں' مط سے ماخوذ ہے ۔
۴ ۔ اسب ، در فرقه[؟] گذر (گدر ؟) بخطاب خانی سرفرازند (مط) ۔
۵ ۔ به قوت تام و قدرت تمام می‌گفت (مط) ۔
۶ ۔ چنانچه شهرت ابیاتش (مط) ۔
۷ ۔ بالفعل که طور گفتن مرثیه (مط) ۔
۸ ۔ بگفتن (مط)
۹ ۔ ''بر احوال......کند'' مط میں شامل نہیں ہے ۔

جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں
بجائے مو بدن سے آگ کے شعلے[1] نکلتے ہیں

بیقرارِ عشق کو ہے زندگی نقصِ کمال
مر چکے سیماب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

۵۱ - [زکی] :

جعفر علی خان عمدہ و عمدہ زادۂ مقرر است[2] - بہ خوش گوئی و خوش خوئی نظیر نہ دارد - پیش ازیں مثنوی پانصدبیت درتعریف قلیان بر طبق فرمائش محمد شاہ پادشاہ بسیار بہ تلاش نظم کردہ[3]، و حالا ہم گاہ گاہ یک دو بیت ریختہ و فارسی بہ تحریک احبا موزون می کند - بندہ بخانۂ نواب نعمت اللہ خان[4] قراول بیگی پادشاہی خدمتش ملاقات کردہ ام - انواع شعر را بر وجہ اتم می فہمد :

---

۱ - شعلۂ آتش (مط) -

۲ - اس کے بعد مط کی عبارت یہ ہے : ''بطلاقت لسان و عذوبت بیان نظیر ندارد - گاہ گاہ یک دو مصرع ریختہ و فارسی موزون می کند... ...می فہمد''

۳ - قائم کو مغالطہ ہوا ہے - جعفر علی خان موصوف یہ مثنوی مکمل نہیں کر پائے تھے - شاہ حاتم نے اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا اور یہ مثنوی ان کے 'دیوان زادہ' میں شامل ہے -

۴ - یہ نعمت اللہ خان ثانی ہیں جو نعمت اللہ خان اول (متوفی ۱۱۴۷ھ مطابق ۱۷۳۵ع) کے بیٹے اور عالمگیری عہد کے میر بخشی' روح اللہ خان اول (متوفی ۱۱۰۳ھ مطابق ۹۲-۱۶۹۱ع) کے پوتے تھے - ان کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی لیکن قائم کے کہے ہوئے ایک قطعۂ تاریخ کی رو سے یہ ۱۱۹۶ھ تک بہرحال بقید حیات تھے - قائم نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ اور ایک رباعی بھی کہی ہے (ملاحظہ ہو : 'کلیات قائم' مرتبہ راقم، جلد دوم ، صفحہ ۲۹۹)

نہ ہو کھوجی اٹھو کے کاروان و منزل و رہ کے[1]
خدا جانے کدھر یہ بے سر و پا جائیں گے[2] بہہ کے

۵۲ - بہار :
ٹیک چند ، قوم او زرگر بود ، بہار تخلص می کرد - اکثری از علوم را بہ درستی ورزیده[3] علی الخصوص در تحقیق لغت دست وافی داشت - چنانچہ خودش دریں باب کتابی کہ بہ 'بہارعجم' موسوم است تصنیف کرده[4] و ازین قبیل چند تصانیف دیگردارد و خود را از تلامذۂ خان آرزو می کرد[5] - چون خان موصوف 'سراج اللغات' تصنیف فرمودند بعضی غلطی ہا بر آورده ، ایشان از غایت انصاف کہ خاصہ[6] کمال است دخلہای وی جائز داشتند[6] - اکثری شعر فارسی می گفت و گاہ گاہ دو سہ بیت ریختہ نیز موزون می نمود :

وہی اک ریسمان ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ ، کہیں زنار کہتے ہیں

ہمیں واعظ ڈراتا کیوں ہے تو[7] دوزخ کے دھڑکوں سے
معاصی گو ہمارے بیش ہیں ، کچھ مغفرت کم ہے

---

۱ - نہ ہو کھوجی ہمارے آنسوؤں کے مرل و رہ کے (مط)
۲ - جائیں ہیں (مط)
۳ - می کرد - علم منطق و معانی مع دیگر علوم بہ درستی ورزیده (مط)
۴ - چنان چہ دریں باب خودش کتابی تصنیف کرده کہ نامش بہ خاطر نیست (مط)
۵ - ''و خود ۰۰۰۰ می کرد'' مط میں نہیں ہے اور اس کے بعد ''وقتیکہ خان آرزو 'سراج اللغت' تصنیف می کردند'' ہے -
۶ - دخلہای وی خان (؟) برداشتند (مط)
۷ - 'تو' اضافہ' مرتب -

یہیں معلوم کیا حکمت تھی[1] شیخ اس آورینس میں
مجھے ایسا خراباتی کیا ، تجھ کو مناجاتی

۵۳ - عاصمی :

خواجہ برہان الدین ، عاصمی تخلص ، مردی از نبائر خواجہ احرار است - در کمال دانائی و ہشیار خرامی و بذلہ گوئی و نادر کلامی مستثنائی روزگار بود - در عالم جواہر شناسی بصارت تمام داشت - مولدش شاہ جہان آباد است در محلہ بہادر پورہ کہ واقعہ شہر نو است و بہ اعزاز و امتیاز بسر می برد ، و اکثر فکر شعر مرثیہ می کرد ، و گاہ گاہ بپاس خاطر احباب دو سہ بیت ریختہ[2] نیز موزوں می نمود - سابق برین دو سال[3] ازجہان رفت - با فقیر خوششہا داشت - خدایش بیامرزد! ازوست :

چمن کے تخت اوپر جب[4] شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا ، غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ[5] نہ تھا جز خار گلشن میں
بتایا[6] باغباں رو رو کے یاں غنچہ تھا ، یاں گل تھا

۵۴ - حشمت :

محمد علی ، حشمت تخلص ، از مرد مشاہیر بود - حیا و حمیت

---

۱ - ہے (مط)

۲ - بیت غزل (مط)

۳ - یعنی 'دو سال سابق برس -'

۴ - تخت پر جس دن (مط)

۵ - جو جا دیکھا (مط)

۶ - بتاتا (مط)

و ادبایپ و آدمیت زائد الوصف داشت[1] ۔ سابق برس دہ سال[2] بہ رفاقت قطب الدین علی خان کہ آوازۂ شجاعت وی[3] دراطراف و اکناف شہرتی عظیم دارد و معہذا بہ شرح و بسط احوالش تنگ حوصلگی ہای ایں اوراق برنمی‌تابد ، بہ سمت چکلۂ مراد آباد رفتہ بود ۔ چون در آں جا با فوج سعداللہ خان[4] پسر نواب علی محمد خان افغان ہای جنگ بہ میان آمد ، مع خان مذکور

---

۱ ۔ از مردم کشمیر بود ، حیا و حمیت و آدمیت خلاف کلیہ وطن داشت ۔ (مط)

۲ ۔ دو سال (مط)

۳ ۔ کہ آوازۂ سخاوت و شجاعت وی (مط)

۴ ۔ نواب علی محمد خان روہیلہ (متوفی ۱۵ ۔ ستمبر ۱۷۴۸ع) کے تیسرے فرزند کا نام سعد اللہ خان تھا اور والد کے انتقال کے وقت ان کے دو بڑے بھائی عبداللہ خان اور فیض اللہ خان کیوں کہ قندھار میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے اس لیے ان کی واپسی تک یہ گدی نشیں اورحافظ رحمت خان ان کے ریجنٹ قرار پائے ۔ مط میں 'سعیدالدولہ' درج ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے ۔ روہیلوں اور قطب الدین علی کے مابین یہ معرکہ ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ع) کے اوائل میں ، مراد آباد سے ۳۸ میل جانب شمال مغرب دھام پور کے مقام پر ہوا جس میں قطب الدین کام آئے (ملاحظہ ہو جادو ناتھ سرکار'زوال سلطنت مغلیہ'طبع سوم ۱۹۶۴ع ، جلد اول صفحہ ۲۳۵-۲۳۷) تاباں نے اپنے استاد حشمت کی جو تاریخ وفات کہی ہے اس سے ۱۱۶۱ھ برآمد ہوتے ہیں (دیوان تاباں صفحہ ۲۷۳ - ۹۷۶) مط میں اس طرح ہے ''در آں جا با فوج علی محمد روہیلہ ہای جنگ بہ میان آمد یہاں جا مع خان مذکور بہ جرات تمام کشتہ شد ۔''

'با فقیر دوستی با داشت' بھی مط میں شامل نہیں ہے ۔

به جرأت مردانه کشته شد ۔ خدایش مغفرت کناد[1] با فقیر دوستی ها داشت :

خط نے ترا حسن سب اڑایا
یہ سبزہ قدم کہاں سے آیا

۵۵ ۔ شفا:

حکیم یار علی ، متخلص به شفا ، جوانی است مستعد و کم و بیش از همه جا آشنا علی الخصوص در فن طبابت دست خوبی دارد[1] ۔ گاه گاه دو سه بیت ریخته و فارسی نیز می گوید[2] ۔ بهرحال مرد عزیز است ۔ هر جا که ملاقات می‌نماید بسیار بروی کرم پیش می آید ۔ خدایش زنده داراد!

جوں ڈانک کے دیے سے دوبالا کھلے ہے یاقوت
چمکا ہے رنگ پاں سے جوہر ترے لباں کا

۵۶ ۔ حشمت[3]:

محتشم علی خان ، حشمت تخلص ، اصلش از شاه‌جهان‌آباد است ۔ پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردم[4] مشاهیر بود ۔ گاه گاه دو سه شعر ریخته و فارسی نا کمال و نوکاری[5] می‌بست و در سالک هر مصرعش گوهر معنی آبدار[6] می‌سفت ۔ قبل ازین هفت سال[7] به مرگ دفعتاً از جهان رفت ۔ اوتعالی رحمتش کناد[1] ازوست :

---

۱ ۔ دست خوبی داشت (مط)
۲ ۔ نیز می‌گویند (مج)
۳ ۔ متوفی ۱۱۶۳ھ (مجمع النفائس)
۴ ۔ مردمان (مط)
۵ ۔ نا کمال تازگی (مط)
۶ ۔ معنی نایاب (مط)
۷ ۔ یعنی 'هفت سال قبل ازین'

نکہتِ گل نے جگادا کسے زندان کے بیچ
پھیر زعفیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دوانے کی خبر لو
اگر زعفیر کرنا ہے تو کر لو

۵۷ - مخلص:

راجہ نند رام ، مخلص تخلص[1] ، قوم کھتری ، وکیل نواب اعتمادالدولہ مغفور[2] بود ۔ باوجود مرجعیت خلق و کثرت جواب و سوال و دربار روی[3] صبح و شام شعر فارسی بہ درستی تمام می گفت و بہ خدمت خان آرزو ہنگامۂ موافقت[4] گرم داشت و مسودۂ سخن نیز بہ خدمت ایشان می کرد ۔ چون رواج فن ریختہ بسیار دید خودش ہم چہار بیت ازین قسم موزون نمود[5] ۔ چنان چہ این شعر ازوست :

---

۱ - مخلص کا صحیح نام 'انند رام' تھا ۔ ان کا سال ولادت ۱۱۱۱ھ اور ۱۱۶۴ھ سال وفات ہے (سفر نامۂ مخلص) ۔
۲ - یعنی نواب اعتمادالدولہ قمرالدین خان نصرت جنگ بہادر وزیر محمد شاہ بادشاہ ، جو احمد شاہ ابدالی کے خلاف مانو پور (سرہند) کے معرکے میں کام آئے (۲۱ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۷۴۸ع) ان کے خلف اول ، جن کا اصل نام میر نظام الدین خان تھا ، وہ بھی آگے چل کر 'قمرالدین' اور 'اعتمادالدولہ' کے علاوہ 'انتظام‌الدولہ خان خانان' کے خطابات سے سرفراز کیے گئے تھے ۔
۳ - 'خلق' اور 'روی' مط میں نہیں ہیں ۔
۴ - موافقی (مہ)
۵ - موزون کرد (مط)

دھوم آونے کی کس کے گوار[1] میں پڑی ہے
ہاتھ ارگجے کا پیالہ نرگس لیے کھڑی ہے

۵۸ - نادر :

نادر تخلص جوانی بود باوجود[2] نادرہ گوی شعر بہ ندرت می‌گفت و اکثری از خطوط خوب می‌نوشت ۔ ظاہرا در سلک احدیان پادشاہی سر افرازی داشت ۔ قبل ازیں دو سال[3] درکوٹلہ[4] فیروز شاہ کہ از قدیم مسکن وی بود مسلول شدہ انتقال نمود :

زلف کو کہنا پریشاں عقل سے دوری ہے یہ
ہر گرہ میں دل ہے اس کی ، گانٹھ کی پوری ہے یہ

دلبر کہیں جو چشم سے عاشق کی دور ہیں
دل مل رہے ہیں چشم کا ملنا ضرور ہیں
لپٹی ہی جاہے مکھڑے سے خورشید رو کی زلف
ایسی نڑی ہوئی یہ ذرا بھی شعور ہیں[4]

۵۹ - سجاد :

میر سجاد جوانی است مستعد ، متوطن شاہ جہان آباد ، بہ صفات حمیدہ موصوف و اخلاق[5] پسندیدہ معروف ۔ صنائع لفظی را بہ تلاش ہائی معنی مقارن نشاندہ[6] و معنی را بہ وساطت الفاظ رنگین بہ اوج سربلندی رساندہ ۔ قطعہ :

---

۱ - گلشن (مح)
۲ - 'باوجود' مط میں نہیں ہے ۔
۳ - یعنی دو سال قبل ازیں ۔
۴ - یہ مصرع مح میں شامل نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔
۵ - اخلاص (مخ)
۶ - بہ تلاشہائی معنی مقارن معنی نشاندہ (مط)

شعر کر وصفِ چشم میں وہ کہے
وہ ہے معنی میں اس کے یوں ابہام[1]
کر تو باور کہ جس طرح دو مغز
ہو ہیں توام میانِ یک بادام

ابیات دیوانش قریب ہفت صد شعر در نظر درآمدہ ، شعر
بے حاصل کم در می درآید[2] و از آنجا کہ فرمان نویسی پادشاہی
است گاہ گاہ بہ دربار معلیٰ می آید ۔ خدایش سلامت در عہدۂ
بدارد! از وست :

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یاں کوئی
مر جائے گر ستم سے تو کہتے ہیں حق ہوا

ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ
لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے ڈھیر[3]

تھکی بس بس کہ تری راہ دیکھ دیکھ[4] کے چشم
مژہ سے اُن کو[5] مژہ تک ہوئے ہیں کالے کوس

رہا تو زلف بس جا دل پہ ڈر ہے آنکھوں کا
ہیں یہ خونی و خوں خوار و خانہ جنگ پڑوس

کس طرح کوہ کن پہ گزریں گی
ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں

---

۱ ۔ ابہام (مح) ۔
۲ ۔ اس کے بعد کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے ۔
۳ ۔ ڈھیر ڈھیر : دھاڑ دھاڑ (مط میں 'دہر دہر' ہے) ۔
۴ ۔ راہ دیکھ (مح) راہ دیکھ دیکھ (مط) ۔
۵ ۔ ان کے (مط) ۔

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف
روز سیاہ و نالۂ شب گیر ہے یہ زلف

اگر وہ صبح کو صحرا کسی کا لینے کو
نکل کے گھر ستے آوے تو ہم سلام کریں

شب سحر میں میرے حلیے کی قدر
مہیں پوچھتی شمع اس کو سمجھاؤ

میرا جلا ہوا دل مہیں آس مرہ کے لائق
اس آبلے کو ناحق کانٹوں میں کھسنتے ہو

عشق گردش بہ آسمانی ہے
یہ بلا کوئی ناگہانی ہے
رات اور زلف کا یہ افسانہ
قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے

مرحی لب ہر آن میں کچھ ہے
یوں کچھ اور رنگ پان میں کچھ ہے
اس زمانے کی دوستی کا رنگ
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے[1]

---

۱ ۔ مط میں اس کے بعد یہ شعر زائد ہے :
مہیں پہنچتی ہے جب تئیں اس آشیاں تلک
تب تک ہماری خاک کی مانی خراب ہے

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز
یوسف اپنا پیرہن تہہ کر رکھے

دل کی جمعیت نہ کھو اب کھول کر
ہوتے ہے[1] غنچہ پریشاں بول کر
بند میں مت ہو دوانے عقل کے
کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

۹۰ - دانا :

فضل علی ، دانا تخلص ، مولد وی شاہ جہان آباد است ۔ اما کہ رتبہ و حالت اوست شاعری دون مرتبہ است ۔ بخدمت مولوی برہان الدین کہ از مشائخ کبار این زمان است نسبت ارادت درست کردہ[2] بہ کمال آزادی و آزاد وضعی می‌گذراند ۔ ہر چند بظاہر در ذیل خواصان بادشاہی پابند علاقۂ روزگار است لیکن در حقیقت از ہمہ چیز دست بردار ۔ گویند روزی در لشکر نزدیک سراپردۂ خاص ہمراہ آشنایان[3] دربار نشستہ چیزی می‌خورد ؛ درین اثناء حضرت ظل سبحانی با دو سہ خواجہ سرا از توی خیمہ[4] برآمدند : دیگران دست و پا گم کردہ ، از سر طعام برخاستند مگر این دانا کہ از جای خود حرکت نہ کرد ۔ حضرت کہ چنین ملاحظہ کردند باز داخل سراپردہ[5] شدند ۔ روز دوم کہ این عزیز باریاب مجرا گردید پادشاہ فرمودند کہ

---

۱ - ہوتی ہے (مط)
۲ - نسبت ارادت درست (مط)
۳ - نزدیک سرانچۂ خاص بہ ہمراہ آشنایان (مط)
۴ - از سوی خیمہ (مط)
۵ - سرانچہ (مط)

"پس بیا!" چون نزدیک رفت ارشاد شد کہ "ای شکم پرور! دیروز ما بدولت و اقبال برآمدیم و تو از سر طعام برنخواستی؟" عرض نمود کہ فی‌الواقع تقصیر وارم لیکن در آن وقت مشغول تعظیم شخصی بودم کہ تعظیم ولی نعمت ہم وابستۂ تعظیم اوست۔ وکامہ را قسمی بر زبان راند کہ بر دلہا موثر افتاد و حضرت از عایت انصاف بر استقامت وی آفرین ہا خواندند و تکلیف نوکری او را معاف[1] فرمودند۔ غرضیکہ عجب کسی است۔ با فقیر دم دوستی دارد۔ این چند بیت از نتائج فکر اوست:

ہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی توحید میں مصرع سرِ دیوان ہے میرا

مقابل بیٹھ کر میرے مجھے باتوں ہی میں بہلا
مرا دل لے گیا حجام کا سر کے تئیں سہلا
ترے چہرے کی گرمی سے ہوئیں بیمار یوں آنکھیں
کہ جوں خورشید کی تابش سے جاتے ہیں ہرن کمہلا

سلیمان نام نوجوانیست کہ در حسن و جمال عدیم‌المثال است دلش فریفتہ او بود؛ چنانچہ درین شعر نام او آوردہ از دانا است:

اے سلیماں با خبر ہو ملک خوبی کو سنبھال
خط کا پہنچا حسن سے لڑنے کو تیرے مور چال
سادہ لوحی میں جو کچھ کہتا تھا تو سنتے تھے ہم
اب تو خط نکلا ترے اے شوخ ٹک منہ کو سنبھال

---

[1] اس کے بعد کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے۔

نہ چاٹے خون کو جس روز میرے اس کے فاقہ ہے[1]
رگ گردن سے میری اس کے خنجر کو علاقہ ہے

تھا انتظار مرا پیارے مثال آئینہ
تمام عمر پلک سے مری پلک نہ لگی

ہیں منے کی کیوں رگڑے ہے سر سجدے میں اے زاہد
لکھی[2] جو بات ماتھے پر مقرر وہ تو پیش آئے[3]

جب گفتگو میں تم نے غنچے سے منہ کو کھولا
جھڑتے ہیں پھول گویا کیا بات ہے تمھاری

۶۱ ۔ امید :

قزلباش خان ، امید تخلص ۔ معل ولایت از نجبای ایران زمین است ۔ تمام عمر در عیاشی و عاشق پیشگی بسر کردہ ۔ در سنہ احد شہید مرحوم (کذا)[4] ببادر بعرقہ ایران نہ ممالک ہندوستان افتاد ۔ خوش طلعتان ایں جا نہ گزاشتند کہ باز بہ وطن خود رود ۔ ہمیشہ مصروف گپ زدن و لطیفہ گفتن نایسہا بود ۔ علی الخصوص

---

۱ ۔ نہ چکھے خون کو جس روز وہ تو اس کو فاقہ ہے (سرور)
۲ ۔ لکی (مط)
۳ ۔ آئی (مط)
۴ ۔ در سنہ احدی امید مرحوم ؟ سنہ احدی سے مراد ۱۱۰۱ھ ہوسکتا ہے ۔ آزاد بلگرامی کا بیان ہے کہ محمد رضا المتخلص بہ امید (قزلباش خان خطاب) عالمگیر کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے اور دارالخلافہ شاہ جہان آباد میں ۹ جمادی الاول ۱۱۵۹ھ کو انتقال فرمایا ۔

نور بائی را از خوبان روزگار[1] بسیار دوست می‌داشت ۔ چنانچہ روزی بائی مذکور بہ خانہ اش مہمان بود ۔ اتفاقاً درہنگام اختلاط مذکور طبابت میان[2] آمد ۔ گفت ''خان صاحب ! درین امر چہ می فرمایند ؟'' متبسم شدہ ، جواب داد ''حکیم پوچ[3] می گویند[4] اگر از من می پرسید برای شما حجامت بسیار مناسب است چون برای دفع آشوب چشم پس سر[5] حجامہ گذاشتن معمول اطبا است'' ۔ این لطیفہ بغایت موقع افتاد[6] ۔ غرض زندگی دہ روزہ را بنوعی بسر بردہ کہ رشک عمر نوح میتوان گفت و دیوانش در فارسی صحیح است ۔ این دو سہ بیت ریختہ نیز موزون کردہ از اوست :

یار بن گھر میں عجب صحبت ہے
در و دیوار سے اب صحبت ہے

ٹال دیتا ہے ہنس کے باتوں میں
رو کے کہتا ہوں جب میں اپنا حال

---

۱ ۔ خوباں جہاں (مط)

۲ ۔ درمیاں (مط)

۳ ۔ لوچ (مع)

۴ ۔ می گوید (مط)

۵ ۔ 'پس سر' مط میں نہیں ہے ۔

۶ ۔ اس کے بعد کی عبارت مط میں اس طرح ہے : ''غرض زندگی دہ روزہ بہ خلاف اہل دانش بنوعی بسر برد کہ رشک عمر نوح میتوان گفت ۔ او تعالیٰ رحمتش کناد!''

۶۲ - انسان[1] :

اسد یار خان ، المتخلص بہ انسان ، ساختہ و پرداختہ[2] نواب امیر خان[2] در کمال فطرت و فطانت و نہایت[3] تمکین و متانت شہرۂ آفاق بود - چون نواب مسطور بنا بر آزردگی آصف جاہ[4] بہ صوبہ‌داری الہ آباد تشریف فرمودند[5] این دنیا را بہ صلح بعضی امور در حضور پر نور[6] مقرر نمود - از انجا کہ مصاحب درست واقع شدہ بود در چند گاہ[7] بہ دل بادشاہ عمران پناہ جا گرفتہ ، مخاطب بہ خطاب اسدالدولہ[8] بہادر گردید - ہر چند بنا بر کثرت اشتغال امور ملکی دماغ شعر و شاعری نداشت[9] لیکن گاہ و بے گاہ بر سبیل تفنن دو سہ بیت ریختہ و فارسی می‌گفت - چنان چہ این دو بیت ریختہ[10] ازوست :

---

۱ - اسدالدولہ اسد یار خان انسان معروف بہ میر خکمو کا ۱۵ - اپریل ۱۷۴۵ ع کو دہلی میں انتقال ہوا اور آگرے میں دفن ہوئے -
۲ - یعنی عمدہ الملک نواب امیر خان انجام (ترجمہ ۶۳)
۳ - غایت (مط)
۴ - 'بنابر آزردگی آصف جاہ' مط میں نہیں ہے - آصف جاہ سے مراد امیرالامرا نواب چن قلیچ خان مخاطب بہ نظام الملک آصف جاہ اول (متوفی ۲۱ - مئی ۱۷۴۸ع) ہیں -
۵ - فرمود (مط)
۶ - یعنی محمد شاہ بادشاہ -
۷ - در عرصۂ چند روز (مط)
۸ - اسداللہ (مخ)
۹ - مط میں اس کے بعد صرف 'مطلع ازوست' درج ہے -
۱۰ - مخ میں بھی دو کی بجائے ایک ہی بیت درج ہے - معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف اضافہ کرنا چاہتے تھے اور نہ کر سکے یا کتابت ہونے سے رہ گیا -

جہاں کے بیچ اپنے آپ میں ہر ایک یکا ہے[1]
نظر کر دیکھ مشت خاک میں کیا کیا جھمکتا ہے

۶۳ - انعام[2] :

نواب امیر خان ، تخلص وی انجام است، از نبائر شاہ نعمت اللہ ولی بود - آبایش[3] در ہندوستان بشرف امارت و وزارت در ہم چشمان خود اعزاز و احترام داشتند و خودش نیز[4] در زمان سلطنت محمد شاہ پادشاہ بہ منصب ہفت ہزاری[5] و خدمات متعددہ سرافرازی داشت - پیش آمدش در حضور اقدس اعلیٰ موجب حسد و غبطۂ معاصرانش بود - چنان چہ بعد انقضای ہنگامۂ نادرگردی بہ سبب رنجش نواب آصف جاہ[6] بہ صوبہ داری الہ آباد رفت ، و بعد از چندی کہ حضرت ظل سبحانی[7] فرمان طلب برای او فرستادند در جواب آن عرضی کرد و مطلع ریختہ کہ بعد ازین مرقوم خواہد شد ، موزون نمودہ در عبارت آن مندرج ساخت -

---

۱ - مجموعۂ نغز میں پہلا مصرع اس طرح ہے .
زمیں و آسماں اور مہر و مہ سب تجھ میں ہیں اساں

۲ - انجام ۲۳ ذی حجہ ۱۱۵۹ھ (۲۵ دسمبر ۱۷۴۶ع) کو دہلی میں قتل ہوئے -

۳ - عیالش (مط)

۴ - 'نیز' مط میں نہیں ہے -

۵ - مخ میں ''وخدمات'' تا ''معاصرانش بود'' میں ربط نہیں ہے - اس لیے یہ عبارت مط سے ماخوذ ہے - مخ کی عبارت یہ ہے :
''موجب حسد و غبطہ و خدمات متعددہ سرافرازی داشت - پیش آمدش در معاصرانش بود -''

۶ - یعنی نظام الملک آصف جاہ اول -

۷ - یعنی محمد شاہ بادشاہ ، متوفی ۲۷- ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۵- اپریل ۱۷۴۸ع

آخر الامر بنوشتۂ وزیر مرحوم اعتمادالدولہ[1] بحضور آمد ـ سہ سال بر آن تمام[2] نہ کشید[3] کہ قضا برگِ پان بہ صورت جمدھر فولاد ساختہ ، بدستِ غلام نمک حرام در عین[4] جالیِ دروازۂ قلعۂ پادشاہ برای رخصت روح او فرستاد ـ حق تعالیٰ رحمتش کناد! ازوست :

اب بھی احسان ہے تیرا جو نہ ہوں آزاد ہم
پھر چمن میں جائیں کیا منہ لے کے اے صیاد ہم

۹۴ ـ گرامی[5] :

میرزا گرامی خلف عبدالغنی بیگ قبول[6] ، از مردم کاشمیر است ـ شعر فارسی بہ وضع خود بسیار مرتب می گفت چنان چہ احوالش من و عن داخل تذکرہ ہای فارسی است و از آن جا کہ چیز ہای چند از قبیل شعبدہ و نیرنجات[7] بدست آوردہ عالمی[8] را تاب میداد و بہ طور ملاحدہ[9] و زندقہ[10] با کمال بی معنی و بے باکی می زیست ـ ہموارہ مطعون زبان

---

۱ ـ ملاحظہ ہو دیلی حاشیہ آنند رام مخلص (ترجمہ ۷۵)
۲ ـ تمام دران (مط)
۳ ـ نگذشتہ (مح)
۴ ـ ار عین (مط)
۵ ـ میرزا گرامی ، متوفی ۱۱۵۹ھ (سرو آزاد)
۶ ـ قبول ، متوفی ۱۱۳۹ھ
۷ ـ نیرنگات (مط) نیرنج ، نیرنگ کا معرب ہے ـ
۸ ـ عالم (مح)
۹ ـ ملاحدۂ بے باکی (مح)
۱۰ ـ صندقہ (مط و مح)

ارباب تحقیق می بود ۔ در آخر سلطنت حضرت فردوس آرام گاہ[1] حرف وجودس گزلک فنا از صفحۂ روزگار برداشت ۔ گویند این شعر ریختہ، ازوست :

حاضری بن محل نہیں کھاتا
بیگمی ہے پنیر منعم کا

۹۵ ۔ کمترین[2] :

کمترین از قوم افاغنہ از قبیلۂ ترین بود و بہ ہمیں نسبت کمترین تخلص می نمود ۔ در عالم ہزل گوئی وہجو پردازی نظیر خود نداشت ۔ چناں چہ قریب بصد شعر درمذمت[3] اہل حرفہ بر سبیل 'شہرآشوب' از وی یادگاراست ۔ مدت العمر در دارالخلافہ بسر بردہ آخرحال در سرکار وزیرالممالک نواب غازی الدین خان[4] بہ مواجب در خور می گذرانید ۔ در ہمیں سال از جہان رفت :

سودا کھرا ٹھٹھرنے مجھ پاس کر لیا ہے (کذا)
ایسا لگاؤں خود سری کو بھول جائے (کذا)[5]

---

۱ ۔ یعنی محمد شاہ بادشاہ ۔

۲ ۔ کمترین دہلوی کا نام قاسم نے 'پیرخان' اور سرور نے 'امیرخان' بیان کیا ہے ۔

۳ ۔ خدمت (متن)

۴ ۔ ۲ ۔ جون ۱۷۵۴ء کو نواب عمادالملک غازی الدین خان نے مرہٹوں کی مدد سے قلمدان وزارت پر قبضہ کیا ، اس کے بعد مغل تاجدار احمد شاہ کو تخت سے اتار کر بینائی سے محروم کیا اور شہزادہ عزیز الدین کو عالم گیر ثانی کے لقب سے تخت نشین کیا (ملاحظہ ہو 'زوال سلطنت مغلیہ' ازسرکار ، طبع سوم ۱۹۶۴ء، جلد اول ، صفحات ۳۳۸ ۔ ۳۳۹ ؛ نیز ترجمۂ نظام ۸۶)

۵ ۔ یہ شعر مط میں شامل نہیں ہے ۔

اگر بھالڈوں سے متصدی' نہیں ملتے ہیں ذاتوں میں
تو کیوں پیسے کما تے ہیں یہ نقلیں کر براتوں میں

پلا کر مست تمرائی کو تاڑی
اکاڑی اصطبل کے حا پچھاڑی

---

۱ - عقدے (مط)

طبقهٔ سوم

دربیان اشعار و احوال شعرای متاخرین

بر متتبعان فن ریختہ مخفی و محتجب نہ ماند کہ آنچہ الحال اشعار و احوال شعرای متاخرین نوشتہ می آید طرز کلام این ہا مابا بروبۂ شعر فارسی[1] است ـ چنان‌چہ جمیع صنائع شعری کہ قرار دادهٔ اساتذهٔ اسلاف است ، بکار می‌برند و اکثری از ترکیبات فرس کہ موافق محاورهٔ اردوی معلی مانوس گوش می نماید[2] ، منجملہ جوار الابیان می‌دانند الا ترجمان زبان مغل بہ ریختہ کردن مقبوح است چہ دریں صورت صحت زبان یکی از ہر دو نمی‌ماند و اگر بعضی از اصطلاح کہ زبان زد مردم فصحای این دیار بود کرده آید چندان مضائقہ ندارد ، اما اتباع و تقلید کسان طبقهٔ اولی کہ یک مصرع شان ریختہ و دیگری فارسی است ، و در بعضی مقام ریختہ و فارسی را بالفاظ[3] غیر مانوس مخلوط ہم ساختہ مذموم[4] محض می‌انگارند ـ بہر حال این مبحثٔ طویل الذیل را[6] موقوف بر سلیقهٔ شاعر باید نمود

---

۱ - بروبهٔ فارسی (مط)

۲ - می یابند (مط) می نمایند (مح)

۳ - ریختہ فارسی بالفاظ (مط)

۴ - ہم مذموم ساختہ (مح)

۵ - منتخب (مط)

۶ - 'را' اضافهٔ مرتب ـ

و بیش ازیں بر صداع سامعان نباید افزود کہ اگر در خانہ کس است اشارتی بس است ۔

۶۶ ۔ فقیر[1] :

گوہر یکتائی بحر[2] سیادت ، لعل بی[3] بہای کان نجابت ، علت غائی وجود سخن ، ملہم معنی آسمان مسکن، افضل الفضلا ، افصح الفصحا میر شمس الدین فقیر سلمہ اللہ تعالی ، مردی از خاندان بزرگ در نہایت فضل و کمال است ۔ پسر نواب سادات[4] خان امیرالامرای عہد میرزا احمد کہ عبارت از سیف الدولہ بہادر است مشق سخن بخدمت آن سید جلیل القدر می نمود ۔ چون مستغنی المزاجش یافت نقدی مبلغ صد و بست روپیہ بی تکالیف نوکری بہ فرقۂ احدیان بادشاہی[5] بہ مساجت تمام بنام او مقرر ساختہ ؛ ہر چند لاائقش نہ بود

---

۱ ۔ حج بیت اللہ سے واپسی پر ۱۱۸۳ ھ میں فقیر کا جہاز غرق ہوگیا تھا ۔

۲ ۔ 'بحر' مط میں نہیں ہے

۳ ۔ 'ی' مح میں نہیں ہے ۔

۴ ۔ 'سادات' مح میں نہیں ہے اور مط میں 'سعادت' ہے ۔ سادات خان ثانی یعنی نواب صلابت خان ذوالفقار جنگ ، خلف سادات خان مرحوم سیری ، مغلیہ دربار میں ایرانی پارٹی کے اہم رکن اور صفدر جنگ کے دست راست تھے ۔ موصوف دو مرتبہ میر بخشی کے منصب پر فائز ہوئے ۔ پہلی بار جون ۱۷۴۸ع سے جون ۱۷۵۱ع تک احمد شاہ کے عہد میں اور دوسری بار عمادالملک کے عہدۂ وزارت پر قابض (۲ جون ۱۷۵۳ع) ہونے کے بعد چند ماہ کے لیے عالمگیر ثانی کے عہد میں (پھر صمصام الدولہ ثانی کو یہ منصب عطا ہوا اور وہ ۱۷۵۷ع کے اوائل تک امیرالامرا رہے) ۔

۵ ۔ 'بادشاہی' مط میں نہیں ہے ۔

لیکن برای احتیاجات ضروری کہ انسان را[1] ازو گریز نیست طوعاً و کرھاً قبول نمودہ ۔ غرض در فن شعر فارسی فکر رسای دارد و بنا بر تفنن طبع دو سہ بیت از قبیل ریختہ نیز[2] می فرماید ۔ چنان‌چہ این چند بیت ازوست :

ترا منہ دیکھ بلبل گل ستے بیزار ہوجاوے
اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہوجاوے

زندگی موجِ آب ہے گویا　　دم کا آنا حباب ہے گویا
خال تیری بیاضِ گردن پر　　نقطۂ انتخاب ہے گویا

۶۷ - مظہر[3] :

مرہم گزار سینۂ ریش ، بمعنی پادشاہ و بہ صورت درویش ، معنی آگاہ ، عارف‌باللہ ، میرزا جان جانان مظہر سلمہ‌اللہ تعالیٰ ، عالم و عامل ، عارف و کامل ، سرآمد ارباب تحقیق و پیش‌رو اہل تدقیق است[4] ۔ اگر در نازک مزاجی و میرزائی ہمرنگ نکہت گلشن دانند ، بجا است ؛ و اگر در زمزمہ سازی و سخن طرازی ہم آہنگ بلبلش خوانند ، رواست ۔ عذوبت بیانش از طوطی ہندوستان[5] می پذیرد و طلاقت اسانش ار مرغ بوستان خراج می گیرد ۔ در ظاہر و باطن مرتبۂ رفیع و شان[6] عظیم دارد ۔ در اوائل جوانی کہ مقتضای آن ظاہر است نہ شعر و شاعری

---

۱ - ایشان را (مح)
۲ - 'نیز' مط میں نہیں ہے ۔
۳ - محرم ۱۱۹۵ھ میں مرزا مظہر دہلی میں شہید ہوئے ۔
۴ - اس کے بعد 'خراج می گرد' تک کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے ۔
۵ - یہاں کوئی لفظ (صمت) لکھنے سے رہ گیا ہے ۔
۶ - شانی (مط و مخ)

مشغول بود - آخر حال خود را ازان اندیشه باز داشته بر سجادۂ طاعت به فقر و قناعت می گذراند و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد - این چند بیت ریختہ برای تعلیم انعام‌اللہ خان وغیرہ تلامذۂ این من موزوں کردۂ اوست[1] :

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے
کہاں اس کو دماغ و دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹھوکو[2]
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
نہ آوے بالش مخمل آہر خواب[3]
یہ سر پاؤں سے تیرے مل رہا ہے

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار
لالہٗ وگل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار

قاتل کو دیکھ بھیڑ گلی کی سمٹ گئی
یہ راہ چھاتیوں کے کواڑوں سے پٹ گئی
ایدھر نگہہ کی تیغ اُدھر آہ کی سناں
اس کش‌مکش میں عمر ہماری بھی کٹ گئی

---

۱ - این چند بیت ریختہ وغیرہ تلامذۂ این من برای تعلیم انعام‌اللہ خان یقین موزون کرد ازوست - (مط)

۲ - ٹوکو (مط)

۳ - نہیں آتا اسے تکیے اوپر چین (قاسم)

چلی ہے[1] گل کے ھاتھوں سے جلا کر خانماں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
رقیباں کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوباں کی
مجھے ناحق ستاتا ہے یہ عشقِ بد گماں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو اے ظالم[2]
یہ دولت خواہ اپنا ، مظہر اپنا ، جانِ جاں اپنا

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں
دوں نکہہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

کسی کے خون کا پیاسا ، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منہ لگایا ہے سجن تم[3] بیڑۂ پاں کو

آتش کہو ، شرارہ کہو ، کوئیلا کہو
مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

مرتا ہوں میرزائیِ گل دیکھ ہر سحر
سورج کے ہاتھ چولری[4] و پنکھا صبا کے ہاتھ
مظہر چھپا کے رکھ دلِ نازک سیر کے تئیں[5]
یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

---

۱ - چلے ہم (مط)
۲ - کوئی آزاد کرتا ہے سحں اپسے کو بے طالم (مط)
۳ - سجن نے (مط)
۴ - چوری (مط)
۵ - مظہر چھپا کے رکھ دلِ نازک کو اپنے تو (مط)

۶۸ - سودا[1] :

عندلیب خوش نغمهٔ گلشن روزگار ،گل سر سبد محافل اشعار ، یگانهٔ کشور افضال [2]، نقادهٔ دودمان کمال ، انتخاب نسخهٔ صاحب کمالی[3] حضرت میرزا رفیع‌السودا مدظله‌العالی ، دریچهٔ نزہت گاه[4] معنی به روی وی کشاده است و[5] دو مصرع کلک معجز طرازش شهرت را آماده اشعار رنگین و قصائد متین دارد ۔ چنانچه قصیدهٔ کوه دو پیکر و رزمیهٔ بهار و بحر بیکران و تضحیک روزگار[6] وغیره از تصانیف اوست ۔

والد شریفش میرزا شفیع نام از قوم مغول[7] به عمل تجارت مشهور بود ۔ به وقت معهوده به قدم ترین شتافت ۔ زری که از ترکهٔ وی بدست میرزا افتاد در مدت قلیل به مقتضای شاعر مزاجی بر سبیل[8] باد دستی‌ها بباد داده و به مصاحب پیشگی برآمد ۔ قبول ملوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت ۔ بالفعل به خطاب ملک‌الشعرای که مهین پایهٔ سخنوران است اعزاز و امتیاز دارد ۔ الٰهی سایه اش از سر بی سر و پایان کم مباد! به مجنون و فرهاد :

---

۱ - سوفی ۱۱۹۵ھ بمقام لکھنؤ ۔
۲ - کشور افضل (مط)
۳ - صاحب کمال (مج)
۴ - دریچه ار نزہت گاه (مخ)
۵ - که (مط)
۶ - اس کے بعد مج میں 'مثنویات' زیادہ ہے ۔
۷ - مغل زاد (مط)
۸ - 'بر سبیل' مط سے ماخوذ ہے ۔

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریباں کے گور کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئیں تو مزہ ہے شراب کا

موجِ نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہوگیا ہے یہ کس[1] بے قرار کا

کیوں کہ وہ شوخ لکھے مجھ کو کتابت[2] جن نے
کھیل بھی[3] ضد سے مری چھوڑ دیا پاتی کا

زباں ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا
جوں اشک پھر زمیں سے اٹھایا نہ جائے گا
رخصت ہے باغباں کہ ٹنک[4] دیکھ لیں چمن
جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا

---

۱ - بے کسی (کلیات سودا ، جلد اول ، آسی ایڈیشن ۱۹۳۲ء)
۲ - کتابت لکھے مجھ کو (مط)
۳ - ہی (مط)
۴ - کہ ٹک اک (سودا)

ظالم نہ میں کہا تھا کہ اس خوں سے درگذر[1]
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا
داماں و داغِ تیغ کو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل کا[2] داغ دھلایا نہ جائے گا

سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

نواحی میں ترے کوچے کی ہے یہ حال سودا کا
کہ جوں چغد آشیاں گم کرکے بستی میں پھرے بھٹکا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دوانے جب دل دیا تو پھر کیا

موج آتش ہے سیل آنکھوں کی
شاید اس[3] دل کا آبلہ پھوٹا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا
تصویر مری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اس کا بہزاد بہت رویا

---

۱ - ظالم میں کہہ رہا کہ تو اس خوں سے در گزر (سودا)
۲ - دل سے (مط) دل سے داغ مٹایا نہ جائے گا (سودا)
۳ - اب (مط)

سودا سے کہا میں نے[1] دل میں بھی کسی کو دوں
وہ کر کے بیاں اپنی[2] روداد بہت رویا

ساقی بہاری آو بہ تجھ پر ہے کیوں گوارا
منت نہیں تو ظالم، ترغیب یا اشارا[3]

کس کے ہیں زیرِ زمیں دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا سوت ہیں پانی کے تہِ خاک ہنوز

---

۱ - سودا سے یہ پوچھا میں (مط و سودا)
۲ - اپنا (مط و سودا)
۳ - مط میں اس کے بعد کا کوئی شعر شامل نہیں ہے۔ اس میں سودا کے جو مزید ۳۲ شعر درج ہیں (جو مح میں شامل نہیں ہیں) ان کی کیفیت یہ ہے : ردیف الف ۔ (کہہ نہیں سکتا ، چھوڑا ، پھوڑا ، ستمگار دیکھا ، گلزار دیکھا ، دیوار دیکھا ، بار دیکھا ، اشعار دیکھا ، ناچار دیکھئے ، جو ہوا سو ہوا ، دھو ہوا سو ہوا ، سلمہ‌اللہ تعالیٰ ، پیالا ، لگالا ، سہالا ، پریشاں‌میں دیکھا ، کس حال میں دیکھا ، دیوار ہی رہا) ۱۸ شعر ؛ ردیف ب (سگ خواب ، پنگ خواب) ۲ شعر ؛ ردیف چ (چمن کے بیچ) ۱ شعر ؛ ردیف ح (دل افگار کی طرح ، سمجھانے کی طرح) ۲ شعر ؛ ردیف د (تنگ ہے صیاد ، شوخ ہائے فریاد) ۲ شعر ؛ ردیف ر (ماتم سے دور ، ہم سے دور ، عالم سے دور ، کبھی لا گا جیر) ۴ شعر ؛ ردیف ز (کمی ہنوز ، کوہ کن ہنوز ، دیکھیے ہے تو ہنوز) ۳ شعر ۔ اس کے بعد یہ جملہ لکھ کر انتخاب کلام ادھورا چھوڑ دیا گیا ہے :

”فقیر اشعار حضرت مرزا صاحب تاکجا انتخاب نماید کہ تمام دیوان منتخب است، لہٰذا قلم درکشید۔“

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنجِ قفس میں ہیں گرفتار ہنوز
ہوں گے پامال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد!
مشقِ پرواز نہیں تا سرِ دیوار ہنوز
جی کو تو کھینچ رکھا آنکھوں نے پر حسرتِ دل
سد رہی ہے صفِ مژگاں سے مرے یار ہنوز
تری دوری سے عجب حال ہے اب سودا کا
میں تو دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز
حق تعالیٰ اُسے جیتا ہی رکھے دنیا میں
اس قباحت سے نہیں ہے تو خبردار ہنوز
قیس و فرہاد کے مرنے سے[1] تو جگ میں اب تک
دشت ہیں خاک بہ سر ، روتے ہیں کہسار ہنوز

اے لالہ گو فلک نے دیے تجھ کو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ، ہزار داغ

سخنِ عشق نہ گوشِ دلِ بے تاب میں ڈال
مت یہ آتش کدہ اس قطرۂ سیماب میں ڈال
کرکے معلوبِ طمع دل کو نہ سن حرفِ درشت
یہ بری چٹ ہے نہ اس گوہرِ نایاب میں ڈال

---

۱ ۔ ماتم سے (سودا)

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپھنے نہ پائے کہ بس تمام

اب اس طرف تری دل گرمی شعلہ خو معلوم
تپاک غیر سے جو ہوں گے ہم سے وہ معلوم
بھری ہے دل میں ترے اس قدر[1] محبت غیر
کہ جا نہیں مرے کینے کو، مہر تو معلوم
گلے میں غیر کے میری وفا کرے ہے یاد[2]
سو غالباً کبھو، اس کے رو نہ رو معلوم

عاشق تو نامراد ہیں پر اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کرکے ہم
بیٹھا کوئی نہ چھاؤں[3] نہ پایا کسی نے پھل
بے برگ و بر نہیں کوئی ایسا شجر کہ ہم

لے دیدۂ تر جدھر گئے ہم
ڈبرے جو تھے خشک بھر گئے ہم
تجھ عشق میں رور خوش نہ دیکھا
دکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم

کتنی نکلے ہیں لخت دل سے تار اشک کی لڑیاں
یہ آنکھیں[4] کیوں مرے جی کے گلے کی ہار ہو پڑیاں

---

۱ - ترے یاں تلک (سودا)
۲ - کرو ہو یاد (سودا)
۳ - بیٹھا نہ کوئی چھاؤں (سودا)
۴ - یہ اکھیاں (سودا)

ہوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منہ کو ملتا ہے
جدا جاے کہ کیا کیا[1] صورتیں اس خاک میں گڑیاں
چھری تلوار یک دیگر گل و بلبل ہیں گلشن میں
تمھاری سچ کہو دونوں میں کس سے انکھڑیاں لڑیاں

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلی کلیاں
چمن میں لے کے خمیازہ کسی نے انکھڑیاں ملیاں[2]
تبسم (یوں نمایاں ہے مسی آلودہ دنداں سے
نہ ہو ابر سیہ میں اس طرح بجلی کی اچپلیاں)

باتیں کدھر (گئیں وہ تری بھولی بھولیاں
دل لے کے بولتا ہے جو اب تو یہ بولیاں)
ہر بات (ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیاں)
الدام (گل پہ ہو نہ قبا اس مزے سے چاک
جوں خوش چھوں[3] کے تن پہ مسکتی ہیں چولیاں)
کیا چاہیے (تجھے یہ سر انگشت پر حنا
جس نے کسو کے خون میں چاہیں ڈبولیاں)

---

۱ - کہ کیا (مخ)
۲ - اس شعر کے بعد مخ میں بیشتر اشعار کے شروع کے ایک یا دو لفظ لکھ کر باقی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے - مرتب نے اس قسم کے تمام اشعار کو 'کلیات سودا' (آسی ایڈیشن) کی مدد سے پر کیا ہے اور قوسین ( ) کی مدد سے اس کی صراحت کر دی گئی ہے -
۳ - چھوں (سودا) تصحیح قیاسی -

سودا (کے دل سے صاف نہ رہتی تھی زلفِ یار
شانے نے پیچ پڑ کے گرہ اس کی کھولیاں)

حگر ان کا (ہے حو تجھ کو صم کہ یاد کرتے ہیں
میاں ہم تو مسلماں ہیں حدا بھی کہتے ڈرتے ہیں)
گھیے ہو (لیں عقیق اور کہ نگینِ لعل ٹھہراویں
یہ نا شاعر ترے ہونٹوں کو کیا کیا نام دھرتے ہیں)
یہ (رتبہ حاہ دلیا کا ہیں کم مال‌زادی سے
کہ اس پر رور و شب میں سیکڑوں چڑھتے اترتے ہیں)
طرح پیچوں کی (اپی پگڑی کے سودا کی نظروں میں
یہ دانکے حوبرو حتنے ہیں نگڑے پر سنورتے ہیں)

کیا کیا[1] (طرح کی دیکھیں اس باغ کی فضائیں
کیدھر گئے وہ ساقی، وہ ابر، وہ ہوائیں)
حسرت (سے آئنے کا دل کیوں کہ ہو نہ پانی
شانہ حصور اس کے رلفوں کی لے بلائیں)

ناوک (نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپھے[2] ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں)

پیارے نہ برا (مانو تو اک رات کہوں میں
کس لطف کی امید پہ یہ حور سہوں میں)

---

۱ - کس کس (سودا)
۲ - تڑپے (سودا)

چیز کیا ہوں جو کریں قتل وہ انکھیاں مجھ کو
پھر گئے دیکھ کے منہ[1] خنجرِ مژگاں مجھ کو
ہاتھ (کس کا ہے تری زلف کا شانہ سچ کہہ
رات آتے ہیں نظر خوابِ پریشاں مجھ کو)
ایک عالم[2] کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
پر کبھو میں نہ کہا اس سے کہ دوراں مجھ کو
اے نسیمِ سحری ، مہر و مروت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستاں مجھ کو
ایک گل تک (مرے مانع نہ ہوا چلتے وقت
خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجھ کو)

ہمیں گر نالۂ کنج و قفس کہیے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کرنا گرفتاروں سے مت پوچھو

خواہے رہِ صد سالہ ہو تو خواہ یہیں ہو
نزدیک نہ دل ہے تو مری جان کہیں ہو
ٹک مقتلِ (عشاق پہ اندازِ تبسم
تا زخم شہیدوں کے جگر کا نمکیں ہو)

دل دار اس کو[3] (خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہیں کسو کی مرا یار ، کچھ کہو)

---

۱ - دیکھتے ہی (سودا)
۲ - عالم عالم (مح)
۳ - اُسے (مح)

غمزہ ، ادا ، نگاہ ، تبسم ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اس کے خریدار ، کچھ کہو

بوؤں میں (تخمِ گل کو جہاں واں زقوم ہو
پالوں جو عندلیب قفس میں تو بوم ہو)
اپنے چمن (کو فائدہ کیا تجھ سے اے نسیم
یہ جا ہے وہ کہ یاں دمِ عیسٰی سموم ہو)

شیخی تھی جام کی (سو گئی جانِ جم کے ساتھ
وابستہ ہے طلسمِ جہاں اپنے دم کے ساتھ)
اکٹھا ہوا[1] (نہ قافلہ دنیا میں اس سوا
جو یاں سے اٹھ چلا سو گیا درد و غم کے ساتھ)

یاں نہ (ذرہ ہی چمکتا ہے فقط گرد کے ساتھ
جلوہ گر نور ہے خورشید کا ہر فرد کے ساتھ)
زخم کی شکل[2] (زمانے میں تو کاٹ اپنی عمر
خندہ یا گریہ ، جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ)
تیغِ چوبی (سے کہاں قبضۂ فولاد ہو نصب
نہ رہے صاحبِ جوہر کبھو نامرد کے ساتھ)

حب خوش (ہو تو دے گالی ، اک یار[3] سو یہ تحفہ
رنجش تو کہوں کس سے ، ہے پیار سو یہ تحفہ)

---

۱ - کٹھا ہوا (مج)
۲ - رحم کی طرح (سودا)

اب شیخ کی سج (دھج پر کیوں کر نہ ہنسیں رندان
ڈاڑھی ہے سو وہ نادر ، دستار سو یہ تحفہ)
اس نظم (کو سودا کی سنہ پھیر لگا کہیے
آفاق میں وہ شہرہ ، اشعار سو یہ تحفہ)

مارے کو تیری (زلف کے لاکھوں جتن کیے
لیکن ڈسا ہو کالے نے جس کو سو کیا جیے)
سلگا نہ کارواں (درے نالے سے اے جرس
ہم نے تو ایسے قافلے لاکھوں چلا دیے)
سودا جہاں میں (آ کے[1] کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں دلِ پر آرزو لیے)

جب اپنے (بندِ قبا تم نے جان کھول دیے
صبا نے باغ میں جا گل کے کان کھول دیے)

ساون (کے بادلوں کی طرح سے بھرے ہوئے
یہ وہ نین ہیں جن سے کہ جنگل ہرے ہوئے)

ہر سحر (قتل تری چشم کا اک معتوں ہے
بستۂ زلف پہ ہر شام ہے اور شبخوں ہے)
جی بجے[2] (سو ہی غنیمت سمجھ اے خانہ خراب
ورنہ سب اہلِ گلستاں کا چمن میں خوں ہے)
گل نے (شبنم سے لے الماس تو کھایا ، لیکن
گانٹھ میں غنچۂ لالہ کے ابھی افیوں ہے)

---

۱ - آئے (سودا) تصحیح قیاسی

۲ - جو بچے (مح)

قطعہ

ایک غماز نے اُس ترک پسر سے یہ کہا
ہے جو سودا کوئی شاعر ، وہ برا معتوں ہے
سن کے بولا یہ کہو میری طرف سے اُس کو
باندھا خوں یہ کمر اپنے نیا مضموں ہے

گر تجھ میں ہے وفا تو جفا کار کون ہے ؟
دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہے ؟
سودا کو جرمِ عشق سے کرتے ہیں آج قتل
پہچانتا ہے تو یہ گنہگار کون ہے ؟

یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہیں ہے
اس چال کے لھنے کا کچھ اسلوب نہیں ہے[1]
انصاف میں کچھ اپنی بھی اثر چاہیے سودا
ہر چند وفا سوۂ محبوب نہیں ہے

دل لے کے ہمارا جو کوئی طالبِ جاں ہے
ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ حق ہے تو جہاں ہے

ایسا بھی سادہ[2] و پر کار کہیں دیکھا ہے
بے نمود اتنا نمودار کہیں دیکھا ہے
خواہ کعبے میں تجھے خواہ میں بت خانے میں
اتنا سمجھوں ہوں مرے یار کہیں دیکھا ہے

---

۱ ۔ کلیات سودا میں مصرعوں کی ترتیب اس کے برعکس ہے
۲ ۔ اس قدر سادہ (سودا)

کیا[1] جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے
(کنگھی نے آڑے ہاتھوں کیا زلف کو لیا ہے)
شانے میں (شیخ جی کی ڈاڑھی پھنسی نہ سمجھو
اک چور بال ہے یاں وہ کاٹھ میں دیا ہے)

درد میرے استخواں کا کیا ترا[2] دمساز ہے
(اس قدر اے نے تری محزون کیوں آواز ہے)
خط کے آتے (ہی چلے اکثر علامی سے نکل
بندہ پرور دیکھیے آگے ، ہنوز آغاز ہے)

سود حوں شمع نہیں گرمیِ[3] (بازار مجھے
ہوں میں وہ جنس کہ آس دے خریدار مجھے)
ہے قسم (تجھ کو ملک، دے تو جہاں تک چاہے
جلوہ' حسن آسے ، حسرتِ دیدار مجھے)
حسرت و (داغ و الم ، درد، چلا میرے ساتھ
ہجر میرے نے کیا قافلہ سالار مجھے)

اس قدر اب کے ہوا (مست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہیں سدھ کسی دیوانے کی)
شکر صد شکر (نہیں میں کسی خاطر کا غبار
خاک کعبے کی ہوں یا گرد صنم خانے کی

---

۱ - کب (مج)
۲ - ترے (سودا)
۳ - سودا نہیں حوں شمع گرمی (مج)

شیخ وہ (رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
... ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی)

جس روز کسی (اور پہ بیداد کرو گے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کرو گے)

ممکن ہے[۱] تیر خوردہ (تڑپ کر سنبھل سکے
مارا تری نگہہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

نہ ضرر کفر کو (نے دیں کا نقصاں) مجھ سے
(باعثِ دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے؟)

تصور (میں ترے، کہیو صبا اس لا) اُبالی سے
گلے لگ لگ میں رویا رات تصویرِ نہالی سے

مرجاں کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے
ٹپکے ہے رنگِ خون مری شاخسار سے
خنجر طلب (ہے مرگ سے ہر آہوئے حرم
دل بھر گیا ہے کس کی مژہ کا شکار سے)
مجھ سے (بیاں نہ کر طپش برق کا، کہ وہ
تعلیم ہر ہے کس کے دلِ بے قرار سے)

شکوہ (ہے دور ظالم کرلا) مروتوں سے
لبریز ورنہ دل ہے تیری شکایتوں سے

---

۱ - ممکن نہ (سودا)

پرزے (بغیر دل کے ممکن نہیں کہ ہووے
معلوم حال میرا تجھ کو کتانتوں سے)
مژدہ (یہ ہم صفیرو ہے تمھیں کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالے کی حسرتوں سے)
سو مجھ کو (آسماں نے کنجِ قفس کو سونپا
اب چہچہے چمن میں کیجے فراغتوں سے)

قاتل سے کیوں (جھگڑتے ہو ، کیا مجھ سے) بیر ہے
(حاجے خطر نہیں یہ مرا زخمِ خیر ہے)
چاہا کہ جوں (حباب میں دیکھوں یہ کائنات
کھولے نین تو اور ہی عالم میں سیر ہے)
رکھتے ہیں (اک طرح سے ہم وصفِ ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا نعیر ہے)

جو طبیب اپنا تھا دل اُس کا کسی پر زار ہے
مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

عارضی (سامانِ حکمت کب ہمیں درکار ہے
یاں تو جوں خورشید جو ہے ہر سو ہی دستار ہے)
اس چمن (میں ہم کو جوں طاؤس لائی ہے ہوس
ورنہ ہر جھاڑیں جہاں ہم واں گل و گلزار ہے)

خاک پر بھی (تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ہے)
ہر بگولا طوق ، ہر موجِ ہوا زنجیر ہے)
رحم کچھ (آپ ہی تجھے آوے تو آوے ورنہ یاں
آہ ہے سو بے اثر ، نالہ سو بے تاثیر ہے)

مت چڑھ (اُس ابرو کے منہ اے ماہِ نو جس کے حضور
اٹھ گئے[1] پائے صفِ مژگاں یہ وہ شمشیر ہے)
وائے (اُس دن پر کہ نالاں ہوں ترے کوچے کے بیچ
ایک خاموشی ہے اب تس پر تو سو تقریر ہے)
جو کوئی (پوچھے کیا کس جرم پر سودا کو قتل
کہہ، کسی کو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے؟)

گل (پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ) ثمر بھی
(اے خانہ برانداز چمن، کچھ تو ادھر بھی)
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانیے ورنہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی)
کس ہستی (موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی)
تنہا ترے (ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبانِ سحر بھی)

اس دل کی تبِ آہ سے کب شعلہ بر آوے
(بجلی کو دمِ سرد سے جس کے حذر آوے)
ٹک داغ (سے) چھاتی (کے مرک جائے جو پھاہا
آتش کے تئیں قدرتِ خالق نظر آوے)

نہیں جوں گل (طالبِ ابرِ سیاہ ہے) کاہے
(خار ہوں خشک میں اے برق لگا ہے کاہے)

---

۱ - اٹھ گئی (سودا) تصحیح قیاسی۔

توانہ ہم (ملنے سے خوباں کے تو کی ہے، لیکن
دیکھ لیتے ہیں کسی کو سرِ راہے گاہے

قطعہ

بولے ہے (س کے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور
اس کے آگے کسی تقریب سے گاہے گاہے)
وہی سودا ہے (اس کوچے میں ہمارے جو شخص
نظر آ جائے ہے با حالِ تباہے گاہے)

۶۹ ۔ درد[1] :

حافظ کنوز ربانی ، واقف رموز یزدانی ، موضح کشف و کرامات ، مواضع سوق و حالات ، سر خوش میکدۂ خدا پرستی ، میکش مصطبۂ سیاہ ہستی ، حقائق و معارف آگاہ ، خواجہ میر مخلص بہ درد سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ پس ازین بہ سپاہی پیشگی

---

۱ ۔ ۱۱۳۳ھ لغایۃ ۱۱۹۹ھ ۔ مخطوطہ میں درد کا ترجمہ مختلف ہے چنانچہ مکمل عبارت نقل کی جاتی ہے :

"نور چراغ کعبہ و بت خانہ ، دود سوز دل پروانہ ، خستہ خار رحم گل ، داد رس نالۂ بلبل ، حقائق و معارف آگاہ خواجہ میر مخلص بہ درد سلمہ اللہ تعالیٰ ؛ مردی است عزیز و عزیزی است سراپا تمیز ، کامل جمیع کمال ، نمونۂ مدرب ذوالجلال ، دلش گنجینۂ اسرار الٰہی و سینہ اش خزینۂ انوار نامتناہی است ، چنانچہ رسالہ در علم تصوف مسمی بہ 'واردات' مشتمل بر سرایر چند تصنیف کرد کہ متعلق بہ دیدن است و دیگر ابیات و رباعیات بطور سحابی و خیام بسیار دارد ۔ بالجملہ رتبۂ کمالش (کمالش ؟)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

به اعزاز و امتیاز بسر می برد ، از چندی به اشارهٔ والد بزرگوار خواجه محمد ناصر که یکی از شیوخ کبار و مشائخ روزگار است دست ازآن کار بازداشته ، به سجادۂ طاعت به کمال فقر و قناعت می گذرانید و دیوانی مختصر در نهایت خوبی و متانت ترتیب داده ۔ چون اکثر اوقات شریفش مشغول یاد الٰہی می باشد ، گاہی بنا بر موزونی طبعت یک دو مصرع ریختہ و فارسی حالا ہم فکر می کند[1] و رسالۂ 'وارداب' در علم تصوف از وارداب طبیعت وی بسیار

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

با بہ جدی است کہ والد شریفش خواجہ محمد ناصر (عندلیب) کہ یکی از اولیای روزگار و مشائخ کبار است بہ نسبت مریدی و فرزندی وی افتخارہا دارد ۔ ابیات دیوانش قریب بمقصد شعر از نظر گذشتہ ، ہمگی لب لباب و تمامی انتخاب است۔"

مح میں درد کے اشعار کی تعداد ۷۷ ہے اور مط میں ۳۰ ۔ ان میں سے صرف ۱۷ اشعار مشترک ہیں ۔ مط میں مندرجہ اشعار کی ردیف وار کیفیت یہ ہے :

ردیف الف (جدھر دیکھا ، پھر دیکھا ، تر دیکھا ، مر دیکھا ، مختصر دیکھا ، گذار کرنا ، نار کرنا ، شمشیر تھا ، ڈھیر تھا ، پھیر تھا ، نہ ہو سکا ، مجھ سے ہو سکا ، احساس تھا ، چاہ کا) ۱۴ شعر ؛ ردیف ن (رسیدہ ہوں ، پیچ و تاب میں ، خواب میں ، آپ میں ، آرزو کریں) ۵ شعر ؛ ردیف و (تو نہ ہو، آرزو نہ ہو ، عیارکو) ۳ شعر ؛ ردیف ی (ملاقات نہ ہونے پائی ، بات نہ ہونے پائی ، جو دم ہے ، ستم ہے ، کہاں مجھے ، پھرتے پھرتے ، بدنام ہوتا ہے ، کام ہوتا ہے) ۸ شعر ۔

۱ ۔ فکر کند (مح)

خوبی واقع شده - در احوال فقیر شفقت های بزرگانہ کنند۔
حق تعالیٰ سلامتش دارد[1]

کبھو خوش بھی کیا ہے دل کسی رندِ شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

شب گذری اور آفتاب نکلا[2]
تو گھر سے بھلا شتاب نکلا
اے آتشِ عشق، جس کو ہم یاں
دل سمجھے تھے سو کباب نکلا

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان میں دیکھا
جو کچھ کہ سنا[2] تجھ میں سو انسان میں دیکھا

قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
باوجودے کہ پر و بال نہ تھے آدم کے
واں پہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا[3]

---

۱ - مح میں یہ مصرع ساقط الوزن ہے ؛ دیوان درد مرتبہ آسی (کراچی ایڈیشن ۱۹۵۱ء) کی مدد سے تصحیح کی گئی ہے۔
۲ - کہ سنا (درد)
۳ - یہ مصرع مخ میں شامل نہیں ہے اور دیوان درد (آسی ایڈیشن) سے ماخوذ ہے۔ مط میں 'دل کا' کی بجائے 'اپنا' ہے۔

ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ
جیدھر ہلے وہ ابرو اودھر نماز کرنا[1]

عاشقِ بیدل ذرا یاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اس کو جو دم تھا دمِ شمشیر تھا
کی تو تھی تاثیر آہِ آتشیں نے اس کو بھی
جب تلک پہنچے ہی پہنچے راکھ کا یاں ڈھیر تھا
حرص کرواتی ہیں روبہ باریاں سب ورنہ یاں
اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا شیر تھا
اشک نے میرے ملائے[2] کتنے ہی دریا کے پاٹ
دامنِ صحرا میں ورنہ اس قدر کب گھیر تھا
شیخ کعبہ ہو کے پہنچا، ہم کنشتِ دل کی راہ[3]
درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر[4] تھا

جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھ کو تو ادھر دیکھنا
ذکرِ وفا کیجیے اس سے جو واقف نہ ہو
کہتے ہو کس سے یہ تم، ٹک تو ادھر دیکھنا
نالۂ دل کا اثر دیکھ لیا درد بس
جی میں نہ رہ جائے یہ، آہ بھی کر دیکھنا

---

۱ - ہم کو نماز کرنا (مط)
۲ - ہلائے (درد)
۳ - کنشت دل میں ہو (مط و درد)
۴ - راہ کا ہی (مط)

اگر یوں ہی[1] یہ دل ستاتا رہے گا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا
میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا
گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگزر نہ کی، جو مجھ سے[2] ہو سکا
دشتِ عدم میں جا کے نکالوں گا جی کا غم
کنجِ جہاں میں کھول کے دل میں نہ رو سکا

مدرسہ یا دیر تھا، یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں، اک تو ہی صاحب خانہ تھا
وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا
بھول جا خوش رہ عبث وے سابقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا

انداز وہ ہی[3] سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا

---

١ - یوں ہی (درد)
٢ - مجھ سے جو (مح)
٣ - انداز وہی (درد)

ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہیں لذتیں
لیکن عجب مزا ہے فقط جی کی[1] چاہ کا
دل اس مژہ سے رکھیو نہ تو چشمِ راستی
اے بے خبر برا ہے یہ فرقہ سپاہ کا

دل کس کی چشمِ مست کا سرشار ہوگیا
کس کی نظر ہوئی کہ وہ[2] بیمار ہوگیا
کچھ بے خبر تجھے بھی کہ اٹھ اٹھ کے رات کو
عاشق تری گلی میں کئی بار ہوگیا
بیٹھا تھا خضر آ کے مرے پاس ایک دم
گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہوگیا

جائیے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ
آئینے کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ
دیکھ تو ہے کون بارے تیرے کاشانے کے بیچ

کچھ لائے نہ تھے جو[3] کھو گئے ہم
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

---

۱ - دل کی (مط و درد)
۲ - نظر لگی جو یہ (درد)
۳ - کہ (درد)

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو[1]
دامن نچوڑ دیں[2] تو فرشتے وضو کریں

آہ پردہ تو کوئی مانعِ دیدار نہیں
اپنی غفلت کے سوا کچھ در و دیوار نہیں
ہم سے دل مردہ اگر رات کو جاگے تو کیا
چشمِ بیدار تو ہے پر دلِ بیدار نہیں

دل میں رہتے ہو پر آنکھوں دیکھنا مقدور نہیں
گھر سے دروازے تلک آؤ تو چنداں دور نہیں
چاہتے وہ تو جہاں جل جائے[3] اک شعلے کے ساتھ
درد ایسی سرد آہیں عشق میں منظور نہیں

نہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضیِ الٰہی ہو
نگینے کے سوا کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے
کہ ہو نام اور کا روشن اور اپنی روسیاہی ہو

---

۱ ۔ نہ جا اپنی (درد) نہ جائیو (دیوان درد ، داؤدی ایڈیشن)
۲ ۔ دامن نچوڑیے (مح)
۳ ۔ چاہتے ہو تو جہاں جل جائیں (درد)

کیا فرق داغ و گل میں اگر گل میں[1] تو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

اپنے بندوں[2] پہ جو کچھ چاہو سو بیداد کرو
دوستاں درد کو مجلس[3] میں نہ تم یاد کرو

ربط ہے نازِ بتاں کو تو مری جاں کے ساتھ
جی ہے وابستہ مرا ان کی ہر اک آن کے ساتھ
اپنے ہاتھوں کے بھی میں زور کا دیوانہ ہوں
رات دن کشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھ

درد درویش ہوں ، مری تعظیم
خاق کرتی ہے کہہ کے یا اللہ !

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی
دید وادید ہوئی دور سے میری اس کی
پر جو جی[4] چاہے تھا سو بات نہ ہونے پائی
اٹھ چلے شیخ جی تم مجلسِ رنداں سے شتاب
ہم سے کچھ خوب مدارات نہ ہونے پائی
جی میں منظور جو تھی آپ کی خدمت گاری
سو تو اے قبلہ[5] حاجات نہ ہونے پائی

---

۱ - میں کہ جس گل میں (درد)
۲ - بندہ (درد)
۳ - محفل (درد)
۴ - میں (مط و درد)

روندے ہے نقشِ پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمرِ رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
اے گل تو رخت باندھ، اٹھاؤں میں آشیاں
گل‌چیں تجھے نہ دیکھ سکے، باغباں مجھے

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
فرسودگی ہے رشتۂ تسبیح کا حصول
دل میں کسی کے[1] آہ کوئی راہ کیا کرے

ہم چشمی ہے وحشت کو مری چشمِ شرر سے
آتی ہے نظر پھر وہیں غائب ہو نظر سے
جاؤں میں کدھر جوں گلِ بازی مجھے گردوں
جانے نہیں دیتا ہے ادھر سے نہ اُدھر سے

دیکھ اوں گا میں آسے دیکھیے مرتے مرتے
یا نکل جائے گا جی نالہ ہی کرتے کرتے
لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یاں مجلس ہی
خالی ہو جائے ہے پیمانے کے بھرتے بھرتے
درد جوں نقشِ قدم تھا سرِ رہ پر آس کے
مٹ گیا اوروں کے ہی[2] پاؤں کے دھرتے دھرتے

اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوحِ مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

---

۱ - کسو کے (درد)
۲ - اوروں ہی کے (درد)

اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشۂ[1] ظہور یہ تیری ترنگ ہے

ہستی ہے سفر ، عدم وطن ہے
دل خلوت و چشم انجمن ہے

قسم ہے حضرتِ دل ہی کے آستانے کی
ہوس ہو جی میں[1] جو دیروحرم کے جانے کی
کیا جگر کو مرے داغ تیرے وعدوں نے
خبر سی جو کہیں میں کسو کے آنے کی
جفا و جور اٹھانے پڑے شہر کے درد[2]
ہوس تھی جی میں کسو یار کے اٹھانے کی

مت اٹکیو تو اس میں کہ مشہود کون ہے
ہر مرتبہ میں دیکھ تو[3] موجود کون ہے
دونوں جگہ میں معنیِ مولا ہے جلوہ گر
غافل ایاز کون ہے ، محمود کون ہے

نہ ملیے یار سے تو دل کو کب[4] آرام ہوتا ہے
وگر ملیے تو یہ مشکل[5] کہ وہ بدنام ہوتا ہے

---

۱ - دل میں (درد)
۲ - اٹھائے پڑے زمانے کے (درد)
۳ - دیکھیو (درد)
۴ - دل کو تو کب (درد)
۵ - تو مشکل ہے (درد و مط)

نہیں چھوڑتی قیدِ ہستی مجھے
مگر کھینچ لے جائے مستی مجھے

دل کو سب قیدوں سے اس وقت میں آزادی ہے
مر چکے اب نہ ہمیں[1] غم ہے نہ کچھ شادی ہے
میں ہی تنہا نہیں نالاں ہوں جرس کے مانند
جو دل اس راہ میں آتا ہے سو فریادی ہے[2]

یاں عیش کے پردے میں چھپی دل شکنی ہے
ہر بزمِ طرب جوں مژہ برہم زدنی ہے
دل ٹکڑے کیا ہے یہ مرا کس کے لبوں نے
جو لخت ہے سو رشکِ عقیقِ یمنی ہے

رباعی

اے درد کیا بہت پریکھا ہم نے[3]
دیکھا یہ عجب ہی یاں کا لیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

---

۱ - اب ہم (صح) دیوان درد سے تصحیح کی گئی ہے
۲ - یہ شعر دیوان درد (آسی ایڈیشن) میں شامل نہیں ہے -
۳ - بہت کیا پرنکھا ہم نے (درد)

۷۰ - کلیم[1] :

واجب التعظیم والتکریم ، محمد حسین متخلص بہ کلیم - چنان شاعر زبردست ریختہ است کہ اگر او را پہلوان میدان سخن گویند ، رواست ؛ و ہر چند کہ در قوت و قدرت سخن وریش بر مبالغہ افزایند ، بجاست - چنانچہ قبل ازین دو سال[2] خیال ترجمہ 'فصوص الحکم' در سر داشت بلکہ قریب چہار باب[3] ازان در سلک نظم در کشیدہ ، آخرہا بہ سبب بعضی موانع دست

---

۱ - مط میں کلیم کے ترجمے کی عبارت مح سے مختلف ہے چنانچہ درج کی جاتی ہے :

''واجب التعظیم والتکریم ، میر محمد حسین کلیم ، متوطن دہلی است - مراتب دانش کسب کرد و سرمایۂ سخن سرای بہ دست آوردہ - در علم عروض و قوافی رسالہ ہا دارد - پس ازیں ترجمان 'فصوص' بہ زبان ریختہ نظم می کرد و بہ سبب بعضی عوارض دست ازاں باز داشت - حاصل کلام چنیں شاعر زبردستی است کہ او را پہلوان میدان سخن میتوان گفت - قریب بیست ہزار بیت طور قصیدہ و غزل بہ وضع اشعار میرزا بیدل در حیّز خامہ دو زبانش ترتیب یافتہ - ازاں جملہ آں چہ بہ دست فقیر آمد اینست -''

۲ - یعنی 'دو سال قبل ازیں'

۳ - مخ میں 'چہار بیت' ہے جو مہمل ہے ؛ از روئے قیاس 'چہار باب' ہونا چاہیے -

شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی (متوفی ۶۳۸ھ) کی شہرۂ آفاق تصنیف 'فصوص الحکم' (مرتبہ ابوالعلی عفیفی ، قاہرہ ۱۹۴۶ع) میں کل ۲۷ ابواب ہیں - پہلے چار ابواب کے عناوین یہ ہیں :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ازاں اندیشہ ناز داشتہ ۔ دیوان غزل ضخیم دارد ۔ اما شعرش موافق سلیقۂ سخن سنجیِ یاران حال کمتر می‌برآید ۔ بر احوال فقیر شفقت ها کند ۔ حق تعالیٰ سلامتش دارد'!

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

(۱) فص حکمہ الٰہیہ فی کلمہ آدمیۃ

(۲) فص حکمہ نفثیہ فی کلمہ شیثیہ

(۳) فص حکمہ سبوحیہ فی کلمہ نوحیہ

(۴) فص حکمہ قدوسیہ فی کلمہ ادریسیہ

۱ ۔ مخطوطہ میں کلیم کے ۱۷ شعر ہیں اور مجمع میں ۱۰ ، جن میں سے سات اشعار مشترک ہیں ۔ مخطوطہ میں مندرجہ ذیل دس اشعار زائد ہیں

رکھے ہے انتظار دیدۂ یعقوب پر موسوی
ہر اک اعضا مرا کوہِ حمیرِ ماہِ کنعاں ہے

قرباں اس اکڑ کے عجب نہ مروڑ ہے
آشفتہ ہو گئیں یہ نہ زلفوں سے دل گیا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو ، یہ مجنوں
کہیں اس طرف ویرانے میں ہوگا

نقاب اپنے منہہ سے جو تو ناز کرتا
تو گل اپنی خوبی پہ کب ناز کرتا
وفا کا سوں پر بستہ ، نہیں توڑ پھرا
چلا جاتا جنگل کو پرواز کرتا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے کلیم
آپ کو جوں شمع میں ہر انجمن میں گم کیا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے از بس کلیم
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بے رضائے عندلیب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہر تار پیچ زلف کے عالم کی جان ہے
گویا یہ اژدھا تھا کہ سب کو نگل گیا[1]

تجھے ورق و خار سے کام کیا جو تو چاہے حق کو تلف نہ کر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کفِ پائے آبلہ دار کا

آتی ہے دل پہ قلقلِ مینا سے اب شکست[2]
وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

ہو چکی حشر، گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

درازیِ شبِ ہجرانِ زلفِ یار کلیم
تو مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رہیں[3] آنکھوں میں

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسماں اے دل

ہم سے پوچھو جو پیوتے ہو شراب
ایسے کیا شیخ و پارسا ہیں ہم

مرا آتش کدہ دل کا کہیں ٹھنڈا نہیں ہوتا
بجھاتے ہیں نہیں جیسے مذہب زردشت میں آتش

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے
۲ - مح میں یہ مصرع مہمل اور ساقط الوزن ہے؛ مط کی مدد سے تصحیح کی گئی ہے -
۳ - رات (مط)

غرورِ حسن ممکن نہیں کسی کی داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ، ہم فریاد کو پہنچے

نہ چھونا مجھ کو اے بیدرد سخت ہاتھوں سے
دل گداختہ ہوں آہ ! درد کرتا ہوں

قافلے کتنے گئے کوئی نہ سمجھا کیا ہے
شور کر کر گئی رہی بانگِ درا کیا کیا کچھ[1]

اب دم شمردگی سے مجھے کاروبار ہے
ہر دم مرے حساب میں روزِ شمار ہے

یہاں نئیں (ہے) حسوں نے نمک فشانی کی
کہ میرے داغ سے حوش ہی ہی پائی کی[2]

۱۷ - درد :

کرم اللہ خان درد ، نبیرۂ نواب اصالت خان مرحوم ۔ پارۂ از علوم رسمی الدوختہ بہ قافیہ سنجی مشغول شد ۔ ثمر استعدادش بہمچنان نارسیدہ و بر خاک افتادہ[3] ۔ بندہ بہ خدمتش در مجلس مراختہ کہ بہ پانزدہم ہر ماہ بہ خانہ میاں خواجہ میر صاحب مقرر بود ، دو سہ بار[4] ملاقات کردہ ام ۔ بسیار خوش صحبت بود ۔ خدایش بیامرزد ! ازوست :

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے ۔
۲ - یہ شعر بھی مط میں شامل نہیں ہے ۔
۳ - اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے ۔
۴ - 'بار' اضافہ مرتب ۔

اگر وہ بت کسی صورت سے میرا رام ہووے
تو پوجوں اس عقیدت سے کہ کفر اسلام ہوجاوے[1]
ہر اک دم سانس ہوکر پھانس مجھ دل میں کھٹکتی ہے
خلش جی کی اگر نکلے تو کب[2] آرام ہوجاوے

ادب ضرور ہے اس خاک آستانے کا
تڑپھ تو اس طرح بسمل کہ نال و پر نہ لگے

تحمل آتش غم میں دل بےتاب کیا جاے
ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماب کیا جاے
کنارے سے کنارہ کب ملا ہے بحر کا یارو
پلک لگنے کی لذت دیدۂ پر آب کیا جاے

سامنے ہوتے ہی پھر نعش نہ پائی دل کی
دٹ گیا نوک سناں پر صف مژگاں کے بیچ

ظالم کروں میں ظلم سے فریاد کب تلک
ٹک رحم بھی ضرور ہے ، بیداد کب تلک

۷۲ - فرح :

میر فرخ‌علی ، فرخ تخلص ، از سادات قصبۂ اٹاوہ است ـ در سپاہی پیشگی می گزراند ـ ذہن سلیم و طبع مستقیم دارد ـ اکثر شعر

---

۱ - مط میں اس غزل کا ایک شعر زائد ہے :
تری برچھی نگاہوں نے رکھا ہے نیم‌بسمل کر
اگر بھر کر نظر دیکھے تو میرا کام ہو جاوے
۲ - اگر نکلی تو کیا (مط)

فارسی برطرازد و گاه گاه غزل ریختہ نیز سرانجام می‌دہد[1] ۔ خوش خوی و آشنا روی در نہاد ۔ ازوست :

گو ہوا شیریں تجھے خسرو کی دولت جاہ و مال
پر کبھو ہوتا ہے پیدا کوہکن سا آشنا[2]

چشم سے نور گیا ، تن سے تواں ، دل سے صبر
عشق میں تیرے ہوا مجھ سے جدا کیا کیا کچھ

۴۳ ۔ ہدایت[3] :

میاں ہدایت‌اللہ ، ہدایت تخلص می‌کند ، زادگاہ او دہلی است ۔ مرید و شاگرد میاں خواجہ میر[4] است ؛ بسیار باستغنا می‌گذراند و آبرو در درہا نمی‌ریزد و بالجملہ مردی از قوم افاغنہ با این جمعیت اخلاق و احوال کمتر بہ نظر آمدہ[5] ۔ لالہ سدہ رای کہ پیش کار خالصۂ بادشاہی[6] است ، چیزی تواضعش می‌کند[7] و منت قبول آن بر سر و دوش[8] خود می گیرد ۔ چون ہمسایۂ

---

۱ ۔ اکثر شعر فارسی در طرازد ، گاہ گاہ بطور ریختہ نیز فکر می‌کند (مط)

۲ ۔ مط میں یہ مطلع زائد ہے :

اس قدر مجھ سے ہو کیوں اے مہ وشاں ناآشنا
میں بھی تو شاید کسی دن تھا تمھارا آشنا

۳ ۔ شاہ ہدایت کا سال وفات خوب چند ذکا نے ۱۲۱۹ھ اور مصطفی خاں شیفتہ نے ۱۲۱۵ھ بیان کیا ہے ۔

۴ ۔ یعنی میر درد ۔

۵ ۔ احوال در نخاستہ (مط)

۶ ۔ احمد شاہ ؟

۷ ۔ 'تواضعش می‌کند' نسخ میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔

۸ ۔ بر سر دوش (مط)

فقیر مکونت دارد[1] ، بہ سبب مناسبت مزاج اکثر اتفاق ملاقات می شود ۔ او سبحانہ[2] سلامتش دارد! ازوست :

بھلا بتاؤ[3] مری جان کچھ ہدایت ہے
تمھارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہوگا
مگر یہ ہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھی
کچھ اور بس نہ چلا ہوگا ، رو دیا ہوگا

مجھ دل سے تیر عشق درا پار ہو چکا[4]
ہونا حو کچھ کہ تھا سو مرے یار ہو چکا[5]
نت آٹھ کے مرنے سےتو ہدایت،جان،ہوں،بس
مرنا بھی گر ہوا کہیں یک بار ہو چکا

تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات
روتے روتے ہی گذری ساری رات

یاد کرتے ہی زلف کے ہے قہر[6]
پھر گئی دل پہ سانپ کی سی لہر

---

۱ ۔ اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے ۔
۲ ۔ حق سبحانہ ؟
۳ ۔ بھلا بتا تو (مط)
۴ ۔ یہ تیر عشق دل کے تو اب پار ہو چکا (قاسم)
۵ ۔ ہونا جو کچھ تھا سو تو مرے یار ہو چکا (مط)
۶ ۔ مط اور قاسم میں اسی طرح ہے؛ مح میں یہ مصرع اس طرح ہے:
زلف کے یاد کرتے ہی ہے قہر

کیا کہوں تجھ بن مجھے ہر دم دمِ شمشیر ہے
سانس جب چلتے ہے گویا بارکشیِ تیر ہے
دولتِ بے سعی کی ہرگز نہیں ہوتی ہے قدر
ورنہ منصبِ خاک اپنی کیا کم از اکسیر ہے

ہم دوانے وہ نہیں ہیں جنھیں زنجیر کریں
آگے خاطر میں جو یاروں کے ہو تدبیر کریں

کیا کہوں میں کہ ترے ہجر میں کیوں کر گذری
وہی جانے ہے مری جان کہ جس پر گذری

دید عالم کا کوئی دم[1] کیجیے
کس کی شادی و کس کا غم کیجیے
دیدۂ و دل تو[2] گھر تمھارا ہے
آئیے ، بیٹھیے ، کرم کیجیے !

اے کہ ماتم میں عزیزوں[3] کے تو ہے خاک بہ سر
بے خبر کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے کہ نہیں ؟

شہیدِ تیغِ ابرو ہے ، اسیرِ دامِ گیسو ہے
ہدایت بھی تو کوئی زور ہی صیدِ شکستہ[4] ہے

---

۱ - دم بدم (قاسم)
۲ - دل میں (مط)
۳ - عزیزاں (مط)
۴ - مط میں یہ شعر شامل نہیں ہے - دوسرے مصرع میں 'صید شکستہ' کی بجائے مخ میں 'شہیدا شکستہ' ہے - تصحیح قیاسی کی گئی ہے -

۴۷ - میر[1] :

معجز طراز کرامت تحریر ، محمد تقی متخلص بہ میر : شاعر درست ، انواع شعر را بہ شستگی و رنگی سرانجام دہد - آبایش از نجبای دارالخلافت اکبرآباد اند - چون بہ خان مغفرت نشان شیخ سراج‌الدین علی خان آرزو نسبت جواہر زادگی داشت ، بعد فوت والد بزرگوار بہ ہمین مناسبت وارد شاہ جہان‌آباد گردیدہ ، ملتی بہ خدمت

---

۱ - ولادت آگرہ ۱۱۳۵ھ ؛ وفات لکھنو ۱۲۲۵ھ - مط میں ترجمۂ میر ، سودا اور درد کے فورا بعد درج ہے - مط میں ترجمۂ میر کی عبارت میں بھی فرق ہے ، چنانچہ درج کی جاتی ہے :

'شمع انجمن عشق باران ، فروغ محفل سخن پرداران ، جامع آیات سخندانی ، مجمع کمالات انسانی ، معجز طراز ، کرامت تحریر ، محمد تقی المتخلص بہ میر - اصل و منشاء وی دارالخلافت اکبرآباد است - در خدمت خان آرزو کہ خالوی او بود لختی دانش اندوختہ - اوائل حال پیش ظہیرالدولہ بہادر می گزراند ، چون بہ او سکر آبی رسید رونق راحتہ ناگزیر گردید - چنانچہ تا حال با عز و امتیاز در رفاقت اوست -''

مط میں میر کے ۲۹ اشعار ہیں اور مخ میں ۳۴ ہیں - دونوں نسخوں میں صرف ۵ شعر مشترک ہیں - مط میں مندرجہ اشعار کی ردیف وار کیفیت یہ ہے ردیف الف (ایمان ہے ہارا ، احسان ہے ہارا ، لے لے کے رونے کا ، جل گیا ، صرفہ نگہ کا ، یہ رسالا ، رنگ حنا چھوٹا ، منکا ڈھلکتا تھا) ۸ شعر ؛ ردیف چ (جان کے بیچ ، آن کے بیچ) ۲ شعر ؛ ردیف ح (دیدۂ خونبار کے طرح) ایک شعر ' ردیف ر (آزار اس قدر) ایک شعر ؛ ردیف ک (آج شب فلک) ایک شعر ' ردیف ل (صدائے گل ، جائے بلبل ، صدائے بلبل) ۳ شعر ؛ ردیف ن (بار بار گریاں ، بید کی ہلیاں ، ہتھ بلیاں) ۳ شعر ؛ ردیف و (پیکاں تو ، اسا دماغ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ایشان استفادۂ آگاہی نمودہ اسم و رسمی بہم رسانیدہ۔ چون قریب بندہ خانہ[1] تشریف دارد ، اکثر اتفاق ملاقات می افتد۔ حق تعالیٰ سلامت با کرامت داردا

تیرا رخِ مخطط قرآں ہے ہمارا
بوسہ بھی لیں تو کیا ہے ایماں ہے ہمارا

معاں مجھ مست بن پھر خندۂ قلقل نہ ہووے گا
(مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لےلے کے رووے گا)

گرمیِ عشق مانعِ نشو و نما ہوئی
(میں وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا)

علاج کرتے ہیں (سودائے عشق کا میرے
خلل پذیر ہوا ہے دماغ یاروں کا)

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

کس کو) ۲ شعر ؛ ردیف ی (نازک بدنی ہے ، گردن زدنی ہے ، نمار کرے ، کتابت ہی ہی ، حواں کی طرح ہے ، بستی مسلمانوں کی ، قدر نہ جانی ، نال مشانی) ۸ شعر۔

مخ میں میر کے بھی چند اشعار نامکمل درج ہیں۔ اس قسم کے جو اشعار مخطوطے میں ملے انھیں اس نسخے کی مدد سے اور باقی کو کلیات میر ، نول کشور ایڈیشن (طبع چہارم کانپور ۱۹۰۷ع) اور کلیات میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (کراچی ۱۹۵۸ع) کی مدد سے پورا کیا گیا ہے اور قوسین کے ذریعے اس کی صراحت کر دی گئی ہے۔

۱۔ یعنی 'خانۂ بندہ'۔

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر دیکھتا نہیں
مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا

کچھ میں (نہیں اس دل کی پریشانی کا) باعث
(برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ) رسالہ

دل کے تئیں (آتشِ ہجراں سے بچایا نہ) گیا
(گھر جلا سامنے پر ہم سے بجھایا نہ گیا)

کھلا نشے (میں جو پگڑی کا پیچ اس کی میر
سمندِ ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا)

خطر کر تو نہ لگ چل زلف سے اس کی صبا اتنا[1]
بلا آوے گی تیرے سر جو اس کا ایک مو ٹوٹا

ہو چکی عید (تو گلے نہ ملا[2]
عیدِ آئندہ تک رہے گا گلا)

تاک کی چھاؤں میں جوں مست پڑے سوتے ہوں
ایسے لگتی ہیں نگہیں سایۂ مژگاں کے بیچ

ساقی تو ایک بار (تو توبہ مری تڑا
توبہ کروں جو پھر تو ہے توبہ) ہزار بار

۱۔ خطر کر تو نہ لگ چل اے صبا اس زلف سے اتنا (میر)
۲۔ تذکرۂ میر میں اس شعر کے مصرعوں کی ترتیب برعکس ہے۔

اتنا دن اور دل سے طپش کر اس[1] کاوشیں
یہ مجھلہ تمام ہی ہے آج شب تلک

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
جان و ایمانِ محبت کو دعا کرتے ہیں

اس کے کوچے سے جو اٹھ اہلِ وفا جاتے ہیں
تا نظر کام کرے رو بہ قفا جاتے ہیں

سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے میں سب چاک[2]
ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

دکھلے ہے حسنِ حسن کسی کاروان میں
یہ وہ نہیں متاع کہ ہو ہر دکان میں

جب لے نقاب منہ پر تب دید کر کہ کیا کیا
در پردہ شوخیاں ہیں اور بے حجابیاں ہیں

کیا جانے داب صحبت ار حریف رفتگاں کا
مجلس میں شیخ صاحب اک[3] کود جاتے ہیں

جب دردِ دل کا کہنا میں دل میں ٹھانتا ہوں
کہتا ہے تو سنے ہی میں خوب جانتا ہوں

---

۱ - کرلے (مح)
۲ - سے سبھی چاک (میر)
۳ - کچھ (میر)

وقتِ قتل آرزوے دل جو لگے پوچھنے لوگ
میں اشارت کی اُدھر اُن نے کہا مت پوچھو
خواہ مارا اُنھیں نے میر کو ، خواہ آپ موا
جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا ، مت پوچھو

یار کی برگشتہ مژگاں سے نہ دل کو جمع رکھ
نہ بلا ہے پھر کھڑی ہووے جو یہ پلٹن کبھو

کیا اپنی شرر ریزی کہیں پلکوں کی صف کی
ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہ باڑھ چڑھی ہے

۷۵ - قلندر :

بدھ سنگھ ، قلندر تخلص ، ہندو پسری است - آبایش[1] ا
نعمت دنیا حظ وافر داشتند - او را شوریدگی دماغ دریافت
از خویش و قوم[2] گسیختہ ، بہ قلندری برآمد[3] - چوں شاگر
میرزا مظہر است اکثر اتفاق دیدنش ہم آنجا می‌افتد - شعرش
خالی از لطف نیست - ایں چند بیت ازوست :

مست ہی رہتے ہیں دن کیا رات کیا
ہم قلندر ہیں ہماری بات کیا

مجھ کو کیا مے جنوں نے آ کر دی
ساری عقل و خرد ہوا کردی

---

۱ - عیالش (مط)
۲ - قوم خود (مط)
۳ - اس کے بعد کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے - اشعار بھی صرا
چار درج ہیں - پہلا اور چوتھا شعر اور رباعی مط میں نہیں ہے

تجھ سے مل کر ہؤا مرا دشمن
تو نے اس دل کو کیا بلا کردی
دل کشا نہیں گر روش گل کی نسیم
گرہ غنچے کی کس نے وا کردی

قطعہ

اے قلندر ، جہانِ معنی میں
داد تو نے سخن کی آ کر دی
پارس اور ہند کر دکھایا ایک
ایس چہ اعجاز برملا کر دی

رباعی

جی میں جو قلندر کے کبھو آئے گا
دل اپنے کو چھین تجھ سے لے جائے گا
یہ روز کا برے چیں بر ابرو رہنا
سب طاق اوپر دھرا ہی رہ جائے گا

۷۶ - بیان[1] :

خواجہ احسن اللہ ، متخلص بہ بیان ہنگامہ آرائی صحبت اشعار است - در فن ندیمی دستگاہے دارد - پیس ازیں کہ کوکے خاں[2] در دہلی بود بنا بر علاقۂ محبت با او می گزراند ، دریں ایام[3] بیکار است - او تعالیٰ درخور مراد جمعیت طاہری

---

۱ - متوفی ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ع ('مرزا مظہر جان جاناں' از عبدالرزاق قریشی' بمبئی ۱۹۶۱ع صفحہ ۱۱۱)
۲ - یعنی اشرف علی خان فغاں (ترجمہ ۸۹)
۳ - دریں روز ہای (منخ)

و باطنی کرامتش کناد!![1]

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہم آغوش مجھ سے یار تھا
در کے باہر مدعی جوں صورتِ دیوار تھا

جفا اک لمحہ گر[2] کرتا نہیں ہے وہ تو مرتا ہوں
ستم ہوتا اگر الطاف سے اُس کے جو میں کرتا[3]

مصلحت ترکِ عشق ہے ناصح
لیک یہ ہم سے ہو نہیں سکتا

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو
انھوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا ؟

کیا چلے تھے رازِ دل کہنے کو لوگوں میں بیاں
آپ بھی مطعون ہوا اور اُس کو بھی رسوا کیا

بیاں تیرے کوچے سے چلتا رہے گا
مری جاں تو ہاتھ ملتا رہے گا

ہو چرخ تو بھی اُس ستم ایجاد کی طرف
کافی ہے یاس اس دلِ ناشاد کی طرف
غالب خدا کے فضل سے اکثر رہے ہیں نند
مغلوب آج سے نہیں فرہاد[4] کی طرف

---

۱ - مط میں ۲۲ شعر ہیں اور مخ میں ۳۶ - آخرالذکر میں مندرجہ ذیل اشعار زائد ہیں ۸ ، ۲۱ تا ۲۸ اور ۳۱ تا ۳۶ -
۲ - جو (مط)
۳ - مرتا ؟
۴ - نسخے میں 'رہادی' ہے - تصحیح قیاسی -

کروں شکوۂ درد و غم کب تلک
بہرحال جیتا تو ہوں اب تلک

کچھ بے ادبی کی ہے بیاں تو بے بھی اس سے
ناحق نہیں دیتا کوئی دشنام کسی کو

حسرت پر اس غریب کی آوے اجل کو رحم
بالیں پہ جس کے یار دمِ واپسیں نہ ہو

جادو تھی ، سحر تھی یا[1] بلا تھی
پیارے وہ تری نگاہ کیا تھی
کیدھر ہے ، کہاں ہے ، خوش‌دلی تو
ہم سے بھی کبھو تو آشنا تھی
مارا ہے بیاں کو یار جن نے
کیا جانیے کون سی ادا تھی

مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی
جس طرح کٹا روز گزر جائے گی شب بھی

کس واسطے شتابی جانے کی اس قدر ہے
گو صبح ہوئی[2] پیارے یہ بھی تو اپنا گھر ہے

کون کہتا ہے با وفا تم کو
کذب ہے ، افترا ہے ، تہمت ہے

---

۱ ۔ 'یا' اضافۂ مرتب
۲ ۔ مخ و مط میں 'گو صبح ہو' ہے ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ہے ۔

یہاں کون ہے[1] ، اب تلک پوچھتے ہو
تجاہل کے قرباں ، تغافل کے صدقے

اُلجھ دیکھو دامن سے اُس کے بھی ہاتھو
یہ مجھ ناتواں کا گریباں نہ ہووے[2]

لب تک تو شکایت اُس کی آئی
پر آگے حجاب سے نہ نکلی[3]

آئے اب نعش پر مری تو کیا
حیف ٹک قصد پیشتر نہ کرتے

نپٹ ہی یہاں کا برا حال ہے
تغافل ارے بے خبر کب تلک

لاتے ہو وقتِ نزع تشریف کاہے کو
اتنی بھی اب کھینچیے تکلیف کاہے کو

کون کہتا ہے چاہ مشکل ہے
لیکن اس کا نباہ مشکل ہے

---

۱ ۔ یہاں کون ہے (مط)
۲ ۔ یہ ناتواں گریباں نہ ہووے (مخ)
۳ ۔ مط میں 'پر' کی بجائے 'پھر' ہے اور ایک شعر زائد ہے :
آئی نہ جگر سے آہ باہر
یہ سیخ کباب سے نہ نکلی

تم مجھ کو جدا کرو گے
باللہ بہت برا کرو گے

بغل میں غیر کی سوتے تجھے نہ آئی شرم
عجب حیا ہے کہ مجھ سے حجاب آتا ہے

ہمیشہ کہتے ہو مجھ سے کہ بے وفا تم ہو
خدا ہی جانے مری جان ، میں ہوں یا تم ہو

رکھا نہ عزیز اُن نے ، میں خوار بھی ہو دیکھا
آیا نہ عیادت کو ، بیمار بھی ہو دیکھا

جس وقت کہ بیدار وہ ہوتا ہے گا
عالم کے عجب سے جان کھوتا ہے گا
غنچوں کو صبا کہو کہ آہستہ کھلیں
زانو پہ مرے وہ شوخ سوتا ہے گا

آیا ہوں بہ تنگ دور رہتے رہتے
لوگوں سے پی کا پیام کہتے کہتے
روتا ہوں اگر مدد کرے سیلِ سرشک
پہنچوں میں گلی میں اس کی بہتے بہتے

اپنی دوری ہی سے ستایا ہوتا
تشریف مرے گھر میں نہ لایا ہوتا

اغیار کو اپنے ساتھ لیتا آیا
ایسے آنے سے تو نہ آیا ہوتا

کیا زلف میں اس شوخ کی ہے دلکی صبح
یا شام سی ہوتی ہے کسی شب کی صبح
ٹک زلف کو میں ہاتھ لگایا کہ ادھر
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

۷۷ - سوز[1]:

سیادت پناہ محمد میر ، مطلب نویس بی نظیر است ، خط شکست خوب می‌نویسد[2] ، لحتی از علم موسیقی آگاہ - در مبادی حال میر تخلص می نمود ؛ چون او را با میر تقی معارضہ افتاد ازان باز سوز تخلص کرد - با فقیر قدیم آشنائی[3] دارد و ازان جا کہ داخل بندگان بادشاہی[4] است ، نسبت ہم فرنگی[5] اکثر بہ دربار معلّی ملاقات می‌شود[6] - حق تعالی سلامتش داردا ازوست :

---

۱ - متوفی ۱۲۱۳ھ بہ مقام تلہر ضلع شاہ جہان پور -
۲ - مطلب جوس نویس بی نظیری است - خط شکستہ و شفعیا (شمیعا ؟) خوب می نویسد - (مط)
۳ - قدم آشنائی (مط)
۴ - داخل توپ خانۂ پادشاہی (مط)
۵ - نہ سبب ہم فرنگی (مط)
۶ - اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے اور ایک شعر زائد ہے :
چین آتا نہیں مجھے یارب
دلِ پراضطراب ہوں کس کا

شہرۂ حسن ہے از بس کہ وہ محبوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

تجھ ستے من اے ظالم کوئی بھی ہے گرویدہ
دیدے ہیں سو گریاں ہیں، دل ہے سو ستم دیدہ[1]
اے آہ ابھی رہ جا، دل چین سے سوتا ہے[2]
مشکل ہے[3] اگر چونکے یہ فتنۂ خوابیدہ

آنکھیں جو نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں
پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں

نہیں دیتا ہے مجھ کو چین یہ دل بیقراری سے
تنک جھمکی تو دکھلا دے کہ میں بیہوش ہوتا ہوں[4]

---

۱ - اردوئے معلی میر سوز نمبر' مرتبہ خواجہ احمد فاروقی (دہلی ۱۹۶۳ء) میں یہ شعر اس طرح درج ہے:
کیا لے گا کوئی ظالم اب تجھ سے ہو گرویدہ
اک دل ہے سو نالاں ہے آنکھیں سو ستم دیدہ
۲ - دیوان میر سوز میں یہ مصرع اس طرح ہے:
اے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل
۳ - مشکل ہو (دیوان سوز)
۴ - 'دیوان میر سوز' مرتبہ خواجہ احمد فاروقی میں یہ شعر شامل نہیں ہے۔

۷۸ - شوق :

میر حسن علی شوق[1] سپاہی پیشہ است ، ہمیشہ بہ روزگار عمدہ گزرانیدہ ، اکثر شعر فارسی در پیش دارد و خود را از شاگردان خان آرزو می‌گیرد :

پڑھ کے مجھ خط کو یہ جواب دیا
نامۂ شوق کا جواب نہیں

۷۹ - دردمند[2] :

محمد فقیہ دردمند تخلص می کند ۔ در عنفوان شباب حسنی دلفریب داشت ۔ شاہ ولی‌اللہ اشتیاق کہ در طبقۂ ثانیہ گزشت بہ مشاہدۂ حالتش عمر از سر نو می‌گرفت ۔ چون گل زیبا از رنگ و بوی وفا اثرے ندارد بہ اندک تغیر گسیختہ بہ مرزا جان جان مظہر پیوست ، مدتی بخدمت ایشان استفاضۂ آگاہی کردہ

---

۱ - قیاس بہ حد یقین ہے کہ کاتب کی لاپروائی سے تذکرے کے آمنے سامنے کے دو صفحے مخ میں نقل ہونے سے رہ گئے ہیں ۔ یہ دو صفحے میر حسن علی شوق ، اور محمد فقیہ دردمند کے مکمل تراجم اور انعام اللہ خان یقین کے ترجمے کی بیشتر نثری عبارت پر مشتمل ہوں گے ۔ کیونکہ یہ تراجم بعد کا اضافہ نہیں معلوم ہوتے بلکہ محض کاتب کی بے احتیاطی سے نقل ہونے سے رہ گئے ہیں اس لیے مط (اور مخ) کی ترتیب کے مطابق یہاں درج کیے گئے ہیں ۔ نواب مہرداں خاں رند کا ترجمہ بلاشبہ بعد کا اضافہ ہے جو مخ میں بھی شامل نہیں ہے ، چنانچہ اسے تذکرے کے آخر میں ——احوال مؤلف سے قبل—— جگہ دی گئی ہے ۔

۲ - دردمند کا سال وفات صحف ابراہیم میں سال اول جلوس شاہ عالم ثانی (۷۳ - ۱۱۷۳ھ) اور گلزار ابراہیم میں ۱۱۷۶ھ ہے جب کہ تذکرہ یوسف علی خان میں ۱۱۷۹ھ ہے ؛ بمقام مرشد آباد ۔

بقافیہ سخن سنجی برآمد ۔ چنانکہ مثنوی 'ساقی نامہ'[1] مع دیگر ابیات بر صفحۂ روزگار از وی یادگار است :

دمس تک بھی نہ بھجے اور پڑے دور آشیانے سے
عجب ساعت سے بچھڑے تھے چمن کے آشیانے سے

الٰہی مت کسو کو پیش رنج انتظار آوے[2]
ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

۸۰ - یقین[3] :

صدر نشین بزم شعرای متاخرین ، انعام‌اللہ خان متخلص بہ یقین ، شاعر صاحب طرز ، یگانۂ عصر و وحید دہر است ۔ بہ اخلاق حمیدہ اتصاف دارد ۔ دو مصرع از زبان ہای خامۂ سحر طرازش باین ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بہ مجرد استماع دل عشاق مضطراب خون شدہ ، از دیدہ فرو می چکد ۔ بزرگانش در بلدۂ سہرند اقامت داشتند و اکثری از سرفاء و رؤسای آن ضلع خدمت ایشان استفاضۂ معنی می‌کردند ۔ چون والد شریفش بہ دارالخلافت رسید ، حمیدالدین خان کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیۂ خود را بہ آن بزرگوار نامزد کرد و این معنی را موجب افتخار خویش دانستہ ۔ بالفعل خان موصوف بہ منصب ہزار

---

۱ ۔ دردمند کا 'ساقی نامہ' شیخ چاند مرحوم مجلہ 'اردو' (جولائی ۱۹۳۴ع صفحہ ۵۷۴ تا ۵۹۷) میں شائع کروا چکے ہیں ۔

۲ ۔ مط میں 'رنج و انتظار آوے' ہے ۔ تصحیح قیاسی کی گئی ہے ۔

۳ ۔ انعام اللہ خان یقین خلف شیخ اظہرالدین متوفی ۱۱۶۹ھ بمقام دہلی ۔

و بالصمد سرفرازی[1] دارد و پیش ہمچشماں خود معزز و مؤقر است ۔ حق تعالٰی سلامتش داردا

ہے ترے داغ سے تر سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا
غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا
موجِ دریا کی طرح ضبط میں آ سکتا نہیں
کیوں کہ لکھے کوئی[2] احوالِ پریشاں میرا[3]
رو اگر دیجیے اس کو بھی کبھو عیب نہیں[4]
آئنے سے بھی گیا گیا دلِ حیراں میرا
میں تو ظاہر نہ کروں اس کی جفا کو لیکن
چھپ سکے کیوں کہ یقیں رحمِ نمایاں میرا

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگِ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

اگر مر کر نہ میں اس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا

---

۱ ۔ ترجمہ میر حسن علی شوق سے لے کر یہاں تک کی عبارت مخ میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔
۲ ۔ کوئی کیوں کر کہے ('دیوان یقیں' مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ ، علی گڑھ ۱۹۳۰ع)۔
۳ ۔ اپنا (مح)
۴ ۔ اس کو بھی تو کچھ عیب نہیں (دیوان یقیں)

رہا میں بے خبر افسوس لذت سے اسیری کی
اگر یہ جانتا کنجِ قفس میں آشیاں کرتا
نہ دیتا عیش کی خسرو کو فرصت قصرِ شیریں میں
جو میں ہوتا تو جائے شیر جوئے خوں رواں کرتا[1]

کہتے ہیں کہ تسخیریں آئینے کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام ، آئینے سے کیا ہوگا

ناچار[2] لے دل اپنا گیا خاک میں یقیں
اس حسن کا جہاں میں کوئی قدرداں نہ تھا

جو کچھ کہیں یہ تجھ کو یقیں ہے سرا تری
بندہ ہو تو بتاں کا ہوا کیا خدا نہ تھا ؟

کیا کروں[3] مژگانِ تر کے ابر نے ڈالا ہے شور
آج بادل بے طرح امڈے ہیں یہ برسیں گے زور
خال گورے منہ کا لیتا ہے مرے جی کو چرا[4]
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی پڑتے ہیں چور

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے اور مح میں 'کرتا' کی بجائے 'ہوتا' ہے - 'دیوان یقیں' میں 'جو جائے' کی جگہ 'بجائے' ہے -
۲ - لاچار (دیوان یقیں)
۳ - کیا مری (دیوان یقیں)
۴ - مرے دل کو چرا (مط) خال گورے مکھ کا میرے دل کو لیتا ہے چرا (دیوان یقیں)

دل نہیں کھنچتا ہے بن مجنوں بیاباں کی طرف
خوش نہیں آتا[1] نظر کرنا غزالاں[2] کی طرف
اس ہوا میں رحم کر ساقی تو دے جامِ شراب[3]
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کی طرف

ہمارے درد کی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی بات ہی جانے کا[4] کیا حاصل

جب دیکھتا ہوں تنہا تجھ کو صحن چمن میں
کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میرے من میں
مجنوں کی حوس لیتی کرتی ہے داغ مجھ کو[5]
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن میں

یقیں سے جلتے دلیے کی خبر کیا پوچھ کر لوگے
پڑا ہوگا دوانہ داؤلا سا کنجِ گلخن میں

کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ ٹک[6] کھول دو زنجیریں

وہ ناخن ابروئے خوباں سے خوش نما تر ہے
کسی کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہو

---

۱ - لگتا (مط)
۲ - بیاباں (مط)
۳ - ساقی کہ دے جام شراب (دیوان یقیں)
۴ - جانے سے (دیوان یقیں)
۵ - داغ دل کو (دیوان یقیں)
۶ - اب (دیوان یقیں)

گالی بھی پی گئے ہیں ، ماریں بھی کھائیاں ہیں
کیا کیا تری جفائیں ہم نے اُٹھائیاں ہیں[1]

کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کر عاشق ہو شعلے کا
گرو آتش پرستی ہے ، یہ پروانے سے کہہ دیجو

اسیرانِ قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

منہ اپنا نہ دیکھا کر ہو جائے گا دیوانہ
آئینے کو کہتے ہیں اے شوخ پری خانہ

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
نرا برا نہیں یہ شغل ، کچھ بھلا بھی ہے
یہ کون ڈھب ہے سجن خاک میں ملانے کا
کسی کا دل کبھی[2] پاؤں تلے ملا بھی ہے
اس اشک و آہ سے سودا بگڑ نہ جائے کہیں
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے[3]

شبِ ہجراں کی وحشت کو تو اے بے درد[4] کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں یاں راتوں کو سو تیری بلا جانے[5]

---

۱ - ہم نے تری جفائیں کیا کیا اُٹھائیاں ہیں (دیوان یقیں)
۲ - کسو کا دل کبھو (دیوان یقیں)
۳ - یہ شعر مط میں نہیں ہے -
۴ - بیداد (دیوان یقیں و مط)
۵ - جو دن پڑتے ہیں راتوں کو مجھے تیری بلا جانے (دیوان یقیں)

وصل کی گرمی سے مجھ کو ضعف آتا ہے یقیں
دیکھیے مجھ ساتھ خوباں کی جدائی کیا کرے

اُس ستی پوش سے آغوش رنگیں کیجیے
جی بس ہے اس مصرعِ موزوں کو تضمیں کیجیے

چھٹے ہم[1] زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے
وصیت ہے ہمارا خوں بہا جلاد کو پہنچے
نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

ہمیں ہجرِ چمن ہے موت ، پر صیاد کیا جانے
جو گزرے سر پہ مقتولوں کے سو[2] جلاد کیا جانے
دوانہ ہوں میں ہی دینے میں[3] مجنوں کے سلیقے کا
مزہ لے لے کے مرنے کی طرح فرہاد کیا جانے

مجھے یہ بات ہے گی یاد[4] اک مجنونِ عریاں سے
کیا کیجے کہاں تک چاک ہم گزرے[5] گریباں سے

---

۱ - چھٹے اس (دیوان یقیں)
۲ - وہ (دیوان یقیں)
۳ - دینے پہ (سط)
۴ - خوش آتی ہے مجھے یہ بات (دیوان یقیں)
۵ - گزرے ہم (دیوان یقیں)

نہ دے برباد خارِ آشیاں کو عندلیباں کے[1]
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہیں[2] آخر[3] گلستاں کے

ٹک اک انصاف کر، کرتا ہے اتنی بھی[4] جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

اب تو کیجیے[5] نگہہِ لطف کہ ہو توشہ[5] راہ
کہ کوئی دم میں[6] یہ بیمار سفر کرتا ہے

کعبے بھی ہم گئے ، نہ گیا پر بتاں کا عشق
اس درد کی دوا تو خدا کے بھی گھر نہیں[7]

۸ - حزیں :

افتادہ مزاج و خدمت‌گزین ، میر باقر ، متخلص بہ‌حزیں -
ز سادات اکبرآباد است - پیش ازیں بہ علاقہ[1] روزگار در دہلی

---

۱ - 'عندلیباں کے' مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے -
۲ - ہے (مط)
۳ - ہیں آخر ہیں (دیوان یقیں)
۴ - اتنا بھی (مح) ایسی بھی کرتا ہے (دیوان یقیں)
۵ - اب تو کر لے (دیوان یقیں)
۶ - دم کو (مط)
۷ - یہ شعر بھی مط میں نہیں ہے - 'دیوان یقیں' میں یہ شعر اس طرح درج ہے :

کعبہ بھی میں گیا ، نہ گیا ان بتوں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

بود ، الحال کہ کساد بازاری[1] مردم کاریست[2] از شہر در رفت معلوم نیست کہ کجا است ۔ خدایش زندہ دارد!

وہ کہ ہے ملک مسلم جسے یکتائی کا
خوب لیتا ہے مزا عالم تنہائی کا
میں تو بندہ ہوں ترے جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دلِ سودائی کا

۸۲ - فراق :

میرزا[3] مرتضٰی قلی فراق[4] از ملازمان توپ خانہ[5] پادشاہی است ۔ اکثر شعر فارسی برطرازد و در سخن سرائی سلیقہ[6] درست دارد ۔ ہرچند این[5] طوطی شکرشکن متولد ہندوستان‌است لیکن نظم کلامش مالا بہ فصحای ایران[6] ۔ گاہ گاہ بہ تحریک میرزا صاحب[7] یک دو بیت ریختہ فکرکند ۔ با فقیر ہم آشنا است ۔ خدایش زندہ دارد! ازوست :

تماشا اس چمن کا کس کے دل کو شاد کرتا ہے
کہ یاں تک لب تبسم غنچے کو برباد کرتا ہے
اسیروں کی قسم ہے اے صبا سچ کہہ کہ گلشن میں
کوئی آن ہم‌نواؤں سے ہمیں بھی یاد کرتا ہے

---

۱ - مح میں اس کے بعد 'از' زائد ہے ۔
۲ - مط میں اس کے بعد صرف ''بنگالہ رفت'' ہے ۔
۳ - میر (مح)
۴ - راجا شتاب رائے ناظم عظیم آباد کی قید میں ۱۱۸۲ھ کے لگ بھگ فراق نے وفات پائی ۔
۵ - آن (مط)
۶ - اس کے بعد کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے
۷ - 'میرزا صاحب' سے مراد غالباً مرزا سودا ہیں ۔

۸۳ - خاکسار[1] :

میر محمد یار ، متخلص بہ خاکسار ، مردیست جنتی از خادمان حضرت قدم شریف ، درحقیقت متمکن و بہ اعتقاد خود ظریف ، ہر چند شوخیش با استاد و غیر استاد[2] در سر رشتہ[3] مزاح می آرد لیکن تمکنتش[3] تاب شنیدن جواب ندارد - بنا بر آن از تمام عالم شاکی است - چنان چہ حضرتم میرزا صاحب[4] نقل می کردند کہ روزی بندہ و این عزیز بہ خانہ[5] میرزا مرتضیٰ قلی فراق بودیم[5] ، این بابا بی موقع وقت اختلاط تقریب شکوۂ میر محمد تقی بہ میان آورد[6] بہ حضار تکلیف ہجو میر مسطور کرد[7] - این ہا بہ رعایت آشنائی میر اقدام این معنی نہ نمودند ، مگر بندہ بہ پاس خاطرش مزاحاً این مطلع موزوں نمودہ حوالہ اش کردم :

میر کا مکھڑا ہی ہے تسما گلِ رنق سا ہے
پیٹ بھی اس کا جو میں دیکھا سو کچھ بھنق سا ہے

بہ مجرد شنیدن قریب بود کہ حاضران[8] از فرط خندہ ہلاک شوند و ایشان نیز بہ دستور ؛ چوں ساعتی دریں منوال بہ گذشت

---

۱ - شعرائے اردو کا ایک ناپید تذکرہ 'معشوق چہل سالہ' خود' ان سے منسوب کیا جاتا ہے -

۲ - ہر چند حسن ناآشنا و غیر آشنا (مط)

۳ - ہمکس (مط)

۴ - مرزا رفیع صاحب (مط)

۵ - بہ خانہ' مرتضیٰ قلی وارد بودیم (مط)

۶ - مخ میں اس کے بعد 'ودید' زائد ہے -

۷ - مط میں یہ جملہ اس طرح ہے ''ہرگز این معنی را ہیچ کس قبول نہ نمود مگر بہ پاس خاطر (س) یہاں لحظہ این مطلع را موزوں کردہ حوالہ اش نمودم -''

۸ - حاضران مجلس (مط)

دید کہ یاراں دست از خندہ برنمیدارند ، نگاہی بر شکم خود درد و دفعتاً برخاست و بہر پوچ وحشو[1] کہ در دنیا بود تحویل ساہعہ میرزا و یاراں نمود ؛ ہر چند مردم رو بہ مساجت آوردند ، ہیچ فائدہ نکرد ؛ از آن روز ترک ملاقات است :

دل شیفتہ[2] ہو کے کیا لیا تیں
اے خانہ خراب ، کیا کیا تیں

تیری زلفِ سیہ سے اے پیارے
مجھ کو یکسر ہزار سودا ہے

خاکسار اس کی تو آنکھوں کے کبھی مت لگیو
مجھ کو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

تیغِ قاتل سے ہوئے محروم بے تقصیر ہم
روزِ محشر کو[3] اٹھیں گے گور سے دل گیر ہم

کیا ہے اس خاکسار کی تقصیر
یہ مگر تم کو پیار کرتا ہے

کیا ہے ناصح تجھے حاصل مرے سمجھانے میں
آہ جوں شمع ہے راحت مجھے مر جانے میں[4]

---

۱ - ہر و پوچ و حشو (مط)
۲ - آشفتہ (مط) مط میں ردیف 'میں' ہے
۳ - کے (مح)
۴ - مرے مر جانے میں (مط)

خاکسار عاشقِ مے‌خوار کو تقویٰ سے کیا
ابھی دیکھا تھا میں اس راند کو مے خانے میں

قیامت بھی ہو گی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

واسطے یمن کے جا سیل سے لیوے گل کو
گھر ترے خانہ خرابوں سے جو بنیاد کرے[1]

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی
اس خانماں خراب کو چپکا کرے کوئی[2]

عشوہ و ناز کو ترے پیارے
یہ ترا خاکسار جانے ہے

شانہ آہستہ کیجیو حجام
تار اس زلف کا رگِ جاں ہے

۸۴ - تمکیں :

صلاح الدین تمکین ، شاعر خوش است[3] ، دخل را از خرچ نہ شناسد و تاکمال تہیدستی و قلاشی بسر برد - ہمواره بارتکاب شراب معمول است - تا مست طافح نہ شود ، دست بردارد - گاہ گاہ

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے
۲ - چپکا خدا کرے (مط)
۳ - خوبی است (مط)

در کوچہ و بازار بہ ہمیں حال نظر می آید[1] :

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجھ کو دیوانہ کیا ، تجھ کو پری‌زاد کیا[2]

۸۵ - تاباں[3] :

حالہ برانداز محبت خراباں ، میرعبدالحئی ، متخلص بہ تاباں ۔ جوانی بود در نہایت حسن و جمال ، ہم صحبت یاران حال ، باوجود لیلی منشی مجنون را داب محبت آموختی و با کمال الحسن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی ۔ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت ۔ آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خان کشمیری بہ تنعم می‌گزراند ۔ چون در شرب شراب[4] کثرت ہا کرد رطوبت فضلی بہمرسانده ، مستسقی گردید و بہ ہمیں حیلہ دست اجل بہ گریبانش رسید[5] :

رباعی

افسوس کہ گل رخان کفن پوش شدند
در خاطر یک دگر فراموش شدند
آنہا کہ بہ صد زبان سخن می‌گفتند
اما چہ شنیدند کہ خاموش شدند

---

۱ - مط میں تمکین کا ترجمہ اس سے مختصر ہے :
”شاعر خوبی است ۔ دخل را از خرج بہ شناسد ۔ ہموارہ بہ ارتکاب شراب مشغول است ، تا مست طافح بہ شود دست بر ندارد ۔ اروست ۔“

۲ - مع میں مصرع ثانی مکرر درج ہے ۔

۳ - سال وفات تقریباً ۱۱۶۳ھ بہ مقام دہلی

۴ - درخوردن شراب (مط)

۵ - و بہ ہمیں احوال از جہان رفت (مط) ۔ رباعی اور اس کے بعد کی عبارت بھی مط میں شامل نہیں ہے ۔

باری گلبی درین گلستان سر نہ کشید کہ پائمال فسون حوادث نہ گردید ۔ اگر شاہ و اگر درویش است ہر آفریدہ را ہمیں راہ درپیش ۔ خدائش مغفرت کنادا

کیا کہوں میں ماجرا اپنے دل بیتاب کا
آب حس کو دیکھ کر زہرا ہوا سیماب کا

اے طبیبو سوائے وصل کہو
کچھ بھی درماں ہے عشق کی تب کا

بیتابیوں کا عشق کی کرتا ہے[1] کیوں گلا
تاباں اگر یہ دل[2] ہے تو آرام ہو چکا[3]

ساتھ تو سوتا ہے ظالم پر گلے لگتا نہیں[4]
منتیں کرتے ہی ساری رات ہو جاتی ہے صبح

لے میری خبر چشم مرے یار کی کیوں کر
بیمار عیادت کرے بیمار کی کیوں کر
دن تو تجھے جاتا ہے تڑپتے مرے تاباں
سچ کہہ کہ حقیقت ہے شب تار کی کیوں کر

---

۱ ۔ کرتے ہو (مط)

۲ ۔ دن (مح)

۳ ۔ آرام پا چکا (دیوان تاباں مرتبہ مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۵ع ۔)

۴ ۔ پاس تو سوتا ہے چنچل پر گلے لگتا نہیں (دیوان تاباں)

مرگ کے سے تو نہیں میرے کچھ آثار ہنوز
رحم کر رحم کہ جیتا ہے یہ بیمار ہنوز

سن فصلِ گل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں
کیا بلبلوں نے دیکھو دھومیں مچائیاں ہیں

غم وصل میں ہے ہجر کا ، ہجراں میں وصل کا
ہرگز کسی طرح مجھے آرام ہی نہیں

میرا جوابِ نامہ یاں لکھ چکے پر اب تک
قاصد پھرا نہ واں سے لے کر جوابِ نامہ

تو بھلی ذات سے بھی[1] میری جفا ہوتا ہے
اہ کیا چاہنا ایسا ہی برا ہوتا ہے
تیری ابرو سے مرا دل نہ چھٹے گا ہرگز
گوشت[2] ناخن سے بھلا کوئی جدا ہوتا ہے

نہ کہیو مرا سوزِ دل شمع سے
وہ دل سوختہ صبح تک روئے گی[3]

---

۱ - بھی (دیوان تاباں)

۲ - پوست (مخ) گوشت (مط و دیوان تاباں)

۳ - یہ شعر ، اس کے بعد کا اور آخری یعنی تین شعر مط میں شامل نہیں ہیں -

دعواے عشق کرکر جیسے جاے چمن میں (کذا)[1]
کس منہ سے ہم چمن میں پھر آن کر رہیں گے

آج تھمتے نہیں مرے آنسو
تیرے کوچے کی راہ پائی ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

یوں تری زلف میں دیکھے ہیں گرفتار کئی
ایک زنجیر میں جیسے ہوں گنہ‌گار کئی

اگر میں خوف سے دوزخ کے[2] حتی ہوں شیخ
جو تو ہو[3] واں تو بھلا یہ عذاب کیا کم ہے

۸۶ - [نظام][4] :

چشم و چراغ دانش و بینش[5] ، مردمک دیدۂ آفرینش ، اسیر ورق بختیاری ، نقش نگیں نامداری[6] ، اشرف اہل زمان ، وزیر الممالک نواب غازی الدین خان نہ والا فطرتی موصوف

---

۱ - ہوئی جلی حرص میں دعواے عشق کرکر (دیوان تاباں)
۲ - نسخ میں 'کے' نہیں ہے
۳ - جو سو ہو (دیوان تاباں)
۴ - نواب عماد الملک غازی الدین خان المتخلص بہ نظام (میر بخشی احمد شاہ اور وزیر عالمگیر ثانی) متوفی یکم ستمبر ۱۸۰۰ع بمقام کالپی
۵ - چشم و بینش و دانش (مط)
۶ - نقش و نگیں پائداری (مط)

و شگفتہ روئی معروف است ۔ احوالش از کثرت اشتہار محتاج تکرار نیست ۔ مصرع :

بآب و رنگ خال و خط چہ حاجت روی زیبا را

در ایامی کہ فقیر مؤلف این غزل طرح کردہ بود کہ مطلعش اینست :

کوئی دن آگے بھی زاہد ، عجب زمانا تھا
ہر اک محلے کی مسجد شراب خانا تھا[1]

در ہمان ردیف و قوافی بہ تغیر بحر چند شعر ابتداءً موزون کردہ کہ مثل آن بسیار بہ تلاش می‌توان می‌گفت و ہم ازین نسق گاہ گاہ عالی سبیل تقریب یک دو مصرع ریختہ و فارسی فکر می‌کند ، چنان چہ این مطلع از ہمان غزل است :

کھولنا زلف اک بہانا تھا
مدعا ہم سے منہہ چھپانا تھا

۸۷ ۔ راقم :

حافظ حدود سحن لالہ بندرابن[2] ، من سکان بلدہ متھرا ، از یاران میرزا صاحب[3] است ۔ بہ نسبت محرر پیشگی[4] راقم تخلص می‌کند ۔ قوت حافظہ بر کمال دارد ۔ چنانچہ قصیدۂ صد بیت بہ یک شنیدن یادگرفتہ بہ تکرار آن متامل نشود ۔ بالجملہ مذاق سخن سنجی درست دارد خصوصاً غزل استاد[5] را بہ رنگی مخمس

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو 'کلیات قائم' ، جلد اول صفحہ ۲۰ ۔
۲ ۔ سخ میں 'لالہ بند ابرائی' ہے
۳ ۔ میرزا صاحب سے مراد یہاں بھی مرزا سودا ہیں ۔
۴ ۔ محرر بیگی (سخ)
۵ ۔ راقم کو مرزا سودا سے تلمذ تھا ۔

کند کہ زیادہ از پنجہ[2] حنائی گل رحمان ناخن بدل زندش[1] ازیں کہ در دہلی بودہ ہنگامہ[2] موافقت گرم داشت ۔ از چندی نہ رفاقت مرہٹہ نہ دکھن رفت ۔ حق تعالیٰ سلامتش دارد!

نہ درے عشق میں بلبل ہی کو نالاں دیکھا
چاک ہر گل کا گلستاں میں گریباں دیکھا

پریشاں ہی نظر آتا ہے دل ذرات عالم کا
صبا کیا کھل گیا ہے پیچ اُس کی زلف کے خم کا

حو نہ مائل ہے تیغِ ابرو کا
تشنہ لب ہے وہ اپنے لوہو کا
میرے[2] اعضا میں تجھ کو رہے میاں
فرق ہرگز نہیں سرِ مو کا
راقم ہوتا نہیں وہ ہم آغوش
کیوں کہ ہو دور درد پہلو کا

حاضر ہے تیرے سامنے راقم ، کر اس کو قتل
مجرم یہ سب طرح سے ہے ، پر یک نگاہ کا

ترے پیچھے مرا دل[3] اشک کی طرح
گیا ایسا کہ پھر ڈھونڈھا نہ پایا

---

۱ ۔ زند (مط) اس کے بعد کی عبارت مط میں شامل نہیں ہے ۔
۲ ۔ تیرے (مط)

جو چاہے گوہرِ مقصود اے دل
صدف کی طرح تو پاسِ نفس کر[1]

ہے زلف میں تری جائے عاشق
زنجیر ہے اور پائے عاشق
اے عشق تو اس طرح مجھے مار
تا یار کہے کہ ہائے عاشق

کس کے گلے کا[2] قطرۂ خوں ہے نہ رہیں
جوں تکمہ آگئے ہیں گلِ اورنگ اب ملک

دیکھا نہ ہو جسے میں کوئی سرزمیں نہیں
پر تخمِ دل ہو سبز جہاں سو کہیں نہیں[3]
سنتے تھے ہم جہاں میں ہے اہلِ کرم کے ہاتھ
آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مرے مے پیے سے زاہد ، کریں توبہ مے گساراں
رہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجاتِ یاراں

ابرِ تر سے چشمِ گریاں کم نہیں
موجِ دریا ہے شکنجِ آستیں
زلزلے کو ایک دم فرصت نہ دے
ہوئے دل میرا اگر زیرِ زمیں

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے -
۲ - گلو کا (مط)
۳ - یہ مصرع مج میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے -

یاں تک قبولِ خاطر کیجے دری دعا کو
تا سب کہیں کہ راقم رحمت تری دعا کو

کیا ہمسے ہے تو مرے سینۂ صد چاک کو گل
سر فرو لا کے تنک اپنے گریبان کو دیکھ
معصیت میری بہت ہے کہ تری رحمت بیش
اپنی رحمت پہ نظر کر مرے عصیاں کو دیکھ

کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں
کام عاشقوں کا کچھ تجھے منظور ہی نہیں
کہتا ہے کون یہ کہ خوشی ہے جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کہیں مذکور ہی نہیں

مژگاں سے دل بچے تو ابرو کرے ہے ٹکڑے
یہ بات کہہ کے میں نے جب دل کی داد چاہی
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہوئے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی
دیکھا میں رات جا کر احوالِ چشمِ راقم
برسات کی اندھیری پتلی کی تھی سیاہی

بیچوں ہوں میں آس پاس یہ دل نیم نگہہ کو
اس پر بھی ستم ہے جو خریدار نہ ہوئے
من تصنیف راقم کہ غزل میرزا صاحب[1] تضمین کردہ است :

---

۱ - ملاحظہ ہو کلیات سودا ، جلد اول ، صفحہ ۱۱۶ -

مخمس

نشو و نمائے داغِ جہاں سے رمیدہ ہوں
شادابیِ ریاض سے دور آفریدہ ہوں
فکرِ غمِ خزاں سے بہت آرمیدہ ہوں
نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہوں
میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں

یا رب مری کٹے ہے عجب طرح صبح و شام
حیرت ہی میں گذرتی ہے میرے تئیں مدام
مطلب نہ غم سے مجھ کو نہ کچھ خرمی سے کام[1]
گریاں نہ شکلِ شیشہ و خنداں نہ طرزِ جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

مجھ سے تو بے دماغ عبث اے میاں ہے تیں
کو سو طرح کی حسرتیں اس دل کے بیچ ہیں
اظہار اُس کا مجھ سے ہو کیا معنی اس کے ایں
تو آپ سے زبان زدِ عالم ہے، ورنہ میں
اک حرفِ آرزو سو[2] نہ لب تا رسیدہ ہوں

سنتا نہیں ہے درد رعیت کا بادشاہ
قاضی سو دشمن دوست، لٹاں کو ہے اُس سے راہ
اور کوتوالِ شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ
کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے داد خواہ
جوں گل ہزار جا سے گریباں دریدہ ہوں

---

۱ - مطلب سے نہ غم سے مجھ کو نہ کچھ حور سے ہے کام (مخ - کذا)

۲ - 'سو' مط سے ماخوذ ہے -

آیا نہ رحم تجھ کو[1] مرے حال پر کبھو
پونچھا نہ دو نے آ کے مری چشم سے لہو
دیوے گا کیا جواب خدا کے تو رو بہ رو
کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن میں تو
خون جگر میں میں بھی تو دامن کشیدہ ہوں

بسمل صفت نہیں مجھے آرام ایک پل
ہے مرگ میرے دم سے ہمایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھ سے تو ظالم شتاب مل
غافل ہے کیوں ترا مری فرصت سے گوش دل
اب ہے جگر میں دلۂ حلق بریدہ ہوں

پوچھے ہے تو کبھو کہ مرا رنگ کیوں ہے زرد
کہتا ہے گاہ یوں تو مجھے بھر کے آہِ سرد
تو کون ہے جو ملتا ہے چہرے سے اپنے گرد
میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں، غرض آفت رسیدہ ہوں

۸۸ - محسن :

محمد محسن، محسن تخلص جوانی است خوشخاستہ، خلف الرشید میان حسن کہ خواہر زادۂ خان آرزو است ؛ طبعش[2] خیلی مناسب شعر افتاد، اگر چندی مشق خواہد کرد بسیار مرتب[3] خواہد گفت - این چند بیت ازوست :

---

۱ - آیا نہ تجھ کو رحم (مط)

۲ - طبیعتش (مط)

۳ - مرتبہ (مط) مرتبہ (مخ) - تصحیح قیاسی -

یوسفِ مصر دیکھتا ہے کوئی
مجھ سے دلبر عزیز دلہا کو
حرف تیرے عقیقِ لب کا شوخ
زندہ کرتا ہے نامِ عیسیٰ کو

دور ے گئے وہ کوہکن و قیس کے جو تھے
میرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور ہے

مرا رنگِ رو اس قدر زرد ہے
کہ یاں زعفران زار بھی گرد ہے
اگر شیخ دوزخ میں گرمی ہے زور
مرے پاس بھی اک دمِ سرد ہے

بہتوں کا عاشقی میں یاں کال ہوگیا ہے
اے دل ابھی سے تیرا یہ حال ہوگیا ہے
ٹک راہ پر تو آؤ اب سیر کو، کہ محسن
مانند نقشِ پا کے پامال ہوگیا ہے

تعزیت دارِ حسرتِ دل ہے
یہ جو گریہ کا جامہ آبی ہے
دلِ پر آبلہ مرا محسن
رشکِ آئینۂ حبابی ہے

اس کے کوچے میں ہے کچھ نالۂ شب کا چرچا
دیکھو تو کوئی میاں میرا تو مذکور نہیں

طبعِ نازک کو مری ہاتھ مں رکھیو تو کہ میں
قیس و فرہاد سا دہقانی و مزدور نہیں

سنک ابرو ہلی ، عاشق اُلٹ گئے
تجھے[1] تلوار سے اے شوخ جس ہے

کیا جانیے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں
ہم کو تو تن بدن کی بھی اپنے خبر نہیں
اُس دشتِ پر خطر کا مں باشندہ ہوں جہاں
آدم کا ذکر کیا ہے ملک کا گذر نہیں

اے دیدہ خانماں تو ُتو اپنا ڈبو چکا
اب روتا[2] ہے کیا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا
محسن روؤں نہ میں تو بھلا کہہ کہ کیا کروں[3]
اک دل بساط میں تھا سو میں وہ بھی کھو چکا

دل مرا وابستۂ ہر تارِ زلفِ یار ہے
ہے تو دیوانہ پر اپنے کام کو[4] ہشیار ہے
اور یہ عاجز تمھارا کچھ نہیں رکھتا ، مگر
جان برلب آمدہ حاضر ہے ، گر درکار ہے

---

۱ - مجھے (مط)
۲ - 'رووںا' کا وزن ہے
۳ - محسن مروں نہ میں تو بھلا جی کے کیا کروں (مط)
۴ - کام ہیں (مط)

نہ پوچھ دخترِ رز کی تو مجھ سے کیفیت
لیے ہی جاتی ہے دل وہ چھنال آنکھوں میں

جاں بہ لب ہوں میں نکل جاوے نہ یہ جان کہیں
دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے ، آ ، ماں کہیں
کب تلک نزع کی حالت میں رہوں میں اس بن
ہو بھی اے مردنِ دشوار ٹک آسان کہیں

جس دن تری گلی سے میں عزمِ سفر کیا
ہر اک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا

۸۹ - فغاں[1] :

اشرف علی خان المتخلص بہ فغاں[2]، ہم صحبت یاراں حال ۔
چون او را با احمد شاہ بادشاہ نسبت رضاعت بود در زمان

---

۱ - ولادت دہلی تقریباً ۱۱۴۰ھ . وفات عظیم آباد ۱۱۸۶ھ ۔
۲ - مط میں فغاں کا ترجمہ اس طرح ہے ''کوکے خان ، اصل نام وی مرزا اشرف علی است ، فغاں تخلص می کند ۔ در زمان سلطنت میرزا احمد بہ منصب پنجہزاری مفتخر و سپاہی گشت ۔ سلیقۂ سخن سخی درست دارد ، چناں چہ از سیاق و سباق کلامش پیداست ۔ چون در این ایام دارالاماں ہندوستان گرو سیہ آفات و شاہراہ بے تاب است بپاس آبروی خویش سفر بنگالہ گزید و ہانجا رخت اقامت انداخت ۔''

مط میں شعر ۲،۳،۴ نہیں ہیں اور یہ مندرجہ ذیل دس اشعار زائد ہیں:

بے واسطے ساقی نہ میں یاں چشم تر آیا
دل دیکھتے ہی ابر کو ناچار بھر آیا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سلطنتش به منصب پنج ہزاری و خطاب کوکہ خانی اختصاص

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

نہ الف ، نے محبت ، نے مروت
تری خاطر کوئی بدنام کیا ہو

کہیے ہیں وصل گل تو چمن سے گزر گئی
اے عندلیب تو نہ قفس بیچ مر گئی

شانے کی کشمکش سے کہیں دل ہیں ٹوٹتے
یک عمر چاہیے تری زلفوں سے چھوٹتے

کچھ مدارات بھی اے خون جگر پلکوں کی
تشنہ مرتا ہے کئی دن سے یہ مہماں میرا

عاشق کے دل سے پوچھیے اس غم کو اے فغاں
الفت بری بلا ہے کسی کو خدا نہ دے

مفت سودا ہے ارے یار کہاں جاتا ہے
او مرے دل کے خریدار کہاں جاتا ہے

صبا ہر ایک گل سے پوچھیو گلشن میں تو جا کر
گریباں چاک رہتا ہے فغاں اس کا سبب کیا ہے

نہ اے قاصد میں رو رو یار کو فریاد کرتا ہوں
ترا منہ دیکھ کر اپنے لکھے کو داد کرتا ہوں

یاروں نے سن لیا ہے اسیری کے نام کو
پہچانتے ہیں یہ نہ قفس کو نہ دام کو

داشت و بعد انقضای زمان دولتش[1] بہ رنجش وزیرالمالک نواب غازی‌الدین خان بہ خواری تمام از شہر برآمدہ خود را بہ عظیم‌آباد ، پٹنہ ، رسانید ۔ ناظم آن جا بہ حقیقت حالش مطلع شدہ با وی بہ سلوک شائستہ پیش آمد ۔ چنان چہ تا حال بہ ہمان احوال در رفاقت اوست ۔ حق تعالیٰ سلامتش دارد[1] ازوست :

کٹی تجھ یاد میں اس طرح راتیں ہجر کی لڑیاں[2]
لکیریں انگلیوں کی مٹ گئیں گنتے ہوئے گھڑیاں

شمع رو خلوت میں مت دے بار[3] پروانے کے تئیں
اے ترے دل جاؤں[4] میں کیا کم ہوں جل جانے کے تئیں

دل میں کیوں[5] درد ہے ، واللہ اعلم!
رنگ کیوں زرد ہے ، واللہ اعلم[6]
چشم کیوں نم ہے ، خدا ہی جانے!
آہ کیوں سرد ہے ، واللہ اعلم!

---

۱ ۔ نواب عمادالملک غازی الدین خان نظام نے احمد شاہ بادشاہ کو جون ۱۷۵۴ع مطابق رمضان ۱۱۶۷ھ میں تخت سے اتار کر بینائی سے محروم کر دیا تھا ۔

۲ ۔ کٹی کس کس طرح یارب یہ راتیں ہجر کی لڑیاں (مح)
کٹی ہیں یاد میں اس طرح راتیں ہجر کی لڑیاں (دیوان مضاں ، مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمان ، کراچی ۱۹۵ ع) ۔

۳ ۔ راہ (دیوان مضاں)

۴ ۔ اے درے قربان (دیوان مضاں) ۔

۵ ۔ کیا (دیوان مضاں) ۔

۶ ۔ دیوان مضاں کی روشنی میں مصرع چہارم ، مصرع دوم کی جگہ آئے گا ۔

شکوہ تو کیوں کرے ہے[1] مرے اشکِ سرخ کا
تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

رباعی

گر تو نے کی یار یاری ،ووں بھی گزری
ور ہم[2] نے کی آہ و زاری ، ووں بھی گزری
سنتا ہے میرے یار تو راضی رہنا
یوں بھی گزری ہماری ، ووں بھی گزری

۹۰ - ضیاء :

میرضیاء[3] بشاہد پرستی مشہور است و لیل و نہار با شاہدان روزگار محشور : ظاہر حالتش آراستۂ تمکین و صلاح است یمکن کہ باطنش نیز بہ خیر و فلاح باشد[4] ؛ ہر جا کہ ملاقات می نماید بہ مردم بسیار بہ آدمیت[5] پیش می آید - این چند بیت ازوست :

جس کا مت دو مژدہ مجھ خاک میں رلے کو
آرام واں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو

جوں چنار اس جا نہ پھولیں ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم
جب مراد اپنی کو پہنچے ہیں تو جل جاتے ہیں ہم

---

۱ - شکوہ کرے ہے کیوں تو (دیوان نعماں) -
۲ - دیوان نعماں میں ور نہیں ہے -
۳ - میاں ضیاءالدین (تذکرۂ میر)
۴ - اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے -
۵ - بہ مردم آدمیت (مح) تصحیح قیاسی -

مغاں ، مے خوار ، سب یاں سے دلوں کے[1] کام لے اٹھے
ہمیں تھے[2] نامراد ایسے کہ خالی جام لے اٹھے

۹۱ - قدرت[3] :

دانش آگاه ، شاه قدرت الله ، از نبائر شیخ عبدالعزیز است که مزار شریف ایشان پهلوی چهته[4] کوشک واقع شهر کهنه است[4] - در عنفوان شباب چندی خیره کشی[5] کرده به سودای خدا پژوهی افتاده و با اکثری از مشائخ روزگار در خورد[6] ؛ اما چون کارها در گرد تقدیر است او را از صحبت متبرکه[7] این طائفه[7] عالیه[7] کشاد کاری دست نداد ، آخر حال به خدمت شاه عشق الله که سر دفتر قلندران زمانه[8] خود بود[8] ملاقات کرد و به مقتضای مناسبت مزاج در اندک مدتی کار خود را به اتمام رسانید[9] - بالجمله او را حالتی شگرف حاصل است که هیچ گاه اقامت[10] ایران متصور نیست - باوضاع شتی می‌گرداند و نه یک طور مقید نه می‌باشد[11] - بر احوال فقیر شفقت ها کند -

---

۱ - دلوں کا (مط)

۲ - ہمیں ہیں (مط)

۳ - قدرت دہلوی کا انتقال مرشد آباد میں ۱۲۰۵ھ کے لگ بھگ ہوا (علی لطف) -

۴ - پہلوی چپ کوشک واقع است (مط)

۵ - چرکشی (مط)

۶ - با کثرت از مشائخ روزگار در حور دارد (مط)

۷ - طائفه (مط)

۸ - زمانه بود (مط)

۹ - ناتمام رسانید (مط)

۱۰ - اقامت (مع)

۱۱ - مقید نیست (مط)

حق تعالیٰ سلامتش داردا

وہ دن آتا ہے کسی کو نہ کوئی یاد رہے
نام مجنوں رہے نے شہرۂ فرہاد رہے

ہاری خاک پر کھتی یہ بلبل بے قرار آئی
ارے کس نیند سوتا ہے دوا ہے اٹھ بہار آئی

آسے کیوں کہ پاویں جہاں ڈھونڈھتے ہیں
کہ وہ بے نشاں ، ہم نشاں ڈھونڈھتے ہیں
تمنا کو ہے مردہ اے نا امیدی[1]
کہ وہ کس جگہ ، ہم کہاں ڈھونڈھتے ہیں

۹۲ ۔ وحشت :

میرابوالحسن وحشت ، چندی غزال روش نہ چراگاہ وحو
مستانش گشتہ ، نہ صحرای عدم شتافت :

میں تو شروع نزع سے کی تھی تجھے خبر
پہنچا تو اس گھڑی کہ مرا کام ہوچکا

---

۱ ۔ مژدۂ نا امیدی (مط) ۔ مط میں اس شعر کے بعد ایک غزل کے
چار شعر درج ہیں وہ قائم کے ہیں اور غلطی سے قدرت دہلوی کے
ترجمے میں شامل ہوگئے ہیں ۔ دوسرا شعر

چشم جو عین وصل میں رہتی ہے تشنۂ جمال
ہجر میں ان سے انتظار ہوسکے ، یہ نہ ہوسکے

کلیات قائم میں اس طرح درج ہے :

چشم نہ رہ ہوں روز و شب جیسے میں ہجر میں ترے
اور سے تو یہ انتظار ہوسکے ، یہ نہ ہوسکے

گہہ گریۂ شب ، گاہ میں آہِ سحری ہوں
جو کچھ ہے سو ہوں پر گرو بے اثری ہوں[1]

قاتل اگر کہے کہ سکتا ہی چھوڑیو
صحر تو ایک دم کے لیے منہ نہ موڑیو
شیشہ نہیں جو مول لے آئیں گے پھر اسے
پیارے یہ دل ہے ،اس کو سمجھ کرکے توڑیو

کروں گا اس دوائے دل کی میں تدبیر آنکھوں سے
لگی ہے بہنے موجِ اشک کی زنجیر آنکھوں سے[2]
مثالِ عکسِ آئینہ نکل جاتا ہے جی میرا
چھپی ٹک دور ہووے سے[3] تری تصویر آنکھوں سے

کبھی یہ جھوٹ دیکھا ہے ، تجھے جب میں بلاتا ہوں
صریحاً تو چلا جا ہے ، مجھے کہتا ہے آتا ہوں

رات کی بھی طرف ہی تجھ کو نگاہ[4]
- - - - - - - - - - - - - - - -

جس سے ہو آشنائی کا رشتہ نہ توڑیے
کھٹتی ہے اس میں توڑ کے گر پھیر جوڑیے

---

۱ ۔ مط میں اس غزل کا دوسرا شعر بھی ہے
جس پاس میں جاتا ہوں سو منہ پھیرے ہے مجھ سے
گویا کہ میں گردِ قدمِ رہ گزری ہوں
۲ ۔ مج میں یہ مصرع شامل نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔
۳ ۔ دور ہوتے ہی (مط)
۴ ۔ مط میں یہ شعر نہیں ہے اور مج میں بھی صرف پہلا مصرع ہے ۔

نسترن ہے ، گل ہے ، سوسن ہے ، گلِ اورنگ ہے
اے بہارِ باغِ نیرنگی[1] یہ کیا کیا رنگ ہے

بیدِ مجنوں کی طرح جتنی بڑھے ، گھٹتی ہے[2]
شجرِ عمر کی بالیدگی معکوسی ہے

۹۳ - سلام :

نجم‌الدین سلام محکِ سخن بود ؛ شعر را نیکو می‌فہمید ۔ ہمراہ لشکر صفدر جنگ بہ پورب رفتہ[3] ودیعت حیات سپرد :

حدیثِ زلف چشمِ یار سے پوچھ
درازی رات کی بیمار سے پوچھ

بیتابیو قسم ہے تمھیں میرے صبر کی
مسلخ میں بعدِ ذبح تحمل نہ کیجیو

۹۴ - [کاشی ؟]

لالہ کاشی ناتھ متوطن قصبہ[4] بٹالہ[4] ، پسر نوندہ رای نیس کاریست ۔ از ناموزوں تا موروں[5] فرق میتواند کرد :

مجھ دل کا اے طبیب سمجھ کر علاج کر
مدت سے ہے یہ عشق کا بیمار دیکھنا

---

۱ - بے رنگی (مط)

۲ - مج میں اس کے بعد 'عمر' زائد ہے ۔

۳ - 'رفتہ' مط سے ماخود ہے ۔ سن وفات ۱۱۶۶ھ ہوسکتا ہے ۔

۴ - پٹیالہ (مط) ۔

۵ - 'نا موروں' مج میں نہیں ہے اور مط سے ماخود ہے ۔

۹۵ - جولاں :

میاں رمضانی ، جولاں تخلص ، مرد عزیز است در شیوۂ کمانداری خود را از اساتذہ برشمرد ۔ گاہ گاہ بر سبیل ندرت یک دو مصراع ریختہ موزوں می کند :

رہتے ہیں رات دن جدا تجھ سیں
جیویں گے ہم سے شخص کیا تجھ بن

نرم لونڈے[1] کی نئی صورت کڑی
رانگ کی تلوار یہ کس نے گھڑی

۹۶ - عارف :

محمد عارف رفوگر ، در فن خود کم ہمتا و بہ رانگ سوزن انگشت نما است ؛ از پیوند پیکان سر رشتۂ سخن سرای بہ دست وی افتادہ :

ہزاروں معنیِ باریک آویں دل میں اے عارف
اگر زلفِ سیہ کا پیچ منہ پر اس کے کھل جاوے[2]

۹۷ - بسمل :

آہنگ سخن سرائی[3] دارد اما از کم بغلی و بی بضاعتی در گروِ ۔ عاجز بیانی می باشد[4] ؛ چیزی کہ در دل او برزند

---

۱ - لڑکے (مط) ۔

۲ - مط میں عارف کا ایک اور شعر بھی ہے :

دختر رز سے کہہ کہ اس سے ملے
ورنہ عارف امیم کھاتا ہے

۳ - آہنگ سخن گوئی (مط) ۔

۴ - از کم بضاعت درگرد عاجز بیانی است (مط) ۔ متن میں 'بی بضاعتی در گرد' عاجز بیانی می باشد' ہے ۔ تصحیح قیاسی ۔

برلب اظہار نمی تواند آورد ۔ این یک بیت بہ نام او شنیدہ شدہ :

لہو پی رہ گیا بسمل ، وگرنہ
ملاتا اپنے تئیں وہ خاک و خون میں

۹۸ ۔ شاغل :

خود را شاگرد بسمل می گوید اما شعرش از استاد بسیار مرتب است[۱] :

خالی نہیں ہے اس سے تری فکرِ زلف و رخ
شاغل کو روز و شب ہے ترا ذکرِ زلف و رخ

۹۹ ۔ ہمرنگ[۲] :

دلاور خان نام ، برادر حقیقی میاں یک رنگ است ۔ مزاجش[۳] پیرایہ[۴] سادگی دارد ۔ اکثر حرف ہای ناسمردہ برگرداند[۵] چون قریب بندہ خانہ تشریف دارد ، گاہ گاہ اتفاق ملاقات می‌شود ۔ خدایش زندہ دارد!

خط مرا اس نگار[۵] نے نہ پڑھا
کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا

---

۱ ۔ بسیار برتر است (مط) ۔
۲ ۔ ''یک دل تخلص دلاور خان مرحوم است ۔ وی برادر کوچک مصطفی خان یک رنگ و از شعرای صاحب فرہنگ و صاحب دیوان و پاکیزہ بیان بود ۔ گویند کہ در بدو حال ہم‌رنگ تخلص می نمود اما از بزرگی نقہ بدرنافت رسیدہ کہ تخلص بے رنگ بود ۔ محتمل کہ بہ ہر سہ تخلص متخلص شدہ باشد ۔'' (قاسم)
۳ ۔ مزاج او (مط) ۔
۴ ۔ اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے ۔
۵ ۔ نگاہ (سح) ۔

میں تو لکھا تھا اُس کو خط ہمرنگ
اُس تغافل شعار نے نہ پڑھا

۱۰۰ - بیدار[1] :

میاں محمدی بیدار ، از خوبان روزگار است ـ فهمی رسا و طبع دارد و از چندی تغیر لباس کرده باسعمای تمام بسر برد ـ با فقیر آشناست[2] :

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو
کیا تجھ لب نے ہم رنگ خجالت لعل و مرجاں کو[3]

۱۰۱ - [تقی[4]] :

میر گھاسی از یاران میر محمد تقی است ـ لختی از اصلاح سخن طراری آگاه است[5] ، آخر فکر شعر مرده کند و گاه گاه یک دو بیت ریخته نیز سرانجام دهد ـ این مطلع از نتائج فکر اوست :

تو سو اور باغ سو اور زمزمہ کرنا بلبل
تیری آواز سے خفا ہوں ، نہ مرنا بلبل

۱۰۲ - عشاق :

جیون مل کھتری است ، عشاق تخلص می کند ـ میر محمد تقی او را ذوی الحسبی (کذا)گوید[6] چه در حرف بعد که عبارت از

---

۱ - متوفی ۱۲۰۹ھ بہ مقام آگرہ ـ
۲ - 'با فقیر آشناست' خط میں نہیں ہے ـ
۳ - یہ شعر 'دیوان بیدار'مرتبہ خلیل احمد بدوانی (الہ آباد ۱۹۳۷ع) میں درج نہیں ہے ـ
۴ - سید محمد تقی ، تقی دہلوی المعروف بہ میر گھاسی (تذکرۂ میر حسن و گلزار ابراہیم وغیرہ) ـ
۵ - اس کے بعد کی عبارت خط میں نہیں ہے ـ
۶ - او را عشاق ذوالنحی گوید (خط) عشاق ذوالحیثی ؟

مردم اردو امت عشاق زن .... باز را گویند کہ بنایافت شوہر ار ... کاسی کہ عبورۂ مشہورہ امت اطمای نائرۂ شہوت کندا ۔ اکثر بہ گفتن شعر ریختہ و فارسی اشتغال دارد و سلیقۂ سخن سنجی ار تخلص وی پیداست :

سرسبز خط سے دوبا ہوا حسن یار کا
آخر خزاں نے کچھ نہ اکھاڑا[۲] بہار کا

۱۰۳ - رسوا :

آفتاب رای نام ، جوہری پسر بود ، سوریدگی دماغ بمرتبۂ اتم داشت ۔ اصلا مقید ملت نہ بود[۳] ، ار ہر جا کہ چیز ہم می‌رسید می خورد ، و اکثر سیاہیِ تابہ بر چہرہ مالیدہ ، مست شراب در ڈولی نشستہ بکوچہ و بازار شہر می‌گردید ۔ خیل خیل مردم ہمقا صورتِ عجیب و غریبش ملاحظہ نمودہ ہمراہ او می‌گشتند مدت چند ماہ است کہ بہ ہمیں احوال از جہان رفت ۔ این چند بیت ازوست :

قفس سے ووں گئے ہم اور چمن میں جائے ہیں
اڑیں تو پر نہیں رکھتے ، چلیں تو پائے نہیں[۴]

آرام تو کہاں کہ نک سو کے چپ رہوں
آنسو بھی نہیں رہے کہ بھلا رو کے چپ رہوں

---

۱ - 'کہ بنایافت - - - - - شہوت کند' مط میں نہیں ہے ۔
۲ - اوباڑا (مط) ۔
۳ - اصلا تقید نبود (مح)
۴ - مح میں یہ مصرع شامل نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔

وصل میں بے خود رہے اور ہجر میں بیتاب ہو
اس دوانے دل کو رسوا کس طرح سمجھائیے

ہر گلی میں گر پڑے ہیں مست ہو دیوار و در
ابرِ رحمت برستا ہے یا برستی ہے سراب

۱۰۳ - فرحت :

فرحت اللہ نام[1] ، از اولاد قاضی مظہر ، خلیفۂ شاہ بدیع الدین مدار است - دلش از دست رلفاں سہ ستم رسیدہ و سودای معنبریں در دماغش پیچیدہ[2] - گاہ گاہ در مجلس مراختہ کہ احراج این لفظ[3] بر وزن مشاعرہ است ، بہ نظر می آید و بسیار جوشش و دل گرمی می نماید :

یار اٹھ گئے جہان سے ، اغیار رہ گئے[4]
جاتے رہے چمن سے گل اور خار رہ گئے[5]

ہیں ہے قدر بری دو جہاں میں اے فرحت
کسو کی چشم سے جوں اشک تو گرا تو ہیں

آوے ہے صبا تجھ میں تو کچھ اور ہی بو آج
سچ کہہ[6] تجھے سوگند ہے ، آتی ہے کدھر سے

---

۱ - شیخ فرحت اللہ فرحت (مط)
۲ - دلش از دست حریفاں بہر ستم رسیدہ و سودای معرط در دماغ پیچیدہ است (مط)
۳ - کہ اختراع این (مط)
۴ - اغیار اٹھ گئے (مح)
۵ - جاتے رہے چمن سے گل خار رہ گئے (مح)
۶ - سچ کر (مح)

برا گناہ میاں ہم نے کیا کیا ہوگا
یہی مگر کہ دل اپنا تجھے دیا ہوگا
جو کچھ کہ ہم سے کسو نے کہا سے جھوٹ کہا
مرا برا ہو اگر میں نے کچھ کہا ہوگا

مری لوح مزار اوپر لکھا ا
کوئی دل کو کسو سے مت لگانا

۱۰۵ - ہادی

میر ہادی در کمال سعادت سرشتی و نیک نہادی از ندیمان عنایت اللہ خان کشمیری است ۔ درین ایام بہ نصرت وزیرالممالک نواب عمدۃ الدین خان پایۂ امتیاز دارد ، اکثر در اصلاح حادثات حلاوتی کوششہای بلیغ بکار می برد ۔ اسباب دیوانش قریب بیست صد بیت از نظر گذشتہ ، بعد یک دو ورق شعر بامزہ می برآید :

صدقے ترے ہوکے مر گئے ہم
کرنا تھا جو کچھ سو کر گئے ہم
جدان جدان پھرا جدھر تو
گریاں گریاں ادھر گئے ہم

---

۱ - یہی مگر کہ (مط)
۲ - کیا ہوگا
۳ - "عبدالہادی ، بدی شاہ جہاں آبادی" (طبقات الشعرا از سوق) "مرحوم بلی بن، ادی خادر" (قاسم و سرور وغیرہ) ۔ قاسم نے انھیں زندہ لکھا ہے جب کہ سرور اور سیفتہ نے ان کا سن وفات ۱۲۰۰ھ قرار دیا ہے ۔
۴ - پرستی (مط)

کہتے ہیں مسیح حس کے لب کو
بادی آسے دیکھ مر گئے ہم

نامے کو تو لے گیا ہے قاصد
دل دھڑکے ہے کیا جواب آوے

۱ - عاقل :
رای سنگھ نام ، عرف بیاجیو[1] - مردی سپاہی پیشہ ، متوطن
ب ، از آشنایان قدیم میرزا صاحب[2] است - طبع موزوں دارد -
اہ یک دو مصراع ریختہ فکر می کند[3] - چوں فقیر قصد نوشتن
بیاض کرد در فراہم آوردن اشعار مردم کوشش بلیغ بکار
؛ شاید کہ اگر از اعانت ایں بزرگ نمی بود ، سرانجام این
ار بمحو من بے دماغ صورت نہ می بست - بہر حال مرد
ر است - خدایش زندہ داردا اروست ۔

نہ بس اپنے سے کیا اس کو میں رخصت عاقل
جب مرا بس نہ چلا تب میں خدا کو سونپا

سخت مشکل ہے میاں تیری کمر کا جھگڑا
دل ہوا آنکھوں سے اب دست و گریباں میرا

جب وہ کرتا ہے ان لبوں کا وصف
عاقل اس وقت لعل اگلتا ہے

---

[1] عاقل کی عرفیت مط میں درج نہیں ہے -
[2] یعنی مرزا سودا -
[3] اس کے بعد کی عبارت مط میں نہیں ہے -

۱۰۷ ۔ عزلت[1] :

عبدالولی نام ، متوطن سورت ، مردی فاضل و عالم ، از لمائر حقیقت آگاہ شاہ عزیزاللہ سورتی است ۔ باوجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است ۔ در عہد سلطنت میرزا احمد[2] بدارالخلافت تشریف داشت ۔ شاعر دوستی در مزاج او بمرتبۂ اتم بود بلکہ برای مناسبت این طائفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد ، چنانچہ این چند شعر ازوست :

نہ پوچھو یہ نکھولا ہے ترا[3] ہم قول صحرا میں
یہ خاکِ حسرت خوں سے ڈالوا ڈول صحرا میں
بیاباں کے گلوں سے ہوے رنگ درد آتی ہے
اری بلبل چمن سے دل اٹھا اب بول صحرا میں[4]

سدھارے گل کہاں کرکر یہ سوے گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر خانماں اپنے[5]

---

۱ ۔ شاہ عبدالولی عزلت سورتی ، ابن سید سعداللہ ، ولادت سورت ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۲ع وفات حیدرآباد ۱۶ ۔ رجب ۱۱۸۹ھ مطابق ۳ ۔ اگست ۱۷۷۵ع ('دیوان عزلت' ، مرتبہ عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ۱۹۶۲ع)

۲ ۔ ۱۸ ۔ اپریل ۱۷۴۸ع تا ۲ ۔ جون ۱۷۵۴ع ۔

۳ ۔ مرا (مط)

۴ ۔ مط میں یہ شعر اور 'دیوان عزلت' مرتبہ عبدالرزاق قریشی میں یہ دونوں شعر شامل نہیں ہیں (پہلا شعر مط کے حوالے سے 'صمصمد' میں درج ہے)

۵ ۔ خانماں اپنا (مح) دیوان عزلت مرتبہ عبدالرزاق قریشی میں یہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

حسن خوش نگہ کو دیکھو غفلت کی نیند لیوے
میں بخت خفتہ شب کا افسانہ ہو رہا ہوں[1]

نہ جز رفاقتِ تنہائی ، آسرا نہ رہا
سوائے بے کسی اے وائے کوئی مرا نہ رہا[2]

اُس کو پہنچی خبر کہ جیتا ہوں
کسی بد خواہ سے سنا ہو گا[3]

نخلِ امید بے وفاؤں سے
دل سلامت بھرے[4] تو پھل پایا

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)
شعر اس طرح ہے :

سدھارے گل کہاں سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

۱ - دیوان عزلت میں یہ شعر شامل نہیں ہے ؛ صمصمہ میں نکات الشعرا ، عقد ثریا ، نکات اور عیارالشعرا کے حوالے سے درج کیا گیا ہے ۔ مط میں اس کے بعد ایک شعر زائد ہے :

دل میں رندوں کے پھپھولا ہوا عمامۂ شیخ
یا رب اس درم سے یہ زہر کا مکڑ جاوے

۲ - سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا (دیوان عزلت)

۳ - کسی دشمن سیتی سنا ہو گا (دیوان عزلت)

۴ - رہے (مط)

۱۰۸ - تجرد[1] :

میر عبداللہ تجرد ، شخصی است در دکھن ، بندہ از احوالش خبر نہ دارم ؛ زبانی میر عبدالولی کہ احوالش گذشت معلوم می شود کہ شاگرد من است :

تجھ رو میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خورشید کیا ہے ، اُس کے فلک کو خبر نہیں

۱۰۹ - [بھید] :

میر میران نیز شاعر دکھن است[2] - این دو شعر بنام او در بیاض میر عبدالولی مسطور نوشتہ یافتم و دیگر احوالش معلوم فقیر نیست :

آہ گر باغ میں وہ سرو خراماں گذرے
اشک قمری سے گلستان میں طوفاں گذرے
بس کہ ہے آتش غم تیز درونی میں مری[3]
ناوک ناز ترا دل ستے سوزاں گذرے

---

۱ - میر اور قائم دونوں کی روایت ہے کہ یہ شاہ عبدالولی عزلت کے شاگرد ہیں - روایت بالا کے الفاظ سے یہ بھی اشتباہ ہوسکتا تھا کہ یہ میر یا قائم کے شاگرد ہیں (شاگرد من است) لیکن گردیزی نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ یہ عزلت کے شاگرد ہیں -

۲ - 'میر میران' مخ میں نہیں ہے اور مخ سے ماخوذ ہے - قائم کو ان کی وطنیت کے بارے میں تسامح ہوا ہے - ان سے متعلق قاسم کا بیان زیادہ واضح ہے : ''بھید تخلص ، میر میران مخاطب بہ سید نوازش خان خلف الصدق سید مرتضیٰ خان سفیر والی ایران ، برادر نواب معتمد خان مرحوم است -''
(مجموعۂ نغز جلد اول صفحہ ۱۱۳)

۳ - بہ درونی میری (مط)

۱۱۰ - نثار[1] :

میر عبدالرسول نثار ، از سر آغاز آگہی بقافیہ سنجی مشغول است - پیش ازین در دہلی بہ سپاہی پیشگی می گذراند ، درین ایام بہ سابقہ آشنائی سادات آنجا بہ طرف امروہہ رفت :

ٹک دیکھ تو چمن کا کیسا ہے ڈھنگ تجھ بن
منہ سے اُڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ تجھ بن
واں گل رکھے پھرے ہے دستار پر تو اپنی
یاں سر پہ عاشقوں کے[2] پڑتے ہیں سنگ تجھ بن
ہر سمت صد تمنا تڑپھے ہیں خاک و خوں میں
ہے صحنِ خانہ میرا میدانِ جنگ تجھ بن

اکثر ہیں دل فگار و لیکن نہ اس قدر
کتنے ہیں بیقرار و لیکن نہ اس قدر
سوجھا ہے تو نے قتل مرا غیر کے تئیں
ہوں تو گناہ گار و لیکن نہ اس قدر[3]

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ہم
یہ گریباں دامنِ صحرا کو دکھلا ویں گے ہم

---

۱ - نیاز (مح)
۲ - یاں عاشقوں کے سر پر (مط)
۳ - مط میں اس کا مقطع بھی ہے :
گھر بار ، جان و مال میں اس پر لٹا دیا
کرتے تو ہیں نثار و لیکن نہ اس قدر

حی کرتے نثار اس پہ ڈروں ہوں میں کہ وہ شوم
اس ہی حرکت سے کہیں مجھ ستے بیزار نہ ہووے[1]

۱۱۱ - اکرم :

خواجہ اکرم مردی نیکو سیرت است[2] ، اکثر رقعات بروبۂ پسر میر جعفر[3] برطرازد و گاہ گاہ غزل ریختہ نیز فکر می کند - چون او را بر نوشتن این بیاض اطلاعی دست داد[4] یک قطعہ متضمن بر تاریخ کہ بعد ازین مرقوم خواہد شد موزون نمودہ ، مع دیگر ابیات خود پیش فقیر آورد ، و ازانجا کہ مادۂ تاریخ مناسب نام کتاب بود ، بناء علیہ بہ ہمان اسم موسوم نمود - قطعۂ مذکور :

قائم رکھے ہمیشہ خدا تیرے نام کو
کرنے سے ذکر خیر کے ہے موجب ثواب
تاریخ اس کتاب کی میں نے کی[5] جب تلاش
پیر خرد نے مجھ سے کہا 'مخزن نکات'
۱۱۶۸ھ[6]

یک بار مرے دیر میں زاہد اگر آوے
میں جانوں جو مسجد کی طرف پھر نظر آوے

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے - 'مجھ ستے' اضافۂ قیاسی ہے -
۲ - مردی است نیکو سرشت (مط)
۳ - بروبۂ میر جعفر (مط)
۴ - چون بر نوشتن این بیاض او را وقوف حاصل شد (مط)
۵ - کی میں نے (مخ)
۶ - مخ میں ۱۱۶۷ھ درج ہے ، لیکن اس مادے سے ۱۱۶۸ھ ہی برآمد ہوتے ہیں -

صبا کچھ شوخ کی باتیں ترے پیغام کے صدقے
نہیں بوسے سے کم لذت ، میں اس دشنام کے صدقے

فصلِ گل میں بے سبب نہیں بلبلیں کرتی ہیں دھوم[1]
ہر ورق پر گل کے اس کے یار کی تحریر ہے

نالے سے میرے[2] کوہ بھی ہووے تو گل سکے
پر آہنی دلی سے تری کچھ نہ چل سکے

۱۱۲ - سلیمان[3] :

سلیمان نظریافتۂ میر عبدالحی است ار بدو حال با سر آغار شباب بخدمت او می‌گذراند - چون آن مہ تابان[4] از نیرنگی سپہر رنگاری در پردۂ کسوف ما متوازی گردید ، این بابا چندی بہ تلاطم حوادث ساختہ[5] آخر بہ کنارۂ تالاب فرید آباد اقامت گزید[7]

---

۱ - فصل گل میں بے سبب بلبل نہیں کرتی ہے دھوم

۲ - نالے میرے سے (مط)

۳ - سلیمان کے بارے میں علی لطف رقم طراز ہیں : ”وہی سلیمان کہ بالفعل شاہ سلیمان کرکے معروف تھا اور ادا کرنے میں راہ و رسم درویشی کے بہ شدت مصروف ، اس مور ضعیف نے عالم پیری اس کا ۱۲۰۱ھ بیچ کہ بلدۂ لکھنؤ میں دیکھا - اگرچہ ریش سفید اور قد خمیدہ رکھتا تھا لیکن اس کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کسی وقت میں بڑے بڑے گردن کش سوئی کے ناکے سے نکالے ہوں گے -“ (گلشن ہند، صفحہ ۸۲)

۴ - میر عبدالحئی تابان (مط)

۵ - چون مہ آن تابان (مح)

۶ - چندی حوادث بہ تلاطم ساختہ (مح)

۷ - گردید (مح)

چودھری آں جا بر حقیقت حالش اطلاع یافتہ بہ ساوکی کہ شایان خدمت باشد پیش آمد۔ چنانچہ تا حال بہ لباس فقر بپان حالگاہ[1] بسر می برد :

جو سے ظالم سے ملا ، دیکھ تو طراری دل
کچھ بھی دھڑکا نہ کیا ، بل بے جگرداری دل

۱۱۳ - زار :

مغل بیگ ، زار تخلص ، از یاران میر محمد تقی است ۔ باوجود کم بضاعتی و نو مشقی طرز کلامش خالی از انداز نیست :

مشہور بھے جو نالے میرے گلی میں اس کی
کوئی اور بھی جو رویا ، سمجھا کہ زار ہو گا

۱۱۴ - سائل .

میاں سائل ، مہدی نام ، اصلش دارالخلافت شاہ جہان آباد است ۔ باوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اتصاف دارد ۔ او را در سخن سرائی[2] طرز مخصوص است و از ابتدا شعر خود از نظر شاہ قدرت اللہ قدرت[3] می گذراند ۔ بہ پرتو صحبت آں یگانۂ زمانہ اتش شوق بہ کاشانۂ اطلس حلوہ اوروزد :

اتنا میں مں کے دل سے برے دور ہو گیا
اک دن بھی آ کے تو نہ سرگور ہو گیا
سائل کرے گا کب نہیں گلی کا اس کی ننگ[4]
اس نے ادب کا اب تو یہ دستور ہو گیا

---

۱ - حالگاہ (مط)
۲ - سخن طرازی (مط)
۳ - شاہ قدرت اللہ خان (مط)
۴ - 'اس کی ننگ' مخ میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔

جلوہ کرنے مدرسے ہی میں نو اے حانا لہ تھا
دیر بھی دیکھا تو تیرا حاص خلوت حالہ تھا
حال کہنے کی نہ دی گریہ نے فرصت رات تو[1]
آج پھر کہوا آسے[2] مائل وہ کیا افسالہ تھا

غلط کہے ہیں کہ معشوق زر سے ملتا ہے
کرے ہے کام محت سو رر نہیں کرتا
بتوں سے مل کے گنوانا ہے دیں و دل مائل
یہ کافر آہ حدا کا بھی ڈر نہیں کرتا

نالے کو[3] ہم نے صبط کیا ناصحا تو کیا
منہ سے تو رنگ زرد چھپایا نہ جائے گا

اشک کی طرح گرا حب تو پھر اٹھا معلوم
میں وہ افتادہ نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤں گا[4]
غیر کے پاس کھڑا تھا، میں کہا 'جا یاں سے'
کہنے لاگا کہ تجھے کیا ہے بے چل، جاؤں گا

تو تو مجھ پر ایک دم غصہ ہو پھر سوتا رہا
شمع کی مانند ساری رات میں روتا رہا

---

۱ - رات کو (مط)
۲ - آج پھر کہہ اُس سے (مج)
۳ - 'نالہ کو' بھی پڑھا جا سکتا ہے -
۴ - مط میں اس غزل کے تین شعر ہیں ؛ یہ شعر زائد ہے :
کیوں نکالے ہے مجھے ہر گھڑی اپنے گھر سے
میرے رہنے سے تجھے کیا ہے خلل ، جاؤں گا

بے قسمت جو تجھ دید سے دور رہنا
تو بہتر ان آنکھوں سے ہے کور رہنا
اگر یاد میں اس کی گریاں نہ ہو ویں[1]
الٰہی ان آنکھوں میں ناسور رہنا[2]

کبھی نہ تھا میں رہائی کی کیجیو نہ ہوس
اس سے چھوٹ کے کچھ اے مرغِ ناتواں دیکھا[3]

معلوم کچھ نہیں دلِ غم‌خوار کی خبر
کیا جانیے کہ کیا ہے مرے یار کی خبر
بازاریوں نے گو تجھے کچھ کچھ کہا تو کیا
کب معتبر ہے گرچہ و نادار کی خبر[4]

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دلِ زار کی ہوس
مشہور ہے جہاں میں بیمار کی ہوس
ہووے نہ دے قیمت آگے ہی، اے دل بکا نہ جا
دیکھیں کہاں تلک ہے خریدار کی ہوس

---

۱ - نہ ہوں میں (صحیح)
۲ - اسی ردیف و قافیہ میں ایک مطلع مط میں زائد ہے
میاں جو اس آزار سے دور رہنا
ذرا اسے بیمار سے دور رہنا
۳ - یہ شعر مط میں نہیں ہے ۔
۴ - مط میں اس غزل کا مقطع بھی ہے :
سوجا نہ رفتہ رفتہ آپ عشق کارگر
مائل شتاب لے جو اس آزار کی خبر

عجب صحبت برار آئی ہے ان دونوں کی آپس میں
جدا یک دم نہیں رہتے جہاں ہو گل وہیں بلبل

سب یار ہیں تمھارے ، اعیار ہیں تو ہم ہیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کی اک خار ہیں تو ہم ہیں
چنگا بھلا ہے جو تو پیارے تری بلا سے
آزار ہے تو ہم کو ، بیمار ہیں تو ہم ہیں

پیالے ساقیا دے مجھ کو بھر بھر جام عشق میں
نہ دوا لطف رکھتی ہے[1] مے گلفام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں ان بے مہروں کا جوش آیا ہے[2]
وگرنہ مجھ سے دیوانے کو ہے کیا کام عشق میں

نالے میں شب کے فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح تو بھی تو کچھ کارگر نہیں
مائل سے یارو مرد مسلماں یہ یہ ستم
اللہ کا بھی آس بت کافر کو ڈر نہیں

دیکھ تعجب نہیں گر مر گیا مائل ترا
یار[3] کیا لگتا ہے انسان کے مر جانے کو

کہتا نہ تھا میں باز آ ہر دم کی اس ہنسی سے
آخر گیا نہ ظالم اک بے گناہ جی سے

---

۱ - رکھے ہے (مط)
۲ - آتا ہے (مط)
۳ - یار (مط)

ہے واں کثرت سے پروانوں کی ناموس
جہاں وہ شوخ شمعِ انجمن ہے

دل جاں عشق میں کچھ لطف و طرحداری ہے
ترے سر کی سوں مری جان بڑی خواری ہے

یاں دیکھو آئینہ تم واں منہ پہ آرسی رکھ
بیمار کی تمھارے کرتے ہیں دم شماری[1]

مارا[2] مجھے تو فکر نہ کر تو کہ یہ تو بات
مشہور ہے کہ مار کے پیچھے سوار ہے

۱۱۵ - ممتاز :

واجب الاعزاز ، حافظ فضل علی المتخلص بہ ممتاز - بہ بلند فطرتی موصوف و معاملہ دانی معروف است -

رباعی

ممتاز کہ ہے تمام ایک عجز و نیاز
دل کش ہیں ملاقات کی اس کے انداز
تنہا نہ اسے فن سخن میں ہے دست
ہر فن میں یہ فضلہ تعالٰی ممتاز

---

۱ - یہ شعر مط میں نہیں ہے : مخ میں دوسرا مصرع مہمل اور ساقط الوزن ہے ؛ تصحیح قیاسی کی گئی ہے -

۲ - 'مارا' مط سے ماخوذ ہے -

و ازآں جا کہ خلاصہ[۱] طبیعتش مائل فقر و قناعت است باعتبار حیثیت[۱] با فقیر مؤلف نسبتی خاص دارد ۔ الٰہی حق استعداد[۲] از نعمت کونین نصیبش باد[۱]

جست و جو سے بہ خوشی ہاتھ اٹھایا ہم نے
ورنہ کس چیز کو ڈھونڈھا کہ نہ پایا ہم نے

جان تو حاضر ہے اگر جاہیے
دل تجھے دینے کو جگر چاہیے[۳]

۱۱۶ ۔ آرام :

رای پریم ناتھ نام ، خلف الرشید رای کشن ناتھ از قوم کھتری است ۔ ظاہر حالتش چون طبیعت خوبش موزون و موزونی طبعش از خوبی ظاہر افزون ۔ خطاط بی نظیر و کاردار عدیم‌المثال است ۔ والد شریفش کہ[۴] پیش‌کاری دیوان تی دارد چون این عزیز را در وارسی معاملات نہ از خود دیدہ در حین حیات ولی عہد خویش گردانیدہ است ۔ غزل فارسی بہ کمال تازگی و پرکاری فکر کند و گاہ گاہ یک دو بیت ریختہ نیز سرانجام دہد :

ان بولنا[۵] سخن کا میٹھا لگے ہے جی کو
خاموشی آن لبوں کی گپ چپ کی ہے مٹھائی

---

۱ ۔ 'باعتبار حیثیت' مط میں نہیں ہے ۔
۲ ۔ موافق استعداد (مط) ۔
۳ ۔ مط میں مختار کا ایک شعر زائد ہے

عشق کے غم سے کوئی عیش مقدم نہ سمجھ
یہ عجب طرح کی شادی ہے اسے غم نہ سمجھ

۴ ۔ در (مط) ۔
۵ ۔ وہ بولنا (مح) ۔

۱۱۷ ۔ آشنا[1] :

لحتی ار سحن طرازی آشنا است ۔ بعضی اشعار ار نتائج فکرش ہم رنگ و تہہ دار می‌برآید :

جو کوئی کہ چشمِ تر نہیں رکھتا
دردِ دل سے خبر نہیں رکھتا
کس طرح دل میں جا کروں اس کے
نالہ میرا اثر نہیں رکھتا
آشنا کے تو حال سے ظالم
اک ذرا بھی خبر نہیں رکھتا

کبھو تو مہرباں ہو ہم پہ اے بت
کہ آخر ہم بھی ہیں بندے خدا کے

جوں نگیں مجھ کو رکھ تو سینہ فگار
کہ ترا اس میں نام ہوتا ہے

عشق ہے خوب پر اتنی بھی جلدی اے دل
دیکھ تو بھی تو[2] گرفتار کہاں ہوتا ہے
آشنا حیف تری قدر نہ جانی اُن نے
ورنہ تجھ سا تو وفادار کہاں ہوتا ہے

نہیں معلوم کس کے غم میں ہے یہ بےقرار اتنا
نہ پایا اس دلِ بےتاب[3] کا کچھ مدعا ہم نے

---

۱ ۔ غالباً یہ میر زین العابدین عرف میر نواب ہیں جو گردیزی کے احباب میں تھے ۔
۲ ۔ دیکھ تو لے تو (مط) ۔
۳ ۔ 'دل بےتاب' مط سے ماخوذ ہے ۔

آشنا کیا ہے گی آخر کو
تجھ سے خانہ خراب کی صورت

عالم میں جو کوئی ہے[1] نالاں ہے تجھ ستم سے
ہاتھوں سے تیرے شکوہ ظالم کہاں کریں ہم

آشنا ، وہ نہ ہووے گا ترا
یاد رکھیو تو عاشقوں کی بات[2]

۱۱۸ - سید :

میر یادگار علی ، سید تخلص ، جوانی است سپاہی پیشہ از سادات قصبہ[3] بہادر پور کہ از مضافات ضلع سوات است - طبع موزوں دارد - اکثر غزل ریختہ فکر کند ، و ازاں جا کہ متصل فقیر خانہ می باشد[4] ہمیشہ اتفاق ملاقات می‌شود - جدایش زندہ دارد!

خدا کے واسطے صیاد نہ ڈر اب تو دام اپنا
کہ گلشن سے لیا ہے تو نے خاطر خواہ کام اپنا

شورشیں ناقی ہیں دل میں تس پہ آتی ہے بہار
دیکھیے کیا کیا شگوفے اب کے لاتی ہے بہار

کیا اب امید کریں وصل کی مرے مرے
عمر تو کٹ گئی دکھ ہجر کے بھرتے بھرتے

---

۱ - ہے جو کوئی (مط) -
۲ - یہ شعر مط میں نہیں ہے -
۳ - کہ مشہور (مط) -
۴ - بباشد (مط) -

کیا کہوں اپنے میں منحوسی طالع سے کہ چغد
آ رہا ہے مرے ویرانے میں ڈرتے ڈرتے

میاں سرمایہ اپنی مفلسی کا
یہی اک دل تھا سو تیری نظر ہے[1]

۱۱۹ - [مجذوب] :

نور بصر میاں غلام حیدر، خلف الرشید حضرت میرزا صاحب است - طبع سلیم و فہم درست دارد[2]- اگرچندی مشق سخن خواہد کرد بہ پایہ[3] والای سخن وری خواہد رسید - او را با فقیر سوائی نسبت اتحاد والد بزرگوار اخلاص دلی است - خدایش زندہ دارد!

عالم از بسکہ تری شوخی و بیدادی سے
جو کوئی ہے سو ترے ہاتھ سے فریادی ہے
پوچھتا کیا ہے خبر مجھ سے جہاں کی اے یار
سب ہے اوجڑ، ترے کوچے میں اک آبادی ہے

۱۲۰ - جنوں و کافر[4] :

میر علی نقی، پیش ازیں جنوں تخلص می کرد، از چندی لفظ کافر را تخلص خود قرارداده بر سبیل التزام در ہر شعر درج

---

۱ - غلام حیدر کا یہ تخلص تذکرہ ہائے میر حسن اور قدرت اللہ قاسم وغیرہ میں درج ہے - مرزا رفیع کے اس متبنی نے 'سودا' کی رعایت سے ('نکات' کی تالیف کے بعد) اپنے لیے 'مجذوب' تخلص اختیار کیا ہوگا -

۲ - مط میں اس کے بعد صرف یہ فقرہ ہے : "اگر دو سال انداز گوئی والا ہمتی گیرد بالذک روی اصلاح پذیرد -"

۳ - پاچہ (مط) تصحیح قیاسی -

۴ - مط میں یہ ترجمہ شامل نہیں ہے -

می نماید و اشعار خود را 'کافر ٹپک' گفته ، در مجالس و محافل می خواند ۔ چنانچه یکی از 'کافر ٹپکه' هاش اینست :

نگه تیکھی تو تھی ہی تسپہ مژگاں بھی سجیلی ہیں
یہ کافر انکھڑیاں تیری عجب پیارے نکیلی ہیں

کس کس طرح بتوں کی صورت سے رنگ پکڑے
کافر ان انکھڑیوں سے دیکھے ہیں کیا جھگڑے

۱۲۱ ۔ شاداب :

لاله جسونت رای[1] ، شاداب ، مولد او قصبه چاند پور است ۔ بمولای استعدادش قبول تربیت نمایان کند ۔ از نثر نویسی نصیبه وافی اندوخته باقران و امثال خود باعزاز و امتیاز بسر می برد ۔ و اوراق حادثه بسیار مؤدب و مهذب است جای او درخلوت سرای دلها خالی است ۔ گاه گاه بایمای فقیر به گفتن ریخته می گراید :

دیکھ اُس کے منہ پہ زلف سیہ فام کے تئیں
کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں
بس ہوچکی جفا تو دلِ زار کے تئیں
اے کاش موت ہو ترے بیمار کے تئیں
کہتا ہمیں نہ شیخ کہ پڑھ قبلہ رو نماز
گر دیکھتا اُس ابروے خمدار کے تئیں

جب تلک ہو کام مژگاں سے تو ابرو مت چڑھا
تیر کے ہوتے بھی کھینچے ہے کوئی تلوار کو

---

[1] ۔ لاله جسونت رای (مخ) ۔

۱۲۲ - وفا :

مقبول خاطر ارباب صفا ، لالہ نول رای متخلص بہ وفا، جوانیست نوخاستہ بہ جمیع صفات آراستہ و پیراستہ - جدت ذہن و جودت فہم ، اصابت رائی ولطافت مزاج بہ مرتبہ اتم دارد - مہین برادرش راجہ گلاب رای[1] دیوان مدارالمہام امیر الامرا نواب نجیب الدولہ بہادر[2] است و این عزیز بہ تحصیل بعضی پر کتاب آن روی رنگ لیر اشتغال دارد - طلب بر کمال دامن گیر حال اوست - گاہ گاہ دو سہ مصراع ریختہ نشستگی و رفتگی سرانجام دهد و مشق سخن پیش فقیر می کند[3] :

عارض پہ تمھارے یہ پسینا
ہیرے کا ہے لعل پر نگینا

---

۱ - لالہ نول رائے اور راجہ گلاب رائے کے باہمی رشتے کی نوعیت سے متعلق تذکروں میں اختلاف پایا جاتا ہے - قائم کے مطبوعہ نسخے میں "مہین برادرش زادہ راجہ گلاب رائے" ہے - عشقی ، علی ابراہیم اور محسن نے گلاب رائے کو وفا کا بڑا بھائی بتایا ہے جب کہ ذکا ، بے جگر اور عسی و مبتلا میرٹھی ، وفا کو راجہ گلاب رائے کا بھتیجا قرار دیتے ہیں — اور یہی قرین قیاس ہے - میر حسن نے بھی گلاب رائے کو وفا کا چھوٹا بھائی لکھا ہے جو بہر حال صحیح نہیں ہے -

۲ - نواب نجیب الدولہ دو مرتبہ میر بخشی کے منصب پر فائز ہوئے پہلی بار ۳ - اپریل ۱۷۵۷ع سے ستمبر ۱۷۵۷ع تک اور دوسری بار اپریل ۱۷۶۱ع سے ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ع یعنی تاریخ وفات تک - اس دس سالہ مدت میں موصوف امیر الامراء کے علاوہ نائب السلطنت بھی رہے -

۳ - "مشق سخن پیش فقیر می کند" مط میں نہیں ہے -

اس غم میں[1] اگر رہا سلامت
پتھر سے بھی سخت ہے یہ سیسا

کہیے یہ کس سے دل احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں جنجال اپنا
جنگل ہوں اور دریا دار[2] کتنے
نچوڑوں ٹک اگر رومال اپنا

ہووے گا دل سے محو غم یار کب تلک
کیوں ہم نشیں یہ جائے گا آزار کب تلک[3]

شعلہ درہم داو سے ہوتا تھا اے ہم نشیں
شمع سر دھنتی ہے کر کر یاد پروانے کے تئیں

کس گل تازہ نے اس داغ میں کی جلوہ گری
ہم زر داغ سے جس کے نہ خریدار ہوئے

---

۱ - اس غم میں بھی (مط)
۲ - ابر طوفاں بار (مط)
۳ - مط میں یہ شعر زائد ہے

کہیے اگر وہ میں کے مرا نالہ و فغاں
یا رب جیے د نہ مرا بیمار کب تلک

اس شعر کے علاوہ مط میں زائد اشعار کی تعداد گیارہ ہے
ہے جانے میں ، وہی ٹھکانا ہے ، ناچار ہو گیا ، وہ بیزار ہو گیا ، بیگاری ہے ، سنیاری ہے ، اشعار دم بہ دم ، اس نظر سے ، گھر سے ، ہر یک رنگ میں ، نام و ننگ میں ۔
دونوں نسخوں میں ۴۳ اشعار مشترک ہیں اور مج میں چار نئے شعر ہیں (یعنی شعر ۱۹ ، ۲۲ ، ۳۰ اور ۳۶) ۔

پوچھو ہو کیا کہ حال ترا کس طرح سے ہے
کیا جانتے نہیں ہو میاں جس طرح سے ہے

کل دل کو لیا ، مکر گئے آج
بس آپ کا اعتبار دیکھا

ہے جلوہ گر وہ ہم میں پر آلودگی سے دور
جس طرح عکس آب میں ہو ماہتاب کا

ہوتے تو دل سہج میں گرفتار ہو گیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہو گیا
سمجھے سمائے شست[1] تری چشم کا وہی
جس کے جگر سے تیر نگہ پار ہو گیا

اپنی ہی چشم کے تئیں تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب کہاں جلوہ گر نہیں
حسن عمل پر اپنے نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

الفت دل کیا زیادہ ہم سے ہے اغیار کی
ریجھ ہی لیکن نرالی ہے کچھ اپنے یار کی

---

۱ - یہ مصرع مخ میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے ۔

آیا کدھی[1] نہ ہوش میں اپنے تمام عمر
پیارے وفا تھی زور ہی[2] مستانہ ہو گیا

عشق میں امتیاز رتبہ نہیں
خاکپائے ایاز ہے محمود
لب سے لیتے ہیں کار حضرت حق
شیخ ٹک دیکھ اعتقاد بنود[3]

حون قاصد کی تو آساں ہے نہ یہ کہہ کہ میاں
کب سے حک میں اس (حسین سے ؟) نامہ و پیغام نہیں

دل کو کہیں ہے[4] جی میں گرفتار کیجیے
یعنی کسو صنم کے تئیں پیار کیجیے
گر مانگتا ہے جی کے تئیں ، دیجیے وفا
کیا جبر ہے کہ دوست سے انکار کیجیے

رفیق بررہ کو ہے دشمن جاں
بلا رہزن کو ہے نالہ جرس کا
حباب آسا نہ بھول[5] ہستی پر اپنی
کہ غافل کیا بھروسہ ہے نفس کا

---

۱ - گھڑی (مط)
۲ - وفا بھی زور ہے (مط)
۳ - سور (مط)
۴ - کہیں ہیں " کہے ہے "
۵ - بھول (مح و مط) تصحیح قیاسی -

دکھ نہ دے اس قدر وفا کے تئیں
عاقبت وہ بھی جان رکھتا ہے

اپنی عرض کو ہم و تسھی کچھ سمجھیں گے لیک
ہوتی ہے گالیوں سے تمھاری زباں خراب

بس کہ اپنے انقلابِ بخت سے ڈرتے ہیں ہم
بستر گل پر بھی لرزاں ہی قدم رکھتے ہیں ہم[1]
کل کا وعدہ گر کیا بھی ان نے اے محرم تو کیا
یاں تو بے تابی سے دل کی آج ہی مرتے ہیں ہم

اک راہِ کوئے زلف سو سر بستہ اے وفا
ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

نوبت غم فراق سر پہنچی ہے جاں تلک
ظالم شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک

اے ناخدا وہ سعی کہ اس موجِ خیز سے
یہ کشتی شکستہ ہماری بھی پار ہو

اس کو منظور یاں سے جانا تھا
گریہ میرا فقط بہانا تھا
دل نہ کرنا تھا اس طرح سے خراب
عاقبت وہ ترا ٹھکانا تھا

---

۱ - دھرتے ہیں ہم (مط)

بھول بیٹھے لبِ دریا جو نہ دیکھے ہوں تو آ
ساتھ آنسو کے ہیں یاں قطرۂ خونناب رواں

کشت اپنی نہ ہوئی سبز[1] فلک سے کا ہے
ہے وفا آٹھ پہر گرچہ یہ دولاب رواں[2]

عدم کے جانے سے کیا حیف ہے عزیزاں کے
کہ کوچ ادھر ہی کو ہے صبح و شام اپنا بھی

بیچے ہے یک نگاہ پہ دل کے تئیں وفا
لینا ہو گر تمھیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

حالِ دل کیوں کہ وفا اس سے کہوں[3] خلوت میں
جی دھڑکتا ہے کہ کوئی پسِ دیوار نہ ہو

راضی وہ ہو کے رات سہج میں بچل گیا
عنقا پھنسا تھا دام میں لیکن نکل گیا

اتنا نہ تنگ ہو مرے رہنے سے یاں کہ میں
یہ ہی نہ شوخ گر نہ گیا آج ، کل گیا

شعلہ زن ہے ہمیشہ داغ اپنا
بجھ نہیں جالتا چراغ اپنا

یاں تک از خویش رفتہ ہوں کہ مدام
آپ کرتا ہوں میں سراغ اپنا

---

۱ - سیر (مح)
۲ - ہے وفا آٹھ پہر کوچہ دولاب رواں (مط)
۳ - کہوں کہ کہوں اس سے وفا (مط)

سالہا تجھ سے کے اگر مہر و وفا کی ہم نے
عفو کر عفو کہ اے شوخ خطا کی ہم نے
عقدے پر عقدے کیے چرخ نے مضبوط اگر
اک گرہ رشتہ مقصود سے وا کی ہم نے
ڈر ہے اس وقت کا ظالم کہ لہو مل منہ سے
جس گھڑی رو بہ فلک ہو کے دعا کی ہم نے
درد بے دل کے سر ہوے تفاوت نہ کیا
اپنی سی کتنی ہی دارو و دوا کی ہم نے

نہ لے حوں سانس بعضا صید آ کر دام کے نیچے
وہی حالت ہے تجھ غم میں گرفتار محبت کی

نہ کشتی پار ہی بہہ کر گئی اپنی نہ وار آئے
ہوئے ہم غرق دریا اس گھڑی جب حین دھار آئے

۱۲۳ - بیتاب :

سنتوکھ رای بیتاب ، کم دماغ وخلوت دوست است رنگ سخن و ربط کلام نیکو فہمد ۔ شعرش روز بہ روز در ت است ۔ انشاءاللہ تعالیٰ بزعم ناتوان بینی روزگار بہار فکر در اندک مدتی[1] رنگ دیگر پیدا خواہد کرد ۔ با فقیر قدم دوء دارد و شعر خود نیز از نظر این ہیچ مداں می گزراند[2] ۔ اوتعا بر عمرش بیفزاید! ازوست[3] :

---

۱ - در اندک مدت بہار فکرش (مط)
۲ - 'و شعر خود   می گزراند' مط میں نہیں ہے ۔
۳ - مخ میں بیتاب کے ۱۸ شعر ہیں جن میں سے ۱۷ شعر مشترک
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے

نہ رہے باغِ جہاں میں کبھی آرام سے ہم
پھنس گئے قیدِ قفس میں جو چھٹے دام سے ہم
اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریقِ اخلاص
کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے ہم

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اور ایک زائد (پندھرواں شعر)، مخ میں مندرجہ ذیل دس شعر زائد ہیں (کل اشعار ۲۷ ہیں):

مدت سے انتظار میں ابھی کٹی ہے یاں
اب تک جو ہم نہ آئے الٰہی کہاں رہے

یوں رہے ہے شامِ غم کا اس دلِ محزوں کو چاؤ
جس طرح کٹتی ہیں گھڑیاں اہلِ صوم افطار کی
میں تو اے بیتاب توبہ کی نہیں دیبے* سے مے
گو کہ ناداں سے ابھی مں نے استغفار کی

محبت اب تلک رکھتی ہے یہ تاثیر مجنوں کی
کہ بن لیلیٰ نہیں کھنچتی کہیں تصویر مجنوں کی
نہ ہو یا رب خدا سر سے مرے اس زلف کا سایہ
ہے تا معمول بیچے بید کے تصویر مجنوں کی
کسی لیلیٰ منش کو تو نہ اب بیتاب دل دیجو
کہ دیوانے نصیحت ہے یہ اپنے پیر مجنوں کی

میں گو افتادگانِ کوئے نومیدی سے ہوں لیکن
توقع ہے قوی تیرے کرم کی دستگیری سے

---

* ہیبے ؟

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

گو کہ تجھ لطف کے قابل دلِ رنجور نہیں
پر تری بندہ نوازی سے یہ کچھ دور نہیں
قصر شہ دیکھا میں اور کلبۂ درویش بھی ہاں[1]
بہرِ آرام کوئی خانہ بہ از گور نہیں

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہم نشیں راہیں
کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ، ہم ان کو اس طرح چاہیں

ادھر نالہ کیا اودھر وہ مضطر ہو چلا آیا
عجب دن تھے وہ جن روزوں میں رکھتی تھیں اثر آہیں

کر کشاکش[2] سے نفس کی دل کا روشن آئنہ
مصقلہ کے فیض سے ہوتا ہے آہن آئنہ
اہلِ دل تزئینِ ظاہر کے نہیں طالب ، کہ دیکھ
خانۂ چوبیں میں نت رکھتا ہے مسکن آئنہ

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

عشق میں گا ہے عسل کی نیش ہے
نت نیا یاں ماجرا در پیش ہے
شب مجھے رہنے دے کیونکر اپنے پاس
گو ہے وہ لڑکا یہ دور اندیش ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

۱ - یہ مصرع مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے -
۲ - کشاکش (مخ)

آہ دی سینے میں آتش کون سے بے درد نے
دل سے لے کر منہ تلک گھمڑا ہوا[1] اک دود ہے
دل کے ہی مقبول کو بیتاب یاں پر ہا قبول
وائے اس پر جو کہ اس درگاہ کا مردود ہے

سبزے پر اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک
اس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جواں رہے
جی میں ہے اس کے باب میں اب پھر نہ بولیے
لیکن کسی طرح جو[2] یہ کافر زباں رہے

خانہ مسجد بنا کرنے سے کیا حاصل یاں شیخ
کاش اس جاگہ دکاں ہوتی کوئی خمار کی
میں اور اقبال عشق کا اس کے، یہ کیا ممکن تھا لیک
عقل نہیں رہتی جب آتی ہے گھڑی ادبار کی

لے چکو دل کو ایک بوسے پر
دیکھتے کیا ہو جنس سستی ہے

جیب سے لے ناف تک یہ شیخ جی
ریش ہے یا ایں کہ دالہ کیش ہے

رباعی

یاں آ کے ہم اپنے مدعا کو بھولے
مل مل غیروں سے آشنا کو بھولے

---

۱ - اسلا ہوا (مط)
۲ - لیکن کسی طرح سے جو (مخ)

دلیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر
اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

۱۲۴ - منت[1] :

قمرالدین المتخلص بہ منت ، لوحوانی است از نجیب رادہای بلدۂ سونی پت - آثار فراست و شواہد کیاست ار جبیں لور آگیں ہوید و استعدادات جمیع مراتب کمال ار (ہیولای) مزاجش پیدا - از بدو شباب بہ قافیہ سنجی مشغول است و مشق سخن پیش فقیر مؤلف می نماید - حسن قافیہ اش دال است برآں کہ بعد مشق رشد کافی و حظ وافی ار سحر دانی ہم خواہد رسانید - ازوست:

منت ایسے کو دل دیا تو نے
اے مری جان کیا کیا تو نے

۱۲۵ - حیرت[2] :

مراد علی حیرت ، من متوطنان[3] بلدۂ مرادآباد است - طبعش با شعر و شاعری مناسبتی درست دارد - اگر رسالہ او را بطورش خواہد گذاشت کلامش رنگی و لطفی[4] پیدا خواہد کرد :

کہاں ہے شیشہ[5] مے محتسب خدا سے تو ڈر
مری بغل میں جھلکتا ہے آبلہ دل کا[6]

---

۱ - منت کا ترجمہ مط میں شامل نہیں ہے - ان کا انتقال کلکتے میں ۱۲۰۸ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے -
۲ - حیرت کا احوال بھی مط میں نہیں ہے - مصحفی کے بیان کی روشنی میں ان کا انتقال قیاساً ۱۱۸۵ھ میں ہوا -
۳ - من متوطن (مح) تصحیح قیاسی - ۴ - لطفش (مح) تصحیح قیاسی -
۵ - چمنستان شعرا (شفیق) اور گلزار ابراہیم (علی ابراہیم) میں یہ شعر قائم سے منسوب ہے اوران دونوں تذکروں کے حوالے سے راقم نے یہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۱۲۹ - شاکرا :

محمد شاکر ، شاکر تخلص ، از یاران محمد علی حشمت است ۔ در علم نجوم بضاعتی تمام دارد و بہ مقتضای موزونی طبیعت گاہ گاہ یک دو مصراع ریختہ و فارسی نیز موزون کند ۔ و از آن جا کہ وطن او قصبہ اعظم پور ، باشتہ ‌‌[2] است ، بنا بر نسبت قرب وطن و دیگر مناسبتی کہ دارد اکثر برای دیدن فقیر می‌آید ۔ حق تعالی جل شانہ لالہ بر عرض بیفزاید! ازوست :

کیا پوچھے ہے حال بلبلوں کا
جو ان پہ گزرتی ہے گزر لے
گلچیں تجھ سے کیا ، تری بلا سے
گل توڑ کے تیں تو گود بھر لے

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)
شعر کلیات قائم (جلد اول ، حاشیہ متن صفحہ ۲۳) میں شامل کیا ہے ، لیکن تذکرۂ قائم کی روشنی میں یہ شعر قائم کی بجائے حیرت کا قرار پاتا ہے ۔ ایک اور شعر (آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا ۔ الخ) شفیق ہی کے حوالے سے کلیات قائم ، جلد اول ، صفحہ ۵۳ پر درج ہے ۔ یہ شعر بھی قائم کا نہیں بلکہ سودا کا ہے ۔

۱ ۔ شاکر کا ترجمہ بھی مط میں نہیں ہے ۔

۲ ۔ اعظم پور اب تحصیل حسن پور ضلع مراد آباد میں، مراد آباد سے ۲۴ میل شمال مغرب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ۔ پہلے یہ ایک پرگنہ تھا جس کا بیشتر حصہ اب تحصیل و ضلع بجنور میں شامل ہے ۔ باشتہ تحصیل و ضلع بجنور کا ایک پرگنہ ہے اور قائم کے وطن چاند پور سے چھ میل جانب جنوب مغرب واقع ہے (اضلاع مراد آباد اور بجنور کے گزیٹیر ملاحظہ ہوں) قائم کے زمانے میں اعظم پور کا قصبہ بھی پرگنہ باشتہ میں شامل ہوگا ۔

۱۲۷ - [رند[1]] :

خان رفیع الشان ، مہربان خان بہادر ، جوان خوش ظاہر و باطن ، پسر خوالده نواب امیر الامرا غالب جنگ محمد احمد خان بہادر است - ذہن سلیم و طبع مستقیم دارد - اکثر بہ مقتضای موزونی طبیعت با شعر و سخن و اہلِ آن الفت تمام دارد - چنان چہ میر سوز وغیرہ دو سہ شاعر ریختہ ا، قدیم بخدمت او می‌بودند ، درین اثنا یگانۂ جہان ، اشرف زمان حضرتم مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالٰی بہ رفاقت وزیرالممالک نواب غازی الدین خان بہادر در بلدۂ فرخ آباد رسیدند ، خان موصوف از نواب وزیر درخواستہ مرزای موصوف را بہ رفاقت خود گرفت - از آن جا کہ تربیت اہل کمال را اثری تمام است سخنش این ہمہ ترقیات نمایان کرد کہ بالفعل شاعر زبردست را از عہدۂ آن بر آمدن دشوار است - چنان چہ در ردیف و قوافی مشکل زمین غزلِ تازہ می نماید و داد سخن وری می دہد - حق تعالٰی سلامتش دارد ! ازوست :

کسی نے روم لی قسمت میں کوئی شام لے آیا
ہمیں لے[2] کچھ نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

۱۲۸ - قائم :

آلودۂ انواع جرائم ، فقیر مؤلف قیام‌الدین علی (؟) قائم[3] - ہر چند از باشندگان قصبۂ چاند پور است اما از بدو شعور تا باین حال بہ توسل نوکریِ پادشاہی بہ دارالخلافت شاہ جہان آباد

---

۱ - مہربان خان رند کا ترجمہ مح میں نہیں ہے اور مط سے ماخوذ ہے۔
۲ - ہر ؟
۳ - قیام الدین قائم (مط)

گزراند و لیل و نهار بمقتضای مناسبت به صحبت سخن سنجان عالی مقدار بسربرده ـ درین ایام که رشتهٔ سلک انتظام مردم پادشاهی به صدمهٔ انقلاب سلطنت ازهم گسیخت و هر یک چون لآلیِ آب دار بر خاک مذلت افتاده ، رو به هرسو نهاده ، چار و ناچار بلکه بی‌اختیار ارادهٔ سفر بر رایِ اقامت غالب آمد ، فرصت را غنیمت انگاشته مصمم ساخت که لختی از روزنامچهٔ اعمال و برخی از جریدهٔ احوال سخن‌وران متقدم و حال بقید قلم[1] در آورده در حالت جدائی انیس تنهائی سازد ـ بالجمله بعد جدِ بسیار و کدِ بیشمار ترقیم ابیات و تصحیح حالات هر کدام[2] میسر گردید و این طیلسانِ هزار مروارید بدین هیئت مجموعی در نظر ارباب بصر جلوه‌گری بخشید[3] ـ او سبحانه تعالی این فصاحت صد زبان[4] را به دست آرزومند هر جنس سخن اندازد و از چشمِ بد نا فهم مصئون داشته ، به حفظ و حمایتِ خویش محفوظ سازد :

یارب ! این آرزوی من چه خوش است
تو بدین آرزو مرا برسان

می‌خواستم که باوجود اشعار اعزه باستکتاب[5] ابیات خویش به پردازم و دل بوس بیار را ازین اندیشهٔ فضول خالی سازم

---

۱ ـ احوال هر کدام بقید قلم (مط) ـ
۲ ـ حالات سخن وران متقدم و حال (مط) ـ
۳ ـ این طی لسان هزار پیوند بدین ایات مجموعی به نظر ارباب بصر جلوه‌گری بخشد (مط) ـ
۴ ـ مصاحب صد زبان (مط) ـ بضاعت صد زبان ؟
۵ ـ با استکتاب خویش (مط) ـ

چہ نورِ نجوم در برابر ماہ تاباں معدوم است و حلوۂ ذرہ بحضور خورشیدِ رخشاں معلوم ، اما بہ حکم استاد[1] کہ گفتہ است :

بہ دریای لو لو صدف نیز ہست
درختی بلند است در باغ و پست

حسارق بکار رفت ۔ من عریہاں :

دل پا کے اس کی زلف میں آرام رہ گیا
درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا
قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند
کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
ے تجھ پہ وہ بہار رہی اور نہ یاں وہ دل
کہنے کو نیک و بد کے اک الزام رہ گیا[2]

اے ابر اپنے[3] گریہ میں جس وقت جوش تھا
جو قطرہ اشک کا تھا سو طوفاں بہ دوش تھا
کس کی نگاہ گرم تھی گلشن پہ اے نسیم
شبنم سے برگِ گل ، لبِ تب حالہ جوش تھا
کُو نوحہ گر کہ خاک پہ میری ہو گرم شور
تھا اک چراغِ گور سو وہ بھی خموش تھا[4]

---

۱ ۔ بہ حکم کلیۂ استاد (مط) ۔
۲ ۔ مط میں اس غزل کا ایک شعر (جھگڑے میں ہم ۔ الخ ۔) زائد ہے
۳ ۔ مخ میں صرف شروع کے تین لفظ ہیں اور اس ناتمام شعر پر یہ مخطوطہ تمام ہو جاتا ہے ۔ مطبوعہ نسخے میں قائم کے مزید ۲۶ اشعار کا انتخاب شامل ہے جو اس کے بعد درج ہیں ۔
۴ ۔ مط میں قائم کی غزل نمبر ۹ کے پانچویں شعر کا پہلا مصرع تغیر لفظی کے ساتھ اور چھٹے شعر کا دوسرا مصرع خلط ملط ہو گئے ہیں ۔

پھیر کے جو وہ شوخ نظر کر گیا
تیر سا کچھ دل سے گزر کر گیا
خاک کا سا ڈھیر سرِ رہ ہوں میں
قافلۂ عمر سفر کر گیا
جوں شرر کاغذِ آتش زدہ
شامِ غم اپنی میں سحر کر گیا

جلوہ چاہے ہے اسے[1] اس بتِ ہرجائی کا
نہ[2] پریشاں نظری جرم ہے بینائی کا
چھوڑ تنہا مجھے یارب انھیں کیوں کر گزری
غم جنھیں آٹھ پہر تھا مری تنہائی کا
عار ہے ننگ کو مجھ نام سے سبحان اللہ !
کام پہنچا ہے کہاں تک مری رسوائی کا

ٹکڑے کب غم نے یہ جگر نہ کیا
نہ کیا نالہ ہم نے پر نہ کیا
دل سے طوفانِ گریہ امڈے ہزار
ہم نے پر اک مژہ کو تر نہ کیا
پائے دیوارِ دوست اک مدت
ہم بھی کاٹی پہ نالہ[3] سر نہ کیا
موجِ گرداب کی طرح ہم نے
گھر سے باہر کبھو سفر نہ کیا

---

۱ - جلوہ کس جا پہ نہیں (مط)
۲ - یہ (مط)
۳ - ہم نے کاٹی (مط) -

کارِ دنیا پڑا سپہر کے ہاتھ
حب کہ ہم نے یہ دردِ سر نہ کیا
دل نہ دینا ہی خوب تھا ، پر حیف
ہم نے یہ سوچ پیش تر نہ کیا
دوس کیا دیجیے چور کو قائم
بند گھر کا میں آپ در نہ کیا

ٹوٹا جو کعبہ کون سی یہ جائے غم ہے شیخ
کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

ہے آپ سے بھی توقع غلط کہ ناخنِ فلس
کبھی نہ کھینچتے دیکھا میں خارماہی کا
کہاں ہے[1] دیدۂ گریاں کہ اب بقیہ عمر
کریں علاج ہم اس اپنی روسیاہی کا
فلک جو دے تو گدائی بھی لے نہ اب قائم[2]
وہ دن گئے کہ ارادہ تھا بادشاہی کا

میں نہ وہ ہوں کہ تنک غصے میں ٹل جاؤں گا
ہنس کے تم بات کرو گے میں بہل جاؤں گا[3]
ہم نشیں ، کیجیو تقریب تو شب باشی کی
آج کر نشے کا حیلہ میں مچل جاؤں گا

---

۱ - کہاں ہیں (مط) ۔
۲ - گدائی کو لے ہے قائم (مط) ۔
۳ - سنبھل جاؤں گا (مط) ۔

دل مرے ضعف پہ کیا رحم تو کھاتا ہے کہ میں
جان سے اب کے بچا ہوں تو سنبھل جاؤں گا
سیر اس کوچے کی کرتا ہوں کہ جبریل جہاں
جا کے بولا کہ بس اب آگے میں جل جاؤں گا

اب جو کوچے سے تیرے جائے گا
کچھ سمجھ کر ہی پھیر آئے گا
دل کہاں تک اٹھائے جور ترے
تجھ سے اب دل ہی کو اٹھائے گا
حس خط ساتھ موج کے لگ لے
بہتے بہتے کہیں تو جائے گا

ضمیمہ

تذکرۂ میر ، تذکرۂ گردیزی ، اور تذکرۂ قائم ، شعرائے اُردو کے اولین تذکروں میں ہیں ۔ یہ تذکرے ایک ہی زمانے میں اور ایک ہی مقام پر قلم بند کیے گئے ۔ اس ضمیمے میں ان تینوں تذکروں میں شامل شعرا کی فہرست یک جا پیش کی گئی ہے ۔ جن شعرا کے سنِ وفات تحقیق ہو سکے ، وہ بھی درج کر دیے گئے ہیں ۔

صفحات کے حوالے ، تذکرۂ میر ، طبع دوم ۱۹۳۵ع ؛ تذکرۂ گردیزی مطبوعہ ۱۹۳۳ع ؛ اور تذکرۂ قائم ، زیر نظر ، سے دیے گئے ہیں ۔

[تینوں تذکروں کی مجموعی کیفیت : تذکرۂ میر میں ۱۰۳ شعرا کے تراجم ہیں ، تذکرۂ گردیزی میں ۹۷ (قزلباش خاں امید کا ترجمہ شمار نہیں ہو گا) اور تذکرۂ قائم میں ۱۲۸ - تینوں تذکروں میں ۶۱ شعرا کا احوال مشترک ہے - ان ۶۱ شعرا کے علاوہ ۱۰ شاعر میر اور گردیزی میں ، ۱۶ میر اور قائم میں ، اور ۴ گردیزی اور قائم میں ، مشترک ہیں - ۱۶ شاعر ایسے ہیں جو صرف تذکرۂ میر میں ، ۲۲ صرف تذکرۂ گردیزی میں ، اور ۴۷ صرف تذکرۂ قائم میں شامل ہیں]

الف

۱ - آبرو ، شیخ نجم‌الدین عرف شاہ مبارک (متوفی ۱۱۴۶ھ/ ۱۷۳۳ع) میر صفحہ ۹ ، گردیزی صفحہ ۸ ، قائم صفحہ ۳۴ -

۲ - احسن ، احسن‌اللہ ، معاصر آبرو و مضمون : میر صفحہ ۲۷ ، گردیزی صفحہ ۱۸ ، قائم صفحہ ۵۵ -

۳ - احمد گجراتی ، معاصر ولی (تذکرۂ میر میں 'احمدی' ہے) میر صفحہ ۹۷ ، قائم صفحہ ۱۸ -

۴ - آرام ، رائے پریم ناتھ کھتری ، معاصر میر و مرزا : قائم صفحہ ۱۸۳ -

۵ - آرزو ، سراج‌الدین علی خاں (متوفی ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۶ع) میر صفحہ ۳ ، گردیزی صفحہ ۶ ، قائم صفحہ ۳۴ -

۶ - آزاد ، فقیراللہ حیدرآبادی ، معاصر ولی : میر صفحہ ۹۴ ، گردیزی صفحہ ۱۷ (دونوں نے نام نہیں دیا ہے) قائم صفحہ ۱۷ -

۷ - اشتیاق ، شاہ ولی‌اللہ (متوفی ۱۱۵۰ھ[1]/۳۸ - ۱۷۳۷ع) میر صفحہ ۶ ، گردیزی صفحہ ۱۷ ، قائم صفحہ ۴۵ -

---

۱ - مقدمۂ دستورالفصاحت صفحہ ۵۱ ، بحوالۂ 'نشتر عشق' و 'صبح گلشن' -

۸ - اشرف دکھنی : میر صفحہ ۱۰۱ -

۹ - آشنا ، میر زین العابدین عرف میر نواب (گردیزی کے احباب میں تھے ؛ قائم نے نام نہیں دیا ہے) گردیزی صفحہ ۱۸ ، قائم صفحہ ۱۸۴ -

۱۰ - اعظم ، شاہ محمد اعظم سدیلوی (طبقۂ اول کے شاعر ہیں) قائم صفحہ ۲۹ -

۱۱ - افضل ، محمد افضل جھنجھانوی (متوفی ۱۰۳۵ھ/۲۶-۱۶۲۵ع) قائم صفحہ ۸ -

۱۲ - اکرم ، خواجہ اکرم (قائم کے دوست جنھوں نے 'مخزن نکات' کا قطعۂ تاریخ نظم کیا) قائم صفحہ ۱۷۶ -

۱۳ - آگاہ ، محمد صلاح . گردیزی صفحہ ۱۶ -

۱۴ - الہام ، فضائل بیگ ، شاگرد عزلت : گردیزی صفحہ ۱۹ -

۱۵ - امید ، قزلباش خاں[1] (متوفی ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ع) میر صفحہ ۷ ، قائم صفحہ ۷۴ -

۱۶ - انعام ، نواب عمدۃ الملک امیرخاں (متوفی ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ع) گردیزی صفحہ ۲۰ ، قائم صفحہ ۷۷ -

۱۷ - انسان ، نواب اسد یار خاں (متوفی ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ع) میر صفحہ ۱۲۹ ، گردیزی صفحہ ۱۷ ، قائم صفحہ ۷۶ -

۱۸ - آوارہ ، میر محمد کاظم (زین العابدین آشنا کے بھائی اور گردیزی کے چھوٹے بھائی کے خسر) گردیزی صفحہ ۱۹ -

ب

۱۹ - بسمل . میر صفحہ ۱۵۱ ، گردیزی صفحہ ۲۶ ، قائم صفحہ ۱۶۵ -

---

۱ - تذکرۂ گردیزی کے مرتب نے پاکسار کے چند اشعار کو غلطی سے قزلباش خاں سے منسوب کر دیا ہے - مؤلف کہنا صرف یہ چاہتا تھا کہ فلاں شعر قزلباش خاں کو پسند تھا -

۲۰ - بہار ، لالہ ٹیک چند[1] ، مؤلف 'بہار عجم' (خان آرزو کے دوست اور شاگرد) میر صفحہ ۱۳۳ ، گردیزی صفحہ ۲۱ ، قائم صفحہ ۶۴ -

۲۱ - بھید[2] ، میر میراں مخاطب بہ سید نوازش خاں ، معاصر میر و مرزا : میر صفحہ ۱۰۵ ، گردیزی صفحہ ۱۳۷ ، قائم صفحہ ۱۷۴ -

۲۲ - بیان ، خواجہ احسن اللہ (متوفی ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ع) گردیزی صفحہ ۲۷ ، قائم صفحہ ۱۲۶ -

۲۳ - بیتاب ، محمد اسماعیل ، شاگرد یک رنگ (سال وفات قیاساً ۶۵-۱۱۶۴ھ / ۵۲-۱۷۵۱ع ہے) میر صفحہ ۸۰ ، گردیزی صفحہ ۲۵ ، قائم صفحہ ۵۹ -

۲۴ - بیتاب ، ستوکھ رائے (قائم کے دوست اور شاگرد) قائم صفحہ ۱۹۴ -

۲۵ - بیچارہ : میر صفحہ ۱۰۳ -

۲۶ - بیدار ، میاں محمدی (متوفی ۱۲۰۹ھ/۹۵ - ۱۷۹۴ع) میر صفحہ ۱۳۲ ، گردیزی صفحہ ۲۵ ، قائم صفحہ ۱۶۷ -

۲۷ - بیدل ، مرزا عبدالقادر (متوفی ۱۱۳۳ھ/۲۱ - ۱۷۲۰ع) میر صفحہ ۲ ، قائم صفحہ ۲۳ -

۲۸ - بے رنگ[3] ، دلاور خان (سال وفات قیاساً ۶۶ - ۱۱۶۵ھ/

---

۱ - 'گمان غالب یہ ہے کہ یہ فاضل دہر ۱۱۸۰ھ میں دنیا سے رخصت ہو چکا تھا' (ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ ، از ڈاکٹر سید عبداللہ ، دہلی ۱۹۴۲ع ، صفحہ ۱۶۵)

۲ - ان تینوں تذکرہ نگاروں میں سے تخلص (بھید) صرف میر نے دیا ہے -

۳ - میر لکھتے ہیں کہ پہلے ہمرنگ تخلص کرتے تھے ، اب بیرنگ - قائم نے ان کا احوال 'ہمرنگ' اور میر و گردیزی نے 'بیرنگ' کے تحت درج کیا ہے -

۵۳ - ۱۷۵۲ء ہے) میر صفحہ ۱۵۱ ، گردیزی صفحہ ۴۲ ، قائم صفحہ ۱۶۶ -

۲۹ - بیکل ، سید عبدالوہاب دولت آبادی ، شاگرد عزلت : گردیزی صفحہ ۲۹ -

۳۰ - بے نوا سامی ، معاصر آرزو (ان کا مشہور مخمس ۱۸۲۹ء میں تصنیف ہوا ہوگا) میر صفحہ ۲۸ ، قائم صفحہ ۵۸ -

پ

۳۱ - پاکباز ، میرصلاح الدین عرف مکھن میاں ، شاگرد یک رنگ : میر صفحہ ۹۷ ، گردیزی صفحہ ۲۶ ، قائم صفحہ ۶۱ -

۳۲ - پیام ، شرف الدین علی خان[1] (متوفی ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء) میر صفحہ ۲۶ ، گردیزی صفحہ ۲۶ ، قائم صفحہ ۵۶ -

ت

۳۳ - تابان ، میر عبدالحی ، شاگرد محمد علی حشمت (متوفی تقریباً ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ - ۵۱ء) میر صفحہ ۱۰۸ ، گردیزی صفحہ ۳۱ ، قائم صفحہ ۱۴۵ -

۳۴ - تجرد ، میر عبدالحی دکھنی ، شاگرد عبدالولی عزلت : میر صفحہ ۱۰۵ ، گردیزی صفحہ ۳۰ ، قائم صفحہ ۱۴۷ -

تقی ، میر محمد تقی عرف میر گھاسی — ملاحظہ ہو 'میر گھاسی'

۳۵ - تمکین ، صلاح الدین ، معاصر میر و مرزا : میر صفحہ ۱۳۷ ، گردیزی صفحہ ۳۳ ، قائم صفحہ ۱۴۴ -

ث

۳۶ - ثاقب سیوہاروی ، شہاب الدین (پہلے آرزو سے تلمذ تھا پھر آرزو کے شاگرد ہوئے - قائم سے بہت میل جول تھا - قدرت اللہ شوق کے بیان کی روشنی میں ۱۱۸۵ھ سال وفات ہونا چاہیے) میر صفحہ ۸۸ ، گردیزی صفحہ ۳۴ ، قائم صفحہ ۶۱ -

---

۱ - شرف الدین علی (قائم) اشرف الدین علی خان (میر) -

ج

۳۷ - جرأت ، میر شیر علی شاہ جہان آبادی (گردیزی کے ملاقاتیوں میں تھے اور 'ریختہ گویاں' کی تالیف سے چند سال پہلے دکن کو مراجعت کر چکے تھے) گردیزی صفحہ ۳۵ -

۳۸ - جعفر (دکھنی شاعر معلوم ہوتے ہیں) میر صفحہ ۱۰۲ -

۳۹ - جعفر ، میر جعفر معروف بہ زٹلی (روایت ہے کہ فرخ سیر کے حکم سے تقریباً ۱۷۱۳ع میں قتل کیے گئے) میر صفحہ ۳۰ ، قائم صفحہ ۳۰ -

جعفر علی خاں ـــــ ملاحظہ ہو زکی' -

۴۰ - جگن ، میاں جگن شاگرد میر اور شیر افگن خاں کے خالہ زاد بھائی میر صفحہ ۱۳۸ ، گردیزی صفحہ ۳۴ -

جنوں ـــــ ملاحظہ ہو 'کافر' -

۴۱ - جولاں ، میاں رمضانی[1] ، معاصر میر و مرزا قائم صفحہ ۱۶۵ -

ح

۴۲ - حاتم ، شیخ ظہورالدین عرف شاہ حاتم (متوفی ۱۱۹۷ھ/ ۱۷۸۳ع) میر صفحہ ۷۵ ، گردیزی صفحہ ۴۹ ، قائم صفحہ ۶۰ -

۴۳ - حزیں ، میر محمد باقر اکبرآبادی ، شاگرد مرزا مظہر (متوفی

---

۱ - "بہار علی شاہ ، جولاں تخلص ، ساکن شاہجہان‌آباد کہ پیش ازیں در عالم دنیا داری رمضانی نام داشت - عمرش قریب بہ ہشتاد خواہد بود - گویند در عالم جوانی در علم تیراندازی یگانۂ روزگار بود-"

(تذکرۂ ہندی از مصحفی ، صفحہ ۶۵ - ۶۶)

تقریباً ۱۱۶۶ھ[1] / ۱۷۵۲ع) میر صفحہ ۱۰۶ ، گردیزی صفحہ ۴۹ ، قائم صفحہ ۱۴۰ -

۴۴ - حسن (کوئی دکھنی شاعر معلوم ہوتے ہیں) میر صفحہ ۱۰۴ -

۴۵ - حسن ، میر حسن دہلوی شاگرد مرزا سودا (میر حسن مؤلف تذکرہ شعرائے اردو ان کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں) میر صفحہ ۱۳۶ ، گردیزی صفحہ ۵۱ -

۴۶ - حسیب حیدرآبادی شاگرد عزلت : میر صفحہ ۱۰۴ ، گردیزی صفحہ ۵۲ -

۴۷ - حشمت ، میر محتشم علی خان شاہ جہان آبادی (متوفی ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ع) میر صفحہ ۷۳ ، گردیزی صفحہ ۴۸ ، قائم صفحہ ۶۷ -

۴۸ - حشمت ، محمد علی شاگرد علی بیگ قبول (قائم کی ان سے دوستی تھی اور میر صاحب سخت بیزار ؛ سال وفات ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۹ع ہے) میر صفحہ ۱۰۷ ، گردیزی صفحہ ۵۱ ، قائم صفحہ ۶۵ -

۴۹ - حیرت ، مراد علی مرادآبادی (سال وفات قیاساً ۱۱۸۵ھ/ ۱۷۷۱ع ہے) قائم صفحہ ۱۹۸ -

خ

۵۰ - خاکسار ، میر محمد یار عرف میر کلو ، معاصر میر و مرزا : میر صفحہ ۱۱۴ ، گردیزی صفحہ ۵۲ ، قائم صفحہ ۱۴۲ -

۵۱ - خسرو ، ابوالحسن امیر خسرو دہلوی (متوفی ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ع) میر صفحہ ۲ ، قائم صفحہ ۵ -

۵۲ - خوشنود ، ملک خوشنود (نصرتی اور رستمی کا معاصر اور بیجا پور کا درباری امیر) میر صفحہ ۱۰۲ -

---

۱ - میر اور قائم دونوں لکھتے ہیں کہ یہ دہلی سے بنگالے چلے گئے ؛ گردیزی رقم طراز ہیں کہ چند سال ہوئے بنگالے چلے گئے تھے اور اب مرزا مظہر سے معلوم ہوا ہے کہ وہیں پر انھوں نے وفات پائی -

د

۵۳ - دانا ، میر فضل علی دہلوی شاگرد شرف‌الدین مضمون اور قائم کے دوست : میر صفحہ ۱۲۸ ، گردیزی صفحہ ۶۲ ، قائم صفحہ ۷۲ -

۵۴ - داؤد ، مرزا داؤد اورنگ‌آبادی ، متبع ولی[1] اور معاصر سراج (متوفی ۱۱۵۷ھ[2]/۱۷۴۴ع) میر صفحہ ۱۰۴ ، گردیزی صفحہ ۶۰ -

۵۵ - درد ، خواجہ میر دہلوی (متوفی ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ع) میر صفحہ ۹۴ ، گردیزی صفحہ ۵۳ ، قائم صفحہ ۱۰۲ -

۵۶ - درد ، کرم‌اللہ خان (میر انھیں رندہ لکھتے ہیں اور قائم مرحوم ، گویا ۱۱۶۶ھ کے قریب وفات پائی) میر صفحہ ۷۳ ، گردیزی صفحہ ۶۰ ، قائم صفحہ ۱۱۶ -

۵۷ - دردمند ، محمد فقیہ (صحف ابراہیم ، کی روایت کے مطابق ان کا انتقال ۷۴ - ۱۱۷۳ھ/۶۰ - ۱۷۵۹ع میں ہوا) میر صفحہ ۱۱۷ ، گردیزی صفحہ ۶۱ ، قائم صفحہ ۱۳۳ -

ذ

۵۸ - ذہین ، میر محمد مستعد (گردیزی کے احباب میں تھے ، تالیف تذکرے سے قبل جوانی میں انتقال کیا) گردیزی صفحہ ۶۳ -

ر

۵۹ - راسخ ، مہر علی ، پسر خطیب پادشاہی (دکھنی شاعر ہیں اور طبقۂ اول سے ان کا تعلق ہے) قائم صفحہ ۱۶ -

۶۰ - راقم ، لالہ بندرا بن ، ساکن متھرا (مرزا سودا کے دوست

---

۱ - میر اور گردیزی دونوں نے انھیں شاگرد عزلت بیان کیا ہے ، لیکن 'نکات‌الشعرا' کے مرتب مولوی عبدالحق مرحوم نے حاشیے میں اس بات کی تردید کی ہے اور انھیں ولی کا متبع قرار دیا ہے -

۲ - ایک ہی مادۂ تاریخ سے مولوی عبدالحق (نکات‌الشعرا ، حاشیہ متن صفحہ ۱۰۴) نے ۱۱۵۷ھ اور حکیم شمس‌اللہ قادری (اردوے قدیم ، صفحہ ۱۱۰) نے ۱۱۶۸ھ برآمد کیے ہیں -

اور شاگرد) میر صفحہ ۱۴۳ ، قائم صفحہ ۱۴۹ -

۶۱ - رسوا ، آفتاب رائے دہلوی (۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ع سے کچھ پہلے انتقال ہوا ہوگا) میر صفحہ ۱۲۱ ، گردیزی صفحہ ۶۴ ، قائم صفحہ ۱۶۸ -

رند ـــــ ملاحظہ ہو 'مہربان خاں'

۶۲ - روحی حیدر آبادی (طبقۂ اول کے شاعر ہیں) قائم صفحہ ۱۴ -

ز

۶۳ - راز ، معل بیگ ـــ 'میر تقی میر کے دوستوں میں ہیں' ـــ قائم صفحہ ۱۷۸ -

۶۴ - زکی ، نواب جعفر علی خاں (محمد شاہی عہد کے امیر اور عمدہ‌الملک انعام کے رفیق ، ۱۱۶۸ھ میں بقید حیات تھے) میر صفحہ ۱۳۶ ، گردیزی صفحہ ۶۵ ، قائم صفحہ ۶۳ -

س

۶۵ - سالک (کوئی دکھنی شاعر معلوم ہوتے ہیں) میر صفحہ ۹۹ -

۶۶ - سامان ، میر ناصر جونپوری (متوفی ۱۱۴۷ھ[1]/ ۱۷۳۴ع) گردیزی صفحہ ۹۸ ، قائم صفحہ ۵۷ -

۶۷ - سجاد ، میر سجاد اکبرآبادی ، شاگرد آرزو (۱۱۶۸ھ تک دربار دہلی سے منسلک تھے) میر صفحہ ۶۰ ، گردیزی صفحہ ۸۲ ، قائم صفحہ ۶۹ -

۶۸ - سراج ، سید سراج‌الدین اورنگ آبادی (متوفی ۱۱۷۷ھ/ ۱۷۶۴ع) میر صفحہ ۹۵ ، گردیزی صفحہ ۹۵ ، قائم صفحہ ۲۰ -

۶۹ - سعادت ، میر سعادت علی امروہوی (میر سے بہت میل ملاپ تھا - قائم کا بیان ہے کہ ابھی چالیس سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ تپ محرقہ میں وفات پائی - گردیزی نے ان کا نام

---

۱ - مقدمہ' دستورالفصاحت ، صفحہ ۷۴ ، بحوالہ' 'نشترعشق' -

'سعادت اللہ خاں' بیان کیا ہے) میر صفحہ ۲۷ ، گردیزی صفحہ ۹۴ ، قائم صفحہ ۴۳ ۔

۷۰ ۔ سعدی (قائم نے انھیں شیرازی اور میر و گردیزی نے دکنی بیان کیا ہے ، حکیم شمس‌اللہ قادری نے انھیں کاکوری کا باشندہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی وفات ۱۰۰۲ھ میں ہوئی) میر صفحہ ۱۰۳ ، گردیزی صفحہ ۸۲ ، قائم صفحہ ۵ ۔

۷۱ ۔ سلام ، میر نجم‌الدین علی خاں ، خلف شرف الدین علی خاں پیام (قائم کے بیان کی روشنی میں ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ع ان کا سال وفات ہوسکتا ہے) میر صفحہ ۱۳۲ ، گردیزی صفحہ ۹۴ ، قائم صفحہ ۱۶۴ ۔

۷۲ ۔ سلیمان ، نظر یافتۂ تاباں (۱۲۰۱ھ میں علی لطف نے انھیں عالم ضعیفی میں لکھنؤ میں دیکھا تھا) قائم صفحہ ۱۷۷ ۔

۷۳ ۔ سودا ، مرزا محمد رفیع دہلوی (متوفی ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ع) میر صفحہ ۳۱ ، گردیزی صفحہ ۶۷ ، قائم صفحہ ۸۶ ۔

سوز ـــــ ملاحظہ ہو محمد میر متخلص بہ میر و سوز ۔

۷۴ ۔ سید ، میر یادگار علی ساکن قصبہ بہادر پور (دہلی میں قائم کے ہمسائے تھے اور دوست بھی) قائم صفحہ ۱۸۵ ۔

ش

۷۵ ۔ شاداب ، خوش وقت رائے چاند پوری ، شاگرد قائم : قائم صفحہ ۱۸۷ ۔

۷۶ ۔ شاغل ، شاگرد بسمل (میر کا بیان ہے کہ دو تین مرتبہ میرے پاس آئے تھے ، اب نظر نہیں آتے) میر صفحہ ۱۵۱ ، گردیزی صفحہ ۱۰۰ ، قائم صفحہ ۱۶۶ ۔

۷۷ ۔ شاکر ، محمد شاکر ساکن اعظم پور (محمد علی حشمت کے دوستوں میں تھے اور قربت وطن کی بنا پر قائم سے بھی میل جول تھا) قائم صفحہ ۱۹۹ ۔

۷۸ ۔ شاہی ، شاہ قلی خاں حیدر آبادی ، ندیم ابوالحسن تانا شاہ :

قائم صفحہ ۱۵ -

۷۹ - شفا ، حکیم یار علی (طبقۂ دوم کے شاعر ہیں ، قائم کا ان سے میل جول تھا) قائم صفحہ ۶۷ -

۸۰ - شعوری حالا پوری : میر صفحہ ۹۸ -

۸۱ - شوق ، میر حسن علی دہلوی ، شاگرد خان آرزو (میر کا ان سے بہت میل جول تھا ، تذکرۂ شوق کی تالیف کے وقت تک بہر حال بقید حیات تھے) میر صفحہ ۱۱۹ ، گردیزی صفحہ ۹۹ ، قائم صفحہ ۱۳۳ -

ص

۸۲ - صانع بلگرامی (نواب علی ابراہیم کے بیان کے مطابق ان کا نام نظام الدین احمد تھا اور ۱۱۹۵ھ میں بنگالے میں مقیم تھے) گردیزی صفحہ ۱۰۱ -

۸۳ - صفائی احمد آبادی : میر صفحہ ۹۹ -

۸۴ - صمصام ، نواب امیرالامراء صمصام الدولہ خان دوران خان (ان کا تخلص عاصم تھا اور ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ع میں جنگ کرنال میں شہید ہوئے) گردیزی صفحہ ۱۰۱ -

۸۵ - صعب ، معل خان—'از اقربائے نواب نظام الملک آصف جاہ است'—گردیزی صفحہ ۱۰۱ -

ض

۸۶ - ضیاء ، میر ضیاءالدین دہلوی (میر کے دوست اور معاصر ، گلزار ابراہیم کی تالیف سے قبل عظیم آباد میں وفات پا چکے تھے) میر صفحہ ۱۴۲ ، گردیزی صفحہ ۱۰۲ ، قائم صفحہ ۱۶۰ -

ط

۸۷ - طالب ، مرزا ابوطالب (سودا کے چچا اور طالب دونوں نے بہادر شاہ اول کے لشکر کے ساتھ دہلی کا سفر کیا تھا ؛ اس وقت طالب کی عمر ستر سال تھی) قائم صفحہ ۱۰ -

۸۸ ۔ طالع ، میر شمس الدین ـــــ 'عین عنفوان جوانی میں انتقال کیا' ـــــ گردیزی صفحہ ۱۰۲ ۔

ظ

۸۹ ۔ ظاہر ، خواجہ محمد خاں ، شاگرد مرزا مظہر ـــــ 'ظاہرا بعد ورود نادر شاہ راہ مراحل مرگ پیمود' ـ گردیزی صفحہ ۱۰۳ ۔

۹۰ ۔ ظہور ، شیو سنگھ اکبر آبادی ـــ 'شاعری میں یقین کا تتبع کرتے تھے' ـــ گردیزی صفحہ ۱۰۴ ۔

ع

۹۱ ۔ عاجز ـــ 'شخصے لوطی است......نظر کردۂ میاں کمترین' ـــ میر صفحہ ۱۴۸ ۔

۹۲ ۔ عاجز ، عارف الدین خاں[1] اورنگ آبادی (افضل بیگ قاقشال کے احباب میں تھے ؛ ۱۱۷۸ھ/۶۵ - ۱۷۶۴ع[2] میں وفات پائی) میر صفحہ ۹۶ ، گردیزی صفحہ ۱۱۹ ۔

۹۳ ۔ عارف ، محمد عارف رفوگر شاہ جہاں آبادی ، شاگرد مضمون بقول میر و گردیزی اور شاگرد آبرو بقول قاسم ۔ میر کے شناساؤں میں تھے : میر صفحہ ۱۳۰ ، گردیزی صفحہ ۱۰۵ ، قائم صفحہ ۱۶۵ ۔

۹۴ ۔ عاشق ، میر یحییٰ مخاطب بہ عاشق علی خاں ، دکنی : گردیزی صفحہ ۱۱۸ ۔

عاصم ـــــ ملاحظہ ہو 'صمصام' ۔

۹۵ ۔ عاصمی ، خواجہ برہان الدین شاہجہاں آبادی (قیاساً ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ع سال وفات ہوگا) میر صفحہ ۱۱۸ ، گردیزی صفحہ ۱۰۵ ، قائم صفحہ ۶۵ ۔

---

۱ ۔ عارف علی خاں (میر و گردیزی) عارف الدین خاں (تذکرۂ قاقشال و تمنا اورنگ آبادی) ۔

۲ ۔ 'نتائج الافکار' طبع اول ، صفحہ ۸۰۳۔ 'گل عجائب' میں سال وفات ۱۱۷۷ھ ہے ، لیکن قدرت اللہ گوپاموی کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔

۹۶ - عاصی ، نور محمد برہان‌پوری (چمنستان شعرا کی تالیف کے وقت زندہ تھے) گردیزی صفحہ ۱۱۷ -

۹۷ - عاقل ، رائے سکھ عرف بیاجیو (مرزا سودا کے دیرینہ احباب میں تھے ، مخزن نکات کی تالیف میں ان کی اعانت کے قائم معترف ہیں) قائم صفحہ ۱۷۱ -

۹۸ - عبدالبر : میر صفحہ ۱۰۲ -

۹۹ - عبدالرحیم : میر صفحہ ۱۰۲ -

۱۰۰ - عبداللہ قطب شاہ ، والیِ گولکنڈہ (متوفی ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ع) قائم صفحہ ۹ -

۱۰۱ - عزلت ، میر عبدالولی سورتی (متوفی ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ع) میر صفحہ ۹۲ ، گردیزی صفحہ ۱۱۰ ، قائم صفحہ ۱۷۲ -

۱۰۲ - عزیز ، شاہ عزیزاللہ : میر صفحہ ۱۰۳ ، گردیزی صفحہ ۱۰۶ -

۱۰۳ - عشاق ، جیون مل کھتری (میر صاحب رقم طراز ہیں : 'شعر ریختہ را بسیار نامربوط می‌گوید .. .. اکنوں در مجمع یاراں ہم نمی‌آید کہ مردہ است') میر صفحہ ۱۵۰ ، گردیزی صفحہ ۱۰۶ ، قائم صفحہ ۱۶۷ -

۱۰۴ - عطا ، خواجہ عطا نانکہ (جعفر زٹلی کے معاصر اور حریف) میر صفحہ ۲۹ ، قائم صفحہ ۳۰ -

۱۰۵ - علیم دکھنی : قائم صفحہ ۱۳ -

۱۰۶ - عمدہ ، سیتا رام—'ریختہ میں انعام اللہ خاں یقیں کا تتبع کرتے ہیں'—گردیزی صفحہ ۱۰۷ -

۱۰۷ - عمر ، معتبر خاں دکھنی ، شاگرد ولی : گردیزی صفحہ ۱۱۶ -

غ

۱۰۸ - غازی الدین خاں عمادالملک (نظام تخلص ، میر شہاب‌الدین نام ، میر بخشی احمد شاہ اور وزیر عالمگیر ثانی ؛ متوفی ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ع) قائم صفحہ ۱۴۸ -

۱۰۹ - غریب ، محمد امان‌اللہ دہلوی (میر صاحب لکھتے ہیں : 'یادش

بخیریک آشنائے بامزہ داشتم.....زبانش لکنت داشت ، ازیں سبب گاہے 'الکن' ہم تخلص می آورد.....قریب دو سال است کہ بہ سمت بنگالہ رفت' ۔ گردیزی نے ان کا نام محمد زماں لکھا ہے) میر صفحہ ۱۳۸ ، گردیزی صفحہ ۱۲۱ ۔

۱۱۰ ۔ غلام حیدر (مجذوب تخلص ، سودا کے متبنیٰ تھے ، گلشن‌ہند کی تالیف کے وقت لکھنؤ میں مقیم تھے) قائم صفحہ ۱۸۶ ۔

۱۱۱ ۔ غواصی ، ملا غواصی (سلطان عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر) میر صفحہ ۱۰۱ ۔

۱۱۲ ۔ غوثی ، محمد غوث خلف مولانا قطب‌الدین قاضی حیدر آباد ؛ آخر عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کو گئے تھے اور وہیں رحلت فرمائی : قائم صفحہ ۱۳ ۔

ف

۱۱۳ ۔ فخری ، شاگرد ولی : میر صفحہ ۱۰۰ ، قائم صفحہ ۱۹ ۔

۱۱۴ ۔ فدا : گردیزی صفحہ ۱۲۲ ۔

۱۱۵ ۔ فدوی ، محمد محسن (ہم صحبت میاں آبرو و مضمون ، قائم سے بھی آشنائی تھی ؛ قاسم کے بیان کی روشنی میں لگ بھگ ۱۲۰۰ھ میں انھوں نے جہان فانی کو خیر باد کہا ہوگا) قائم صفحہ ۵۹ ۔

۱۱۶ ۔ فراق ، مرزا مرتضیٰ قلی (لگ بھگ ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ع میں راجا شتاب رائے حاکم عظیم آباد متوفی ۱۱۸۷ھ کی قید میں وفات پائی) قائم صفحہ ۱۴۱ ۔

۱۱۷ ۔ فراقی ، معاصر ولی (فقیر اللہ آزاد کے ساتھ دہلی گئے تھے) قائم صفحہ ۱۷ ۔

۱۱۸ ۔ فرحت ، شیخ فرحت‌اللہ ولد شیخ اسداللہ (علی ابراہیم کا بیان ہے کہ ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ع میں بہ مقام مرشد‌آباد ان کا انتقال ہوا) قائم صفحہ ۱۶۹ ۔

۱۱۹ ۔ فرخ ، میر فرخ علی ساکن قصبہ اٹاوہ (سپاہی پیشہ اور قائم

گ

۱۳۶ - گرامی ، مرزا گرامی خلف عبدالغنی بیگ قبول (متوفّٰی ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ع) میر صفحہ ۸ ، قائم صفحہ ۷۸ -

ل

۱۳۷ - لسان ، میر کلیم اللہ — 'چندے میری رفاقت میں رہے ، عین عنفوان جوانی میں رحلت کی' — گردیزی صفحہ ۱۳۰ -

۱۳۸ - لطفی ، لطف علی دکھنی : میر صفحہ ۱۰۰ ، قائم صفحہ ۱۶ -

م

۱۳۹ - مائل ، میاں مہدی شاہ جہاں آبادی (پہلے قدرت دہلوی کے شاگرد تھے ، پھر قائم چاند پوری سے اصلاح لینے لگے ؛ گلزار ابراہیم کی تالیف کے وقت مرشد آباد میں سکونت رکھتے تھے - سرور اور قاسم انھیں مرحوم لکھتے ہیں) قائم صفحہ ۱۷۸ -

مجذوب ——— ملاحظہ ہو غلام حیدر -

۱۴۰ - محسن ، محمد محسن خلف محمد حسن (خان آرزو کی ہمشیرہ کے پوتے اور میر کے بھتیجے اور شاگرد ؛ نکات الشعرا کی تالیف کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی ؛ قاسم انھیں مرحوم لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خان آرزو کے انتقال کے بعد ان کی املاک پر بھی قابض ہوگئے تھے) میر صفحہ ۱۳۹ ، گردیزی صفحہ ۱۳۸ ، قائم صفحہ ۱۵۴ -

۱۴۱ - محقق دکھنی : قائم صفحہ ۲۰ -

۱۴۲ - محمد میر متخلص بہ میر و سوز (میر اور گردیزی نے ان کا تخلص میر قرار دیا ہے اور قائم نے 'سوز' - قائم نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ پہلے ان کا تخلص 'میر' تھا ، اب بدل لیا ہے ، گویا تخلص کی یہ تبدیلی ۶۷ - ۱۱۶۶ھ میں عمل میں آئی ہوگی ؛ سال وفات ۱۲۱۳ھ/۹۹ - ۱۷۹۸ع ہے) میر صفحہ ۱۵۰ ، گردیزی صفحہ ۱۳۸ ، قائم صفحہ ۱۳۱ -

۱۴۳ - محمود دکھنی (فخری اور فیروز کے ہم عصر تھے ، ابن نشاطی نے 'پھول بن' میں ان کی استادی کا اعتراف کیا ہے) میر صفحہ ۹۹ ، قائم صفحہ ۱۹ -

۱۴۴ - مخلص ، رائے اند رام دہلوی ، شاگرد بیدل و آرزو (متوفی ۱۱۶۴ھ/۵۱ - ۱۷۵۰ع) میر صفحہ ۸ ، قائم ۶۸ -

۱۴۵ - مخلص ، مرزا محمد حسین شاہجہاں آبادی (طبقہ دوم سے تعلق ہے 'مخزن نکات' کی تالیف کے وقت دہلی میں مقیم تھے) قائم صفحہ ۵۵ -

۱۴۶ - مرزا ، ابوالقاسم حیدر آبادی (سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے مقرب اور معاصر) قائم صفحہ ۱۱ -

۱۴۷ - مزمل ، محمد مزمل شاہجہاں آبادی ، معاصر آبرو : گردیزی صفحہ ۱۳۹ -

۱۴۸ - مضمون ، شرف الدین ، معاصر آبرو و ناجی (متوفی ۱۱۴۷ھ/ ۳۵ - ۱۷۳۴ع) میر صفحہ ۱۴ ، گردیزی صفحہ ۱۳۴ ، قائم صفحہ ۵۲ -

۱۴۹ - مظہر ، مرزا جان جاناں شاہ جہاں آبادی (متوفی ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ع) میر صفحہ ۵ ، گردیزی صفحہ ۱۳۱ ، قائم صفحہ ۸۳ -

معز —— ملاحظہ ہو 'فطرت' -

۱۵۰ - ملک : میر صفحہ ۱۰۰ -

۱۵۱ - مختار ، حافظ فضل علی دہلوی (سودا سے تلمذ تھا ؛ قائم کو ان سے خاص تعلق خاطر تھا ؛ علی ابراہیم نے ان کی مثنوی 'در تعریف لاٹھی' کے کچھ اشعار بھی نقل کیے ہیں) قائم صفحہ ۱۸۲ -

۱۵۲ - مست ، میر قمرالدین (فارسی میں فقیر سے اور اردو میں قائم سے تلمذ تھا ؛ سال وفات ۱۲۰۸ھ/۹۴ - ۱۷۹۳ع ہے) قائم صفحہ ۱۹۸ -

۱۵۳ - منعم (قائم چاند پوری کے بڑے بھائی کا تخلص جو ناجی کے

دوست تھے) قائم صفحہ ۷۶ -

۱۵۴ - موزوں ، نواب خواجم علی خاں ذوالفقارالدولہ ، صوبہ دار برہان‌پور (سید عبدالولی عزلت کے معتقدین میں تھے) میر صفحہ ۱۰۶ ، گردیزی صفحہ ۱۳۷ -

۱۵۵ - موزوں ، میر رحم علی شاہجہان‌آبادی (گردیزی کے احباب میں تھے) گردیزی صفحہ ۱۳۰ -

موسوی ـــــ ملاحظہ ہو 'مطرب'

۱۵۶ - مہربان‌خاں متخلص بہ رند (نواب احمدخاں بنگش کے دیوان تھے سودا اور میرسوز ان ہی کی دعوت پر فرخ‌آباد گئے تھے - مصحفی لکھتے ہیں کہ ایک دن مرزا قتیل کے ہمراہ میں ان سے ملنے گیا تھا ، لکھنؤ کے محلہ رستم نگر میں مکان تھا ، وہیں پر ان کا انتقال ہوا) قائم صفحہ ۲۰۰ -

۱۵۷ - میر گھاسی دہلوی (سید محمد تقی نام ، تقی تخلص ، دہلی کے محلہ مغل‌پورہ میں سکونت تھی ' میر کے دوست اور ہم‌عصر) میر صفحہ ۱۴۹ ، گردیزی صفحہ ۱۳۰ ، قائم صفحہ ۱۶۷ -

۱۵۸ - میر ، محمدی اکبرآبادی (متوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ع) میر صفحہ ۱۵۴ گردیزی صفحہ ۱۳۷ ، قائم صفحہ ۱۲۱ -

میر میران ـــــ ملاحظہ ہو 'بھید' -

۱۵۹ - میر ہادی دہلوی (میر جواد علی خاں نام ، متوفی ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰ع) قائم صفحہ ۱۷۰ -

ن

۱۶۰ - ناجی ، محمد شاکر (سال وفات قیاساً ۵۴-۱۱۵۳ھ/ ۴۱ - ۱۷۴۰ع ہے) میر صفحہ ۲۳ ، گردیزی صفحہ ۱۴۱ قائم صفحہ ۴۶ -

۱۶۱ - نادر دہلوی (قائم کے بیان کی روشنی میں سال وفات ۱۱۶۶ھ ۵۳ - ۱۷۵۲ع ہونا چاہیے) قائم صفحہ ۹۹ -

۱۶۲ - نثار ، میر عبدالرسول (میر کے دوست اور شاگرد ؛ قائم رقم‌طراز ہیں : 'پیش ازیں در دہلی بہ سپاہی پیشگی می‌گذراند

دریں ایام . . . بطرف امروہہ رفت' ۔ قاسم لکھتے ہیں :
'اکبرآبادی الاصل ، جہاں آبادی المولد . . . مدتے است کہ
ایں جہاں را جیرباد گفتہ') میر صفحہ ۱۳۴ ، گردیزی
صفحہ ۱۴۳ ، قائم صفحہ ۱۷۵ ۔

۱۶۳ ۔ ندیم ، مرزا علی ولی شاہجہاں آبادی (طبقہ دوم کے شاعر
ہیں ، 'مخزن نکات' کی تالیف کے وقت زندہ تھے اور قائم کے
ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے ؛ قاسم لکھتے ہیں کہ ان کا
انتقال دہلی میں ہوا ، لیکن علی ابراہیم کا بیان — جو بعد
از قیاس معلوم ہوتا ہے —— یہ ہے کہ یہ مرشد آباد
جا کر نواب میر جعفر کے ملازم ہوگئے تھے اور وہیں انتقال
کیا) قائم صفحہ ۶۲ ۔

نظام — ملاحظہ ہو 'غازی الدین خاں عمادالملک'۔

۱۶۴ ۔ نوری ، ملا نوری اعظم پوری ، معاصر ابوالفیض فیضی و
شہنشاہ اکبر ۔ قائم صفحہ ۷ ۔

۱۶۵ ۔ نوری ، سید شجاع الدین گجراتی ثم حیدرآبادی ، معاصر
ابوالحسن تانا شاہ ۔ قائم صفحہ ۴ ۔

و

۱۶۶ ۔ وحشت ، میر ابوالحسن (طبقہ سوم کے شاعر ہیں لیکن
'مخزن نکات' کی تالیف سے قبل انتقال کر چکے تھے)
قائم صفحہ ۱۶۲ ۔

۱۶۷ ۔ وفا ، لالہ نول رائے (راجا گلاب رائے دیوان نجیب الدولہ
کے بھتیجے اور قائم کے شاگرد ؛ طبقات سخن کے مؤلف
شیخ غلام محی الدین قریشی متخلص بہ عشق و مبتلا میرٹھی
نے بھی ان سے ملاقات کی تھی) قائم صفحہ ۱۸۸ ۔

۱۶۸ ۔ ولی ، شاہ ولی اللہ (بقول میر اورنگ آبادی ، اور بقول قائم
گجراتی ؛ متوفی ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ع) میر صفحہ ۱۰۱ ،
گردیزی صفحہ ۱۴۴ ، قائم صفحہ ۲۱ ۔

ہ

۱۶۹ - ہاتف یا ہاتی ، دکھنی : میر صفحہ ۱۰۱ ، قائم صفحہ ۲۱ -
ہادی ـــــ ملاحظہ ہو 'میر ہادی' -

۱۷۰ - ہاشم دکھنی ، میر صفحہ ۱۰۱ ، قائم صفحہ ۲۱ -

۱۷۱ - ہدایت ، میاں ہدایت‌اللہ دہلوی (ان کا سن وفات دکا نے ۱۲۱۹ھ—جو زیادہ قرین قیاس ہے—اور شیفتہ نے ۱۲۱۵ھ بیان کیا ہے) میر صفحہ ۱۳۰ ، گردیزی صفحہ ۱۴۵ ، قائم صفحہ ۱۱۸ -
ہمرنگ ـــــ ملاحظہ ہو 'بے رنگ' -

ی

۱۷۲ - یقین ، انعام‌اللہ‌خاں دہلوی خلف شیخ اظہرالدین خاں مبارک جنگ ، شاگرد مرزا مظہر (متوفی ۱۱۶۹ھ/۵۶ - ۱۷۵۵ع)
میر صفحہ ۸۱ ، گردیزی صفحہ ۱۴۶ ، قائم صفحہ ۱۳۴ -

۱۷۳ - یک دل ، میر عزت اللہ — 'در زمان محمد شاہ بادشاہ بسطر می‌آمد'—میر صفحہ ۱۵۳ -

۱۷۴ - یک رنگ ، مصطفی‌خاں (معاصر آبرو اور شاگرد خان آرزو ۱۱۶۵ھ سے قبل وفات پا چکے تھے) میر صفحہ ۱۸ ، گردیزی صفحہ ۱۶۴ ، قائم صفحہ ۴۲ -

۱۷۵ - یک رو ، عبدالوہاب ، شاگرد آبرو : میر صفحہ ۷۹ ، گردیزی صفحہ ۱۶۶ -

۱۷۶ - یونس ، حکیم یونس . میر صفحہ ۱۰۶ -

کتابیات

مصادر کی مکمل فہرست کلیات فائز ' جلد دوم کے آخر میں منسلک ہے - تذکرے کی ترتیب میں اس فہرست میں شامل بیشتر مآخذ کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب سے بھی رجوع کیا گیا ہے ۔

۱ - 'ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ' از ڈاکٹر سید عبداللہ ، دہلی ۱۹۴۲ع -

۲ - 'پنجاب میں اردو' از پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی (طبع سوم) مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی لاہور ۱۹۶۳ع -

۳ - 'دکن میں اردو' از مولوی نصیر الدین ہاشمی (طبع پنجم) لاہور ۱۹۶۰ع -

۴ - 'دیوان بیدار' مرتبہ خلیل احمد قدوائی ، الہ آباد ۱۹۳۷ع

۵ - 'دیوان تاباں' مرتبہ مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ۱۹۳۵ع

۶ - 'دیوان درد' مرتبہ عبدالباری آسی (کراچی ایڈیشن) ۱۹۵۱ — نیز مرتبہ خلیل الرحمان داؤدی ، لاہور ۱۹۶۲ع -

۷ - 'دیوان زادۂ حاتم' نسخۂ خطی مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاہور -

۸ - 'دیوان عبداللہ قطب شاہ' مرتبہ مولوی سید محمد (سلسلۂ یوسفیہ نمبر ۹) حیدر آباد ، سن اشاعت ندارد -

۹ - 'دیوان غراب' مرتبہ عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ۱۹۶۲ع -

۱۰ - 'دیوان فغاں' مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمان ، کراچی ۱۹۵۰ع -

۱۱ - 'دیوان یقیں' مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ ، علی گڑھ ۱۹۳۰ع

۱۲ - 'کلیات جعفر زٹلی' نسخۂ خطی مخزونہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن -

۱۳ - 'کلیات سراج' مرتبہ عبدالقادر سروری ، حیدر آباد ۱۳۵۷ھ -
۱۴ - 'کلیات قائم' (دو جلدیں) مرتبہ اقتدا حسن ، لاہور ۱۹۶۵ء
۱۵ - 'کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ' مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ، حیدر آباد ۱۹۴۰ء -
۱۶ - 'کلیات میر' نول کشور ایڈیشن (طبع چہارم) کانپور ۱۹۰۷ء
——ایضاً مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ، کراچی ۱۹۵۸ء -
۱۷ - 'کلیات ولی' مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ، ہاشمی (طبع سوم) کراچی ۱۹۵۴ء -
۱۸ - 'مباحث' مجموعہ مقالات ڈاکٹر سید عبداللہ ، لاہور ۱۹۶۵ء -
۱۹ - 'مرزا مظہر جان جاناں' از عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ۱۹۶۱ء
۲۰ - 'مقالات حافظ محمود شیرانی' مرتبہ مظہر محمود خان شیرانی (جلد اول و دوم) لاہور ۱۹۶۶ء -
۲۱ - 'میر تقی میر — حیات اور شاعری' از خواجہ احمد فاروقی ، دہلی ۱۹۵۴ء -
22 - Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustani Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, compild by A Sprenger, Vol. I, containing Persian and Hindustani poetry, Calcutta 1854.

اشاریۂ متن و تعلیقات

۱ - اشخاص

۲ - مقامات

۳ - کتب و رسائل وغیرہ

۴ - السنہ

۵ - متفرقات

۱ - اشخاص

الف

۲ - مقامات

الف

ب

پ

ت

ج

۳ - کتب ، رسائل ، مقالات و منظومات

ب

پ

ت

۵ - متفرقات

صحت نامۂ اغلاط

قارئین سے التماس ہے کہ مطالعہ کرنے سے پہلے ان اغلاط کی تصحیح فرمالیں

صفحات متن	سطر	غلط	صحیح
۲	۳	کتاب	کتابی
۲	۵	نرسیدہ	نرسانیدہ
۳	۲	ار	ار
۷	۹	بدیہہ	برتمہ
۷	۱۴	بسابقۂ	بسابقہ
۷	۱۵	در بدیہہٗ	بر بدیہۃً
۱۰	۶	کاؤ کاؤ	کاو کاو
۱۱	۴	از بعد	کہ بعد
۱۴	۳	است	زیست
۱۵	۱۰	حریدہ	خردہ
۱۷		ذیلی حاشیہ نمبر ۵ منسوخ -	
۲۰	۱۳	مرقوم	مرحوم
۳۲	۷	این کہ	اینک
۴۷	۳	مراح	بمزاح
۵۱	۵	بہا	از این ہا
۵۲	۸	حمس چوں	خون
۵۳	۲	بال طمعی	بہ اصل طبعی
۶۴	۸	گرر	گرز
۶۴	۱۱ ، ۱۲	گواہ عدل	گواہ عادل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۰	۶، ۷	بادشاہی اوست… بادشاہی سلامت در عہدۂ دارد !	در عہدہ اوست ...سلامت
۷۳	۹	ولایب	ولایت زا
۷۳	۱۱	(کذا) اور متعلقہ حاشیہ مسوح۔ 'شہید مرحوم' سے بادشاہ فرخ سیر مراد ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ امید ۱۱۲۳ھ میں آیا جو فرخ سیر 'شہید مرحوم' کی تخت نشینی کا پہلا سال ہے۔	
۷۸	۱۳	بی معی	بی نعیمی
۸۱	۴	می بردند	می برند
۸۱	۶	می نماید	می یابند
۸۳	۹	سینۂ ریش	سینہ ریش
۸۶	۲	نقادۂ	نقاوۂ
۱۰۲	۷	کنور	کنوز
۱۰۲	۹	سیاہ ہستی	سیاہ مستی
۱۱۶	۱۵	'بار' منسوخ۔	
۱۱۸	۲	نہاد - ازوست	نہاد اوست
۱۲۲	۹	استفادۂ آگاہی	استفادہ و آگاہی
۱۳۱	۱۰	قدیم	از قدیم
۱۳۳	۱۰	استعاضۂ آگاہی	استفاضہ وآگاہی
۱۳۴	۱	'سخن' مسوح	
۱۳۴	۱۳	خوش	خوشی
۱۳۶	۱	فسون	قشون
۱۳۹	۹	می توانمی گفت	می توان گفت
۱۵۰	۱	زندش ازین	زلد تا این
۱۵۴	۱۸	مرتب	با رتبہ

۱۵۵	۱	پهچتا	پہنچتا
۱۶۵	۱۴	گرو ۔ عاجر	گروہ عاعز
۱۶۹	۶	زلفاں سیہ ستم	زلفاں سیاہ ستم
		رسیدہ و سودای	دیدہ وسودای
		معبریں	دود معمرین
۱۷۶	۳	پسر	نثر ، پسر (کذا)
۱۷۶	۱۲	تارع اس کتاب	تاریخ اس کتاب
		کی میں نے کی	کی جب میں
		حب تلاش	نے کی تلاس ؎
۱۷۷	۹	متوازی	متواری
۱۸۷	۲	پاش	پایش
۱۹۸	۵	(ہیولای)	ہیولای
۲۰۰		ذیلی حاشیہ نمبر ۲ مسوخ ۔	